

عزلات سیریز

ساک سنڈ

Part 1



منظر کلیم
پہلے

ہے اس انداز میں اپنے والد سے پیش نہیں آتا۔ بہر حال یہ ایک فطری فرق ہے البتہ اس کے دل میں والد کے لئے بھی اتنی ہی عزت ہے جتنی والدہ کے لئے ہے اور وہ اس محبت کا واضح اظہار بھی اکثر کرتا رہتا ہے۔ امید ہے اس وضاحت کے بعد آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص

مظہر کلیم ایم۔ اے

عمران اپنے فلیٹ کے سنگ روم میں ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ ساتھ پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”سلیمان“ — عمران نے یلخت انتہائی سنجیدہ اور سخت لہجے میں سلیمان کو پکارا۔

”جی صاحب“ — دوسرے لمحے سلیمان کسی جن کی طرح دروازے پر نمودار ہو گیا کیونکہ وہ عمران کے موڈ کو ابھی طرح پہچانتا تھا۔

”لاکھ بار کہا ہے کہ جب میں مطالعہ کر رہا ہوں تو فون یہاں سے اٹھایا کرو لیکن تمہارے کان پر جوں تک نہیں رہی گئی۔ اٹھاؤ اسے اور دوسرے کمرے میں لے جاؤ اور جو بھی بول رہا ہو اسے کہو کہ میں مصروف ہوں۔ کسی سے نہیں مل سکتا“ — عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا جبکہ فون کی گھنٹی مسلسل بجے چلی جا رہی تھی۔

”جی صاحب“ — سلیمان نے آگے بڑھ کر فون سیٹ اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے ایک ہاتھ سے رسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔ عمران صاحب، مجھ معصوف ہیں۔ کسی سے نہیں مل سکتے۔“ — سلیمان نے رسیور اٹھاتے ہی تیز تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھا اور پھر فون اٹھائے وہ کمرے سے باہر نکل گیا اور عمران نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے دوبارہ کتاب پر نظریں جمادیں۔ اس نے یہ کتاب خصوصی آرڈر پر منگوائی تھی اور اسے کام سے چونکہ فرصت نہ ملی تھی اس لئے وہ باوجود شدید خواہش کے اسے پڑھ نہ سکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جیسے ہی اسے فرصت ملی اس نے کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ چونکہ کتاب کافی ضخیم تھی اور ایک انتہائی جدید ترین سائنسی ہتھیار پر دلیرج پر مبنی تھی اس لئے عمران نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک اطمینان سے ساری کتاب نہ پڑھ لے اس وقت تک نہ کوئی کام کرے گا اور نہ ہی کسی سے ملے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے انتہائی سخت لہجے میں سلیمان کو ڈانٹ پلا دی تھی لیکن ابھی اس نے ایک ہی صفحہ پڑھا تھا کہ اسے دور سے ایک بار پھر کھٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور عمران مسکرا دیا کہ اب سلیمان خود ہی جواب دے لے گا لیکن دوسرے لمحے جب اس نے سلیمان کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ دوسرے لمحے سلیمان کسی جن کی طرح دروازے

پر نمودار ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں فون سیٹ تھا اور دوسرے ہاتھ میں رسیور۔

”جی بیگم صاحب کا فون ہے۔“ — سلیمان نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے رسیور عمران کی طرف پوچھاتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے جلدی سے رسیور سلیمان کے ہاتھ سے چھین لیا۔

”سلام بیگم ملے گی۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ خیریت اماں بی۔“ — عمران نے انتہائی خوشدلانہ لہجے میں کہا۔

”ولیمک السلام۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے کیوں سلیمان سے کہا ہے کہ تم معصوفیت کی وجہ سے فون نہیں سن سکتے۔ بولو۔ کیا معصوفیت ہے تمہیں۔ نماز پڑھ رہے ہو۔ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہو۔ کیا کر رہے ہو کہ تم سے فون نہیں سنا جا سکتا۔“ — اماں بی نے انتہائی قہر بھرے لہجے میں کہا۔

”وہ۔۔۔ اماں بی۔ ایک سائنسی کتاب پڑھنے میں معصوف تھا اماں بی۔ لوگ خواہ مخواہ فون کر کے ارد گرد کے ہسپتالوں کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں اسی لئے اماں بی میں نے سلیمان سے کہہ دیا تھا۔“ عمران نے کان دہاتے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تمہاری یہ نامراد سائنس اب انسانوں سے بھی زیادہ اہم ہو گئی ہے۔ فیاض کی بیوی سملی نے ابھی مجھے فون کیا ہے کہ فیاض کئی دنوں سے غائب ہے۔ دفتر بھی نہیں گیا۔ وہ مجید پریشان ہے۔ رو رو کر

اس کا گھائیٹہ گیا ہے۔ اس نے حمیس بھائی سمجھ کر فون کیا تاکہ تم اس لفٹ کے آوارہ گرد فیاض کو ڈھونڈو تو تمہارے اس مشغولے سلیمان نے اس کی بات سننے بغیر ہی جواب دے دیا کہ تم کسی سے نہیں مل سکتے۔ اس نے مجھے فون کر کے ساری بات بتائی ہے۔ اب بولو۔ تمہاری یہ موٹی سائنس زیادہ اہم ہے یا فیاض کی بیوی کی پریشانی۔ بولو۔ جواب دو۔“ اماں بی نے غصے کی شدت سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”فیاض تو بڑا نیک اور سلیٹی بھابھی کا انتہائی وفادار شوہر ہے اماں بی۔ وہ کسی سرکاری کام سے گیا ہو گا۔ آپ ڈیڑی سے پوچھ لیتیں۔ وہ بتا دیتے یا سلیٹی بھابھی دفتر سے معلوم کر لیتیں۔“ عمران نے کہا۔

”تمہارے ڈیڑی کو یہ موئے سرکاری دورے ہی چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ روز چلتوں چڑھائے کسی نہ کسی دورے پر چل پڑتے ہیں جیسے اس دنیا میں اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی باقی نہیں رہ گیا۔ وہ بھی پچھلے چار دنوں سے کافروں کے کسی ملک میں دورے پر گئے ہوئے ہیں اور تمہارا کیا خیال ہے سلیٹی پاگل ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ دفتر سے معلوم کرے۔ فیاض چار روز پہلے دفتر سے گھر گیا ہے اور ابھی تک نہ ہی وہ گھر آیا ہے اور نہ دفتر گیا ہے۔“ اماں بی نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ پھر تو واقعی مسئلہ بن گیا ہے۔ ٹھیک ہے آپ سلیٹی بھابھی کو تسلی دیں میں ابھی فیاض کی تلاش شروع کرتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”اسے ڈھونڈ کر پہلے کان سے پکڑ کر میرے پاس لے آنا۔“ سمجھے۔“ اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ ظاہر ہے اب اس کا کتاب ختم کر کے اٹھنے والا سارا پروگرام ہی دھرے کا دھرا رہ گیا تھا۔

”یہ فیاض آخر کیا کہاں ہو گا بغیر اطلاع دیئے۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”سنٹرل اٹلی جنس بیورو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

”میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سوپر فیاض ہے دفتر میں۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ آپ۔ نہیں جناب۔ پرنسٹنٹ صاحب تو گزشتہ تین روز سے غائب ہیں۔ وہ گھر بھی نہیں گئے اور نہ ہی دفتر آئے ہیں۔ ان کی بیگم بھی بار بار فون کر رہی ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تو پھر تم لوگوں نے کیا کارروائی کی ہے۔ تلاش کیا ہے اسے۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”میں سر۔ ہم نے دارالحکومت کے تمام ہسپتالوں کو فون کر کے معلوم کیا ہے۔ تمام پولیس اسٹیشنوں سے معلومات حاصل کی ہیں لیکن فیاض صاحب کا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ انکپٹر بائبر اور انکپٹر خوری

نہیں ہیں تو اس کے دوست بھی تو بے شمار ہیں۔ وہ دوستوں کے قابو نہیں آتا تو دشمنوں کے قابو کہاں آئے گا۔ یہ بتاؤ کہ کس وقت گیا تھا وہ دفتر سے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”صاحب ساڑھے تین بجے کے قریب گئے تھے۔۔۔ عبدالرحیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس روز اس کا موڈ کیا تھا۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ویسا ہی تھا جیسا روز ہوتا ہے۔۔۔ عبدالرحیم نے جواب دیا تو عمران اس کے خوبصورت جواب پر بے اختیار مسکرا دیا۔ اس روز کوئی ملاقات یا کوئی ایسی بات جو خلاف معمول ہوئی ہو۔ سوچ کر جواب دیا۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جج۔ جی ہاں۔ جی ہاں جناب۔ ان کے آفس سے اٹھنے سے پہلے ایک فون آیا تھا جس پر صاحب غصے سے جج رہے تھے۔ باقی تو مجھے یاد نہیں رہا البتہ ایک لفظ مجھے یاد آ رہا ہے بڑا مشکل سالفظ ہے۔ صاحب بار بار جج جج کر یہ لفظ بول رہے تھے۔ ایک منٹ مجھے یاد کر لینے دیں۔ کلون۔ کلونٹ۔ ہاں ہاں کلونٹ۔ وہ بار بار کلونٹ کہہ رہے تھے۔ پھر انہوں نے رسیور ہٹ دیا تھا اور اس کے بعد وہ اٹھ کر چلے گئے تھے۔۔۔ عبدالرحیم نے جواب دیا۔

”کلونٹ لفظ تھا یا اکاؤنٹ۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اکاؤنٹ جناب۔ میں نے تو ایسے ہی سنا تھا۔۔۔ عبدالرحیم نے جواب دیا۔

دونوں انہیں شب و روز مسلسل تلاش کر رہے ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”فیاض کا چہرہ اسی عبدالرحیم آ رہا ہے ڈیوٹی پر۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جی جناب۔ وہ تو باقاعدہ ڈیوٹی پر آ رہا ہے۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اس سے بات کراؤ۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہولڈ آن کریں۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ میں عبدالرحیم بول رہا ہوں جناب۔۔۔ تھوڑی دیر بعد ایک منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”عبدالرحیم۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اودہ آپ السلام علیکم جناب۔۔۔ دوسری طرف سے عبدالرحیم نے چونکے ہوئے لہجے میں کہا۔

”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا صاحب کہاں غائب ہو گیا ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”معلوم نہیں جناب۔ صاحب تین روز پہلے دفتر سے گئے ہیں پھر ان کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا جناب۔ میں تو خود مجید پریشان ہوں۔

صاحب کے تو دشمن بھی بے شمار ہیں جناب۔۔۔ عبدالرحیم نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے دشمن بے

”سفر اٹلی جس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض گزشتہ تین روز سے غائب ہے۔ وہ دفتر سے اٹھ کر گیا ہے اور پھر اس کا پتہ نہیں چل رہا۔ مجھے بھی ابھی اس کی گمشدگی کا اطلاع ملی ہے۔ میں نے اس کے دفتر کے چڑاسی سے بات کی ہے تو اس نے بتایا ہے کہ اٹھنے سے پہلے فون آیا تھا اور فیاض استسائی غصے بھرے لہجے میں چیخ کر بول رہا تھا اور اس نے کاؤنٹ کا لفظ کئی بار بولا تھا۔ اس لئے وہ چڑاسی کو یاد رہ گیا۔“

عمران نے کہا۔

”آپ کا خیال ہے کہ کاؤنٹ کے سلسلے میں وہ غائب نہ ہوں۔ اگر ایسی بات ہے تو میں معلوم کر لیتا ہوں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”یہ بھی معلوم کرو اور اس کے علاوہ اپنے طور پر بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ تم اس کام میں خاصے ماہر ہو۔ اور جیسے ہی اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملے مجھے فوراً رپورٹ دنا۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”یس باس۔“ ٹائیگر نے کہا اور عمران نے ہاتھ برساکر کرڈل دیا اور پھر ہاتھ ہٹانے پر جب ٹون آگئی تو اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ایکسٹو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی بلیک زیرو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں طاہر۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب آپ۔“ دوسری طرف سے بلیک زیرو

”اور کوئی بات۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں جناب اور تو کوئی خلاف معمول بات نہیں ہوئی تھی۔“

عبدالرحیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ شمریہ۔“ عمران نے کہا اور کرڈل دبا کر ٹون آنے پر اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ ابھی چونکہ دن کا پہلا پھر تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ ٹائیگر ابھی اپنے کمرے میں ہی ہو گا اور وہی ہوا۔ دوبار گھنٹی بجنے کے بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

”ہیلو۔“ ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یس باس۔“ حکم۔“ ٹائیگر کا لہجہ یکفخت مودبانہ ہو گیا۔

”کسی کاؤنٹ نامی آدمی کو جانتے ہو۔ کوئی مجرم یا کسی ہوٹل کا مینجر یا مالک۔“ عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ کاؤنٹ ہوٹل کے مالک کا نام کاؤنٹ ہے۔ شراب کی سنگٹک میں خاصا بااثر آدمی ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”یہ کاؤنٹ ہوٹل کہاں ہے۔ کیا کوئی برا ہوٹل ہے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”برا تو نہیں ہے۔ متوسط درجے کا ہوٹل ہے۔ گزشتہ سال ہی کھولا گیا ہے مسلم باغ کے قریب۔“ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے ٹائنگز کے ذمے یہ کام لگایا ہے۔ وہ گمشدہ افراد کو تلاش کرے گا ماہر ہے۔ تمہیں میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ تم صدر کی ڈیوٹی لگاؤ کہ وہ ایئر پورٹ کا ریکارڈ چیک کرے۔ اگر فیاض

”یعنی اب تم نے ذخیرہ اندوزی بھی شروع کر دی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ذخیرہ اندوزی جرم ہے“ — عمران نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

”حریرہ جات کے سامان کی ذخیرہ اندوزی جرم نہیں ہے بلکہ بھاری بھاری راقوں کی ذمہ داری جرم ہے اور گناہ بھی اور چونکہ مجھے آپ کی عاقبت کی ہر وقت فکر رہتی ہے اس لئے میں ساتھ ساتھ آپ کو اس گناہ سے بچانے کی کوششیں کرتا رہتا ہوں“ — سلیمان نے مڑتے ہوئے جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”بھاری بھاری راقوں کی ذخیرہ اندوزی۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں“ — عمران نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”اس فلیٹ میں ایک سٹیشل روم ہے اور اس سٹیشل روم میں ایک خفیہ سیف ہے اور اس خفیہ سیف میں ایک ایسا خفیہ خانہ بھی ہے جو طویل عرصے سے خفیہ ہی تھا لیکن شاید اللہ تعالیٰ آپ پر بے حد مہربان ہے کہ مجھے خواب میں ایک بزرگ نے آکر اس خفیہ خانے کے متعلق بتا دیا اور جب میں نے اس خفیہ خانے کو کھولا تو اس میں بڑی مالیت کے نوٹوں کی گڈیاں ذخیرہ کی گئی تھیں۔ اب یہ میرا فرض بنتا تھا کہ آپ کو اس گناہ سے بچایا جائے چنانچہ میں نے بچالیا“ — سلیمان نے جواب دیا اور ایک بار پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”ارے ارے۔ رک جاؤ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں اس خفیہ خانے کا علم ہو سکے۔ وہی تو ایک ایسی جگہ تھی جو تمہاری ان ملی جیسی

نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور اس میں رکھے ہوئے نوٹ جعلی تھے۔ میں نے نمونے کے طور پر رکھے ہوئے تھے۔ انہیں خرچ نہ کرنا ورنہ جعلی نوٹ چلانے کے جرم میں پکڑے جاؤ گے تو ضمانت بھی نہ ہوگی اور ڈیڑی کو معلوم ہوا تو وہ تمہیں حوالات میں ہی گولی مارنے سے دریغ نہ کریں گے“ — عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”جس طرح جعلی نوٹ چلانا جرم ہے اسی طرح جعلی نوٹ رکھنا بھی جرم ہے اس لئے آپ فکر مت کریں۔ اس خفیہ خانے میں موجود تمام جعلی نوٹ میں نے خزانہ سرکار میں جمع کرا دیئے ہیں۔ آپ پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے گا“ — سلیمان نے جواب دیا اور پھر مڑ کر اس نے چائے کی خالی پیالی اٹھائی کیونکہ عمران نے آخری چسکی لے کر پیالی میز پر رکھ دی تھی۔

”خزانہ سرکار میں۔ کیا مطلب۔ کیا تم نے اس خفیہ خانے سے واقعی نوٹ نکالے تھے“ — عمران نے چونک کر انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ظاہر ہے اب میں سرکار کو یہاں آپ کے سٹیشل روم میں تولانے سے رہا۔ اس لئے نوٹ نکال کر ہی سرکار تک پہنچانے تھے۔ چنانچہ پہنچ گئے“ — سلیمان نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا تو عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

”اب کیا کروں۔ جیل کی نظروں سے گوشت کیسے بچاؤں۔“ — عمران

وہ بڑا سخت آدمی ہے اس لئے آپ قطعی بے فکر رہیں۔ وہ جہاں بھی ہو گا بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گا۔“ — عمران نے سہلی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”تم کہاں تلاش کرو گے۔ میں نے سارے ہسپتالوں سے پوچھ لیا ہے ان کے سارے دوستوں سے بھی معلومات کر لی ہیں ان کے رشتہ داروں کے ہاں بھی فون کر لئے ہیں لیکن ان کا پتہ کہیں سے بھی نہیں چلا۔“ — سہلی نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں بھابی۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ فیاض کوئی عام آدمی نہیں ہے کہ وہ دوستوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں جا کر بیٹھ جائے گا۔ وہ اس ملک کی سب سے بڑی ایجنسی کا سپرنٹنڈنٹ ہے۔ وہ لانا کسی سرکاری چکر میں ہی پھنسا ہوا ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ میں اسے ٹریس کر لوں گا۔“ — عمران نے کہا۔

”اچھا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان مبارک کرے۔ خدا حافظ۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”ٹانگیٹر بول رہا ہوں ہاس۔“ کاؤنٹ بھی پچھلے تین روز سے غائب ہے اور میں نے معلوم کر لیا ہے۔ سوپر فیاض تین روز پہلے سہ پر کے وقت ہوٹل آیا تھا۔ وہ کاؤنٹ سے ملا اور پھر وہ دونوں ہی کار میں بیٹھ

نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ابھی وہ سر تھا سہ بیٹھا ہوا تھا کہ پاس پرے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں اماں بی نے دوبارہ فون نہ کر دیا ہو۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔“ — عمران نے اماں بی کے خطرے کے پیش نظر بغیر کسی مذاق کے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

”سہلی بول رہی ہوں۔ سہلی فیاض۔“ — دوسری طرف سے فیاض کی بیوی کی پریشانی سے پر آواز سنائی دی۔

”اوہ بھابی آپ۔“ — عمران نے چونک کر کہا۔

”شکر ہے تم سے بات تو ہوئی۔ پہلے فون کیا تو سلیمان نے بغیر کوئی بات سننے سے کہہ کر رسیور رکھ دیا کہ تم مصروف ہو۔ مجبوراً مجھے بڑی بیگم صاحبہ کو فون کرنا پڑا۔“ — سہلی کی آواز سنائی دی۔

”آئی ایم سوری بھابی۔ دراصل میں ایک اہم کتاب پڑھنے میں مصروف تھا اس لئے ایسا ہو گیا ہے لیکن میرے ذہن میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ کا فون ہو گا۔ اماں بی نے سوپر فیاض کے بارے میں مجھے بتا دیا ہے اور میں نے اس کی تلاش شروع کر دی ہے۔ آپ قطعاً نہ گھبرائیں۔ انشاء اللہ جلد ہی میں فیاض کو کان سے پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کاش ایسا ہو جائے میرے دل میں تو ہول اٹھ رہے ہیں۔“ — دوسری طرف سے سہلی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں بھابی۔ فیاض نہ ہی بد مو ہے اور نہ ہی ایسا سیدھا۔“

کر چلے گئے اور ابھی تک کاؤنٹ کی بھی واپسی نہیں ہوئی اور نہ ہی اس نے کوئی اطلاع دی ہے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”یہ دونوں کہاں جا سکتے ہیں۔ یہ معلوم کرو۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں بس۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔“ ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر کتاب اٹھالی۔ پھر ابھی اسے کتاب پڑھتے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری ہوگی کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کتاب واپس میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”نہیں۔ علی عمران بول رہا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ظاہر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ مقصد نے ابھی ایئر پورٹ سے اطلاع دی ہے کہ تین روز قبل سوپر فیاض ایک مقامی آدمی کے ساتھ ہوائی جہاز کے ذریعے ناٹشان گئے ہیں۔ سوپر فیاض صاحب نے سرکاری رعب دے کر ایئر بیس میں سیٹیں حاصل کی تھیں۔ اس لئے علیے کو ان کے بارے میں یاد تھا اور سوپر فیاض کی کار ایئر پورٹ پارکنگ میں موجود ہے۔“ بلیک زیرو نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔

”ناٹشان۔ یعنی بہادر ستان کا سرحدی شہر۔“ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔“ دو سری طرف سے بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”مقصد کو فوری طور پر ناٹشان بھیجو اور اسے کہو کہ وہ وہاں جا کر معلومات حاصل کرے۔ بے شک اس کے ساتھ کسی دوسرے ممبر کو

بھیج دو لیکن انہیں کہہ دو کہ وہ وہاں سے فوری طور پر معلومات حاصل کریں۔ ٹائیگر نے رپورٹ دی ہے کہ اس کے ساتھ جانے والا ایک مقامی ہوٹل کا مالک اور شراب کی سہولت میں ملوث آدمی کاؤنٹ ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ فلائٹ تو رات کو جائے گی۔ میں خصوصی ہیلی کاپٹر سروس سے انہیں بھجوا دیتا ہوں۔“ دو سری طرف سے بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا لیکن رسیور رکھتے ہی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔

”یا اللہ تو ہی انسان کو عقل دینے والا ہے لیکن یہ انسان ہی ہے جو اس عقل کے ذریعے ایجادات کر کے تیرے بندوں کے لئے مصیبت کا باعث بن جاتا ہے۔“ عمران نے بڑے بے بس سے لہجے میں کہا اور ایک بار پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”ستم زدہ فون علی عمران بھجوا رہا ہے۔ بے بس۔ لاچار اور بے بہرہ بول رہا ہے۔“ عمران نے کہا تو دو سری طرف سے سر سلطان کے مخصوص انداز میں ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

”یعنی تمہاری ڈگریاں اب بدل گئی ہیں۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) کی بجائے بے بس۔ لاچار اور بے بہرہ۔ بہت خوب۔ لیکن یہ بے بہرہ کی ترکیب تم نے کیوں استعمال کی ہے۔ یہ سمجھ نہیں آئی۔“ سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اگر بہرہ ہوتا تو ستم زدہ فون کیوں ہوتا بھتی رہتی گھینٹاں۔ میں

”دوسری شادی کا مطلب تو دوسری شادی کرنے کے بعد ہی سمجھ آتا ہے۔ پہلے تو صرف رتکین خواب نظر آتے ہیں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو پی اے بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

”آپ کو یہ کیسے خیال آیا کہ صاحب نے دوسری شادی کر لی ہے؟“ — پی اے نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ شاید حیرت کے فوری جھجکے سے نکل آیا تھا۔

”تمہارے صاحب نے آج مجھے فون کیا ہے اور بات بات پر اس طرح ہنس رہے تھے جیسے ہمیں بس ان کے اندر سے نکلی چلی آ رہی ہو۔ ورنہ پہلے ہنسا تو ایک طرف وہ سیدھے منہ بات کرنے سے بھی کتراتے تھے اور اس عمر میں ایسی خوشی دوسری شادی پر ہی ملتی ہے اور وہ بھی تازہ تازہ شادی پر۔ بعد میں تو ہنسی کا تصور تک ذہن سے صاف ہو جاتا ہے۔“ — عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور پی اے بے اختیار ہنس پڑا۔

”ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب۔ بس صاحب کا موڈ آج بہتر ہے۔“ — پی اے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”موڈ بہتر کرنے والی کمرے میں تو موجود نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا تو پی اے نے ہنسنے ہوئے انکار میں سر ہلا دیا۔

”پھر کیسے موڈ بہتر ہو سکتا ہے سرکاری افسر کا۔ خیر دیکھیں۔ اب جانا تو ہے۔“ — عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا اور تیزی سے مڑ کر پی اے کے کمرے سے نکل کر سر سلطان کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

اطمینان سے بیٹھا کتاب پڑھتا رہتا۔ — عمران نے منہ بتاتے ہوئے جواب دیا اور دوسری طرف سر سلطان بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور کافی دیر تک ہنسنے لگے۔

”اچھا تو اس سیاق و سباق میں تم نے بے بہرہ کہا تھا۔ بہت خوب۔ اگر تم واقعی فون کی گھنٹیوں سے ہی تنگ آ گئے ہو تو پھر ایسا کرو کہ فوراً میرے دفتر آ جاؤ تاکہ فون کی بجائے تم سے تفصیلی بات ہو جائے۔ انتہائی اہم ترین مسئلہ ہے۔ جلدی آؤ۔“ — سر سلطان نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی ریسور دکھا اور اٹھ کر وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی سپورٹس کار تیزی سے سر سلطان کے آفس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عمران پہلے سر سلطان کے پی اے کے آفس میں پہنچ گیا۔

”وہ عمران صاحب آپ۔“ — پی اے نے عمران کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی احتیاطاً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تمہارے صاحب نے دوسری شادی کب کی ہے۔“ — عمران نے قریب جا کر بڑے راز دارانہ لہجے میں کہا تو پی اے بے اختیار اچھل پڑا۔

”دوسری شادی۔ کیا مطلب۔“ — پی اے کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

یہ مس رہا ہیں۔ گریت لینڈ سفارت خانے کی تھرڈ سیکرٹری۔
 سرسلطان نے آنکھیں ٹکالتے ہوئے کہا تو عمران آگے بڑھ آیا۔
 ”پہلے ہوں گی تھرڈ سیکرٹری۔ لیکن اب تو یقیناً یہ فرسٹ سیکرٹری
 بن چکی ہوں گی۔ آخر سیکرٹری وزارت خارجہ کی۔۔۔“ عمران نے
 بات کرتے کرتے ادھوری چھوڑ دی۔

”مس رہا۔ یہ علی عمران ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کا
 نمائندہ خصوصی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف بہت بااختیار ہیں اس
 لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ورنہ دراصل یہ عمران شیطان کا نمائندہ
 خصوصی ہے۔“ سرسلطان نے گریت لینڈ کی زبان میں مس رہا
 سے بات کرتے ہوئے کہا تو مس رہا بے اختیار ہنس پڑی۔ اور اس
 کے ساتھ ہی وہ کھڑی ہو گئی اور اس نے مصافحہ کے لئے عمران کی
 طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

”آپ سے ملاقات کا مجھے بے حد شوق تھا۔ آپ کی میں نے بے
 شمار باتیں سنی ہیں اور جس طرح آپ نے یہاں آتے ہی سرسلطان
 صاحب سے باتیں کی ہیں کاش آپ یہ باتیں گریت لینڈ کی زبان میں
 کرتے تو یقیناً میں بھی محفوظ ہوتی۔“ رہا نے مسکراتے ہوئے
 کہا۔

”مم۔ مم۔ معذرت خواہ ہوں مس رہا۔ آپ سے مصافحہ نہیں کر
 سکتا۔ بب۔ بب۔ بزرگوں کے سامنے۔ مم۔ میرا مطلب ہے کہ
 ہمارے بزرگ برا مان جاتے ہیں۔“ عمران نے اس بار گریت لینڈ

دروازے پر موجود چڑاسی نے عمران کو دیکھتے ہی بڑے پر خلوص انداز
 میں سلام کیا اور اس کے ساتھی ہی اس نے جلدی سے دروازہ کھول
 دیا۔

”کیسے ہو رحمت علی۔“ عمران نے بڑی خوش دلی سے چڑاسی
 کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”جی اللہ کا شکر ہے۔“ رحمت علی نے مسرت بھرے لہجے میں
 کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہو گیا لیکن آفس خالی تھا۔ عمران
 قدم بڑھاتا ہوا لمحہ تنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تنگ روم میں
 سرسلطان موجود تھے ان کے ساتھ ایک یورپی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

”آؤ عمران بیٹے۔ آؤ۔ میں تمہارا ہی مٹھر تھا۔“ سرسلطان
 نے عمران کو دروازے میں آتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے ایسے تھیلے میں مداخلت۔“ عمران نے
 رک رک کر کہا تو سرسلطان چونک پڑے۔

”کیا مطلب۔ کیا تجلہ۔ کیا بکواس کر رہے ہو۔“ سرسلطان
 نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا کیونکہ وہ بھی عمران کی رگ رگ سے
 واقف تھے۔ اس لئے عمران کے لفظ تھیلے کا مطلب وہ اچھی طرح
 سمجھ گئے تھے۔

”مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے ننی چچی کے ساتھ تجلہ۔“ عمران
 بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔

”یو نانس۔ احمق آدمی۔ بغیر کچھ سوچے کچھ بکواس کر دیتے ہو۔“

یہ کیس سنٹرل اٹلی جنس یورو سے واپس لے کر پاکستان سروس کے حوالے کیا جائے تاکہ سر جان آر لنڈ کو حتی طور پر برآمد کیا جا سکے۔۔۔۔۔ عمران نے خط پڑھا اور پھر سوالیہ نظروں سے سر سلطان کی طرف دیکھنے لگا۔

”مس ریٹا سر جان آر لنڈ کی صاحبزادی ہیں اور یہ بھی فارن سروس سے متعلق ہیں۔ اس سے پہلے یہ یونائیٹڈ کارمن میں تعینات تھیں۔ اپنے والد کی گمشدگی کی وجہ سے انہوں نے خاص طور پر یہاں اپنا تبادلہ کرایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ اپنے والد کے سلسلے میں تھیسر کچھ باتیں بھی بتانا چاہتی ہیں جن سے ان کی برآمدگی میں مدد مل سکتی ہے۔۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ فرمائیں مس ریٹا۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟“ عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تو کیا پاکستان سروس اس کیس پر کام کرے گی؟“۔۔۔۔۔ سر ریٹا نے چونک کر مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کا فیصلہ تو چیف کر سکتے ہیں۔ آپ جو کچھ بتائیں گی وہ ہم چیف تک پہنچا دیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ آپ کوئی ایسی بات سکیں جس کی وجہ سے چیف یہ کیس لینے پر رضامند ہو جائیں ورنہ ایسے کیس سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں نہیں آتے۔۔۔۔۔“ عمران نے سہاگ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ باتیں کریں۔ میں اس دوران کچھ ضروری سرکاری کام

لوں۔۔۔۔۔ سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو عمران اور ریٹا دونوں احزا کھڑے ہو گئے۔

”تشریف رکھیں۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے عمران بیٹے۔ میری طرف سے بھی اپنے چیف کو سفارش کر دینا کیونکہ سر جان آر لنڈ کی اس طرح گمشدگی پاکستان کی عزت کا مسئلہ بن گیا ہے۔“ سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور تیز قدم اٹھاتے ہوئے سنگ روم سے باہر چلے گئے۔

”یہاں پاکستان آ کر مجھے پہلی بار احساس ہو رہا ہے کہ یہاں کے بزرگ اپنے سے چھوٹوں سے کس قدر شفقت اور محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔۔۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بزرگوں کے علاوہ ابھی آپ کو یہ بھی تجربہ ہو گا کہ یہاں کے نوجوان بھی اپنے ہم عمروں سے بڑا محبت بھرا سلوک کرتے ہیں۔۔۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ریٹا بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

”لیکن آپ کا برتاؤ تو مجھ سے بچہ روکھا پیکا سا ہے۔۔۔۔۔“ ریٹا نے کہا تو عمران سمجھ گیا کہ ریٹا خاصی ذہین اور صاف گو سی لڑکی ہے۔

”یہ بھی یہاں کی روایت ہے کہ بزرگوں کے سامنے ایسا ہی برتاؤ کیا جائے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ریٹا ایک بار پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

”بہت خوب۔ آپ واقعی بچہ حاضر جواب ہیں۔ بہر حال میں آپ

”او کے مس رٹا۔ آپ بے فکر ہیں۔ میں چیف کے نوٹس میں یہ ساری باتیں لے آؤں گا۔ اگر واقعی وہاں کسی پراجیکٹ کے سلسلے میں یہ ساری کارروائی ہوئی ہے تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ چیف اس کیس پر ضرور کام کرے گا۔ ویسے آپ کے پاس اپنے ڈیڑی کی کوئی تصویر تو ہوگی۔“

عمران نے کہا تو رٹا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر میز پر رکھے ہوئے اپنے پرس کو کھول کر اس نے ایک لفافہ نکالا اور اس لفافے میں سے ایک پاسپورٹ سائز کی تصویر نکال کر اس نے عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے ایک نظر تصویر کو دیکھا اور پھر اسے واپس رٹا کی طرف بڑھا دیا۔

”رکھ لیجئے میرے پاس اس کی اور کاپیاں ہیں۔“ رٹا نے

کہا۔

”شکریہ۔“ عمران نے کہا اور تصویر جیب میں رکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

”اب آپ کا اور میرا رابطہ کہاں اور کب ہوگا۔“ رٹا نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کو جلد ہی فون کروں گا سفارت خانے میں۔“ عمران نے جواب دیا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر گہری تنجیدگی تھی۔

”اب مجھے اجازت سر سلطان۔ میں نے عمران صاحب کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ چیف سے سفارش کریں

کو جو کچھ بتانا چاہتی ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے ڈیڑی حکومت گریٹ لینڈ کے ایک خاص پراجیکٹ پر کام کر رہے تھے۔ حکومت گریٹ لینڈ ناٹھان سے مغرب کی سمت تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک علاقہ ہے جس کا نام راگا ہے اس علاقے میں حکومت پاکیشیا اور حکومت گریٹ لینڈ مل کر ایک سائنسی پراجیکٹ مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ جسے خفیہ رکھا جانا مقصود تھا۔ ڈیڑی ناٹھان اسی مقصد کے لئے گئے تھے تاکہ وہاں کا سروے کر کے اپنی حکومت کو رپورٹ کر سکیں۔ لیکن انہیں اغوا کر لیا گیا۔“

رٹا نے کہا تو عمران کے چہرے پر یلکھت گہری تنجیدگی آگئی۔

”کیا اس پراجیکٹ کا علم حکومت پاکیشیا کو تھا۔“ عمران نے

کہا۔

”ہاں۔ میں نے پہلے بتایا ہے دونوں حکومتیں مل کر یہ پراجیکٹ مکمل کرنا چاہتی تھیں اور بغیر حکومت پاکیشیا کے وہاں کیسے کوئی پراجیکٹ مکمل کیا جاسکتا ہے۔“ رٹا نے جواب دیا۔

”کس قسم کا پراجیکٹ تھا یہ۔“ عمران نے پوچھا۔

”مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ اس

پراجیکٹ کو ساسک پراجیکٹ کہا جاتا ہے اور یہ بات بھی مجھے ڈیڑی کی ذاتی ڈائری سے معلوم ہوئی ہے ورنہ سرکاری طور پر اس بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔“

رٹا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔

”ذاتی ڈائری ہے۔ حیرت ہے کہ معاہدہ سرکاری ہوا ہو اور علم ذاتی ڈائری سے ہو رہا ہے۔ کہیں اس رشتے اہمیت بتانے کے لئے

”سائنسی پراجیکٹ نہیں بیٹے۔ مجھے تو اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے اور نہ ہی صدر صاحب نے اس طرف کوئی اشارہ کیا

غلط بات تو نہیں کر دی ہو۔“ سر سلطان نے کھٹکے۔
 ”نہیں۔ وہ ایک ذمہ دار سفارت کار ہے۔ اسے بھی معلوم ہے کہ
 ایسی باتوں کی باقاعدہ انکوائری کی جاتی ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور
 اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی تو سر سلطان نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا
 لیا۔

”لیس۔“ سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے
 لاؤڈر کا مین بھی آن کر دیا۔

”ڈاکٹر صاحب لائن پر ہیں بات کیجئے۔“ دوسری طرف سے
 سر سلطان کے پی اے کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو ڈاکٹر بشارت۔ میں سلطان بول رہا ہوں۔“ سر سلطان
 نے کہا۔

”سر سلطان۔ خیریت ہے آپ تو انتہائی ضروری کام کے سوا اور
 کسی قسم کے رابطے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اس لئے جب بھی آپ
 کا فون آتا ہے مجھے تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔“ دوسری طرف
 سے ڈاکٹر بشارت کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی اور سر سلطان بھی بے
 اختیار ہنس پڑے۔

”دراصل کام ہی اس قدر ہے ڈاکٹر بشارت کہ وقت ہی نہیں ملتا۔
 بہر حال میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا
 کے پہاڑی علاقے ناٹمان میں حکومت پاکیشیا اور حکومت گرینٹ لینڈ مل
 کر کوئی سائنسی پراجیکٹ مکمل کرنے والی تھیں اور اس سلسلے میں

پاکیشیا اور گرینٹ لینڈ کے سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری سر جان
 آر نڈل ایک عام سے سیاح کے روپ میں وہاں گئے تو انہیں اغوا کر لیا
 گیا۔“ سر سلطان نے کہا۔

”آپ تک یہ اطلاع کیسے پہنچ گئی۔“ ڈاکٹر بشارت کے لہجے
 میں حیرت تھی اور عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ
 بہر حال ڈاکٹر بشارت کی اس بات سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ ریٹا
 نے غلط بیانی نہیں کی۔

”تو کیا واقعی ایسا کوئی معاہدہ ہوا ہے۔“ سر سلطان نے ہونٹ
 ہنچتے ہوئے کہا۔

”معاہدہ نہیں ہوا۔ معاہدہ ہوتا تو پھر تو لامحالہ آپ کی وزارت بھی
 اس معاہدے میں شامل ہوتی۔ اس پراجیکٹ کو مکمل طور پر خفیہ رکھنے
 کی وجہ سے بغیر معاہدے کے کام ہو رہا تھا لیکن سر جان آر نڈل کے اغوا
 نے سارا کام روک دیا میں نے اس سلسلے میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو
 کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن سے بات کی تو انہوں نے یہ کیس لے
 لیا اور ان کا سپرٹنڈنٹ اس سلسلے میں کام کر رہا ہے لیکن ابھی تک ان
 کی طرف سے کوئی رپورٹ ہمیں نہیں ملی۔“ ڈاکٹر بشارت نے
 کہا۔

”کیا اس پراجیکٹ کا صدر صاحب کو بھی علم نہیں۔“ سر سلطان
 نے اس بار حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”صدر صاحب سے اصولی طور پر منظوری لے لی گئی تھی لیکن

صرف زبانی"۔ ڈاکٹر بشارت نے جواب دیا۔

"لیکن اب یہ کیس صدر صاحب کی درخواست پر سیکرٹ سروس کے چیف نے لے لیا ہے اور ان کا نمائندہ خصوصی میرے پاس موجود ہے علی عمران۔ اس معاہدے کے سلسلے میں بھی اس نے مجھے بتایا ہے ورنہ مجھے تو علم نہیں تھا۔ آپ اس سے براہ راست بات کر لیں۔ ویسے اب آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ چیف صاحب کے کیا اختیارات ہیں"۔ سر سلطان نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے ان اختیارات کا بھی علم ہے اور عمران صاحب کی طبیعت کا بھی"۔ دوسری طرف سے ہنستے ہوئے جواب دیا گیا تو عمران نے ریسور سر سلطان کے ہاتھ سے لے لیا۔

"اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا تو نام سن کر آدمی خود بخود ہشاش بشاش ہو جاتا ہے اور اس کے چہرے پر بشارت آ جاتی ہے کیونکہ اسے بیٹھے بٹھائے بشارت جو مل جاتی ہے"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو دوسری طرف ڈاکٹر بشارت بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

"پھر ہم سے تو ہمارا نام بڑا ہوا۔ بہر حال اس وقت چونکہ کام کا رش ہے اس لئے ایسی باتیں پھر کبھی سنی۔ آپ فرمائیں کہ آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں"۔ ڈاکٹر بشارت نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ کس ٹائپ کا پراجیکٹ ہے اور اس وقت کس پوزیشن میں

ہے"۔ عمران نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ اس پراجیکٹ کا سائنسی کوڈ نام ساسک پراجیکٹ ہے یہ پراجیکٹ اس لئے انتہائی خفیہ رکھا جا رہا تھا کہ اس پراجیکٹ کے ذریعے کافرستان کے انتہائی اہم سرکاری راز خفیہ طور پر حاصل کیے جاسکتے تھے خاص طور پر دفاعی راز"۔ ڈاکٹر بشارت نے کہا۔

"ہم سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس پراجیکٹ کے ذریعے آپ کافرستان اور دوسرے ہمسایہ ملکوں میں ہونے والی ہر قسم کی ٹرانسپیر کالز کو مانیٹر کرتے ہیں"۔ عمران نے کہا۔

"نہ صرف ٹرانسپیر کالز بلکہ مواصلاتی سیاروں کے ذریعے ہونے والی ہر قسم کی فون کالز بھی"۔ ڈاکٹر بشارت نے جواب دیا۔

"اب یہ کس پوزیشن میں ہے"۔ عمران نے کہا۔

"ابھی تو علاقے کا سروے ہو رہا تھا ابھی تو پراجیکٹ کی مشینری تک نہیں آئی"۔ ڈاکٹر بشارت نے جواب دیا۔

"اس پراجیکٹ میں فرسٹ سیکریٹری سر جان آرٹھ کا کیا رول تھا"۔ عمران نے کہا۔

"سر جان آرٹھ دراصل ایسے پراجیکٹ کی فرسٹ لی ریپورٹ تیار کرنے کے ماہر ہیں۔ انہیں خفیہ رکھنے کے لئے سگارت خانے میں فرسٹ سیکریٹری لگایا گیا تھا"۔ ڈاکٹر بشارت نے جواب دیا۔

"کیا فرسٹ سیکریٹری لگائے بغیر وہ فرسٹ لی ریپورٹ تیار نہ کر سکتے تھے۔ اب بھی تو وہ وہاں عام سیاح کے روپ میں گئے تھے"۔ عمران

دیا۔

”کوئی خاص جگہ تو منتخب ہوئی ہو گی“ — عمران نے کہا۔
 ”جی ہاں۔ ناشن سے شمال کی طرف ایک علاقہ ہے اردکا۔ وہاں کا
 خیال تھا۔“ — ڈاکٹر بشارت نے جواب دیا۔
 ”اُسکے بچہ شکر یہ جناب“ — عمران نے کہا اور رسیور رکھ
 دیا۔

”یہ واقعی حیرت انگیز بات ہے کہ بالا بالا ہی سب کچھ کیا جا رہا تھا
 اس کے باوجود کسی کو اس کا علم ہو گیا اور انہوں نے سر جان آرٹلڈ کو
 اغوا کر لیا“ — سر سلطان نے کہا۔

”ہاں۔ ہے تو سب کچھ حیرت انگیز۔ لیکن بقول ڈاکٹر بشارت چونکہ
 یہ پراجیکٹ کافرستان کے خلاف استعمال ہونا تھا اس لئے ہو سکتا ہے
 کہ کافرستانی ایجنٹوں نے اس کا سراغ لگا لیا ہو اور انہوں نے اس
 سلسلے میں کارروائی کرتے ہوئے سر جان آرٹلڈ کو بھی اغوا کیا ہو۔“
 عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور سر سلطان نے اثبات میں
 سر ہلا دیا۔

”اور اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض کو کیوں اغوا
 کیا گیا ہے یقیناً سپرنٹنڈنٹ فیاض کو اس ساری واردات کا کسی نہ کسی
 طرح علم ہو گیا ہو گا“ — عمران نے کہا اور سر سلطان چونک
 پڑے۔

”سپرنٹنڈنٹ فیاض اغوا ہو گیا ہے۔ کیوں“ — سر سلطان جن

نے کہا۔

”مجھے اس تفصیل کا تو علم نہیں ہے یہ سارا کام حکومت گرینٹ لینڈ
 کا تھا جب یہ پراجیکٹ تیار ہو جاتا تب اسے ہمارے حوالے کیا جاتا
 اس وقت باقاعدہ سرکاری طور پر معاہدہ بھی کیا جاتا۔“ — ڈاکٹر
 بشارت نے کہا۔

”آپ کے ماہرین نے بھی تو اس کی فریڈیٹی رپورٹ تیار کی ہو
 گئی“ — عمران نے کہا۔

”نہیں۔ یہ کام گرینٹ لینڈ نے اپنے ذمے لیا تھا کیونکہ وہ اس کی
 مشینری کے بارے میں بہتر سمجھ سکتے ہیں۔“ — ڈاکٹر بشارت نے
 جواب دیا۔

”یہ پراجیکٹ کس طرح آپ تک پہنچا تھا“ — عمران نے کہا۔
 ”میں چھ ماہ پہلے ایک سائنسی دورے کے سلسلے میں گرینٹ لینڈ گیا
 تھا۔ وہاں مجھے ایک خصوصی سینار میں شرکت کی دعوت دی گئی یہ
 سینار اس سمسک پراجیکٹ کے سلسلے میں تھا حکومت گرینٹ لینڈ نے
 ایسے پراجیکٹ دو اور افریقی ملکوں میں لگائے ہوئے ہیں جو وہاں انتہائی
 کامیابی سے کام کر رہے ہیں اور اس کی تفصیلات جب میرے سامنے
 آئیں تو میں نے اس میں پوری طرح دلچسپی لی۔ پھر اس پر باضابطہ بات
 چیت ہوئی اور میں نے صدر صاحب سے مل کر اسے ڈسکس کیا اور
 اس کی اصولی منظوری لے لی اور پھر اس کی فریڈیٹی رپورٹ تیار ہو
 رہی تھی کہ یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔“ — ڈاکٹر بشارت نے جواب

دیران پہاڑی علاقے کے درمیان اوپر کو جاتی ہوئی ایک تنگ سی سڑک پر ایک سیاہ رنگ کی جیب خاصی تیز رفتاری سے چوٹی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جیب میں ڈرائیور کے ساتھ ایک انگریزی نوجوان آدمی بیٹھا ہوا تھا جبکہ جیب کا ڈرائیور بھی انگریزی ہی تھا۔ یہ بہادر ستان کا پہاڑی علاقہ تھا تقریباً ایک گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد جیب ایک سائیڈ روڈ پر مڑی اور پھر اسی تیز رفتاری سے نیچے اترتی ہوئی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی تھوڑی دیر بعد جیب وادی میں پہنچ کر رک گئی جہاں ہر طرف پہاڑی چٹانیں اور پہاڑیاں ہی موجود تھیں۔ اس عمارت کو اس انداز میں تعمیر کیا گیا تھا جیسے یہ بھی دیران پہاڑی کا حصہ ہو۔ اس کے علاوہ اس عمارت کی ساخت اور انداز تعمیر بتا رہا تھا کہ یہ عمارت خصوصی طور پر بم پروف بنائی گئی ہے۔ عمارت کے بڑے دروازے کے سامنے دو مسلح انگریزی موجود تھے جن

انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”وہ تین روز سے گم ہے اور ابھی تک جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے مطابق وہ یہاں کے ایک مقامی سنگتر کے ساتھ ایمر جنسی میں ناٹان گیا اور پھر وہاں غائب ہو گیا ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔
 ”اوہ۔ لیکن اسے کیا معلوم ہو سکتا ہے۔“ — سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”کچھ نہ کچھ تو ہوا ہے جو اسے اغوا کیا گیا ہے بہر حال اب ایک لائن آف ایکشن سامنے آگئی ہے اس لئے اب اس پر کام کیا جاسکتا ہے۔ مجھے اجازت۔ خدا حافظ۔“ — عمران نے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے پیچھے اونچی پشت کی ریوالونگ کرسی پر ایک اویجز عمر انگریزی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ بھاری فریم کا چشمہ تھا۔ سر کے بال آدھے سے زیادہ عائب تھے لیکن چرو چڑا اور بھرا ہوا تھا۔ یہ اس عمارت کے انچارج سر جیس تھے۔
 ”ویل کم جناب رابرٹ مرنی“ — سر جیس نے اٹھ کر آنے والے کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔ آپ سے مل کر بید خوشی ہوئی ہے“ — رابرٹ مرنی نے مصافحہ کرتے ہوئے رسمی فقرہ کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سناٹ تھا۔
 ”تشریف رکھیں“ — سر جیس نے کہا اور رابرٹ مرنی شکریہ ادا کر کے میز کے سامنے پڑی ہوئی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔
 ”آپ پہلے کچھ پینا پسند کریں گے“ — سر جیس نے کہا۔

”نہیں جناب۔ کام کے اوقات میں کام پہلے“ — رابرٹ مرنی نے جواب دیا اور سر جیس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے میز کی دروازہ کھولی اور ایک فائل نکال کر اس نے رابرٹ مرنی کی طرف بڑھادی۔
 ”پہلے اسے دیکھ لیجئے پھر بات ہوگی“ — سر جیس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کارسیور اٹھایا اور اپنے پی اے کو دو پیگ بھجوانے کا حکم دے کر رسیور رکھ دیا۔
 رابرٹ مرنی فائل کھول کر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ہال کا اندرونی دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت انگریزی لڑکی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ ٹرے میں شراب کے دو پیگ رکھے ہوئے

کے جسوں پر باقاعدہ یونیفارم تھی۔ جیب جیسے ہی گیٹ کے سامنے رکی وہ دونوں فنی الرٹ ہو گئے اس کے ساتھ ہی اویجز عمر انگریزی جیب سے نیچے اترا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔
 ”سر جیس اپنے آفس میں ہیں“ — اویجز عمر نے ایک مسلح فنی سے پوچھا۔

”لیں سر۔ آئیے سر“ — اس فنی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر اس اویجز عمر آدمی کے آگے آگے چلتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ فنی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔
 ”کون ہے“ — دروازے پر لگے ہوئے ڈور فون سے ایک کرکٹ سی آواز سنائی دی۔

”سمان آگئے ہیں سر“ — فنی نے جواب دیا۔
 ”اوکے۔ تم جا سکتے ہو“ — ڈور فون سے کہا گیا اور فنی تیزی سے مڑا اور لمبے قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔
 ”کون آیا ہے“ — چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسی آواز نے پوچھا۔

”رابرٹ مرنی“ — آنے والے نے جواب دیا۔
 ”اوکے“ — ڈور فون سے جواب ملا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھل چلا گیا اور رابرٹ مرنی اندر داخل ہوا۔ یہ ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں ایک طرف بڑی سی آفس ٹیبل موجود تھی۔

”ایکرمیا کی ایک خفیہ ایجنسی جو گرٹ لینڈ میں کام کرتی ہے۔ اس نے حکومت کو اطلاع دی کہ حکومت گرٹ لینڈ پاکیشیا میں خفیہ طور پر حکومت پاکیشیا کے ساتھ مل کر سامک سنٹر قائم کرنے کے لئے کام کر رہی ہے۔ ہمارے لئے یہ اطلاع انتہائی چونکا دینے والی تھی۔ کیونکہ گرٹ لینڈ اور ایکرمیا کے درمیان اس سلسلے میں باقاعدہ معاہدہ موجود ہے کہ وہ اس علاقے میں ایسا کوئی سنٹر قائم نہیں کریں گے جبکہ افریقہ میں ایکرمیا نے ایسے علاقے مخصوص کر دیئے تھے جہاں ایکرمیا ایسے سنٹر قائم نہیں کرے گا اور وہاں گرٹ لینڈ کے خفیہ سنٹر کام کرتے رہیں گے چنانچہ حکومت ایکرمیا نے حکومت گرٹ لینڈ سے اس سلسلے میں جب باقاعدہ بات کی تو حکومت گرٹ لینڈ نے اس اطلاع کو غلط قرار دیا لیکن ہمارے ایجنٹ بہر حال کام کرتے رہے اور پھر ہمیں اطلاع ملی کہ سر جان آر نڈ جو افریقہ میں ایسے سنٹر کا انچارج ہے اور اس کی مشینری کی تنصیب کا ماہر ہے اسے پاکیشیا میں گرٹ لینڈ کے سفارت خانے کا فرسٹ سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے تو ہم چونک پڑے۔ چنانچہ حکومت ایکرمیا کے ایجنٹوں نے یہاں کے ایک مقامی گروپ کی مدد سے سر جان آر نڈ کی نگرانی شروع کرا دی۔ ایکرمی ایجنٹ خود اس کے سامنے نہ آئے کیونکہ گرٹ لینڈ کے ایجنٹ بھی یہاں کام کر رہے تھے۔ مقامی گروپ سے اطلاع ملی کہ سر جان آر نڈ ایک عام سیاح کے روپ میں پاکیشیا کے پہاڑی علاقے ٹاشان کی سیاحت کے لئے گئے ہیں جس پر ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ سب درست ہے جو ہم سوچ رہے ہیں۔

تھے۔ اس لڑکی نے ایک پیگ رابرٹ مرنی کے سامنے اور دوسرا پیگ سر جیس کے سامنے رکھا اور خاموشی سے واپس چلی گئی۔
”ساتھ ساتھ اس سے بھی شوق فرماتے رہیں۔“ سر جیس نے اپنا پیگ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”شکریہ۔“ رابرٹ مرنی نے کہا اور پیگ اٹھا کر اس نے چٹکیاں لپٹی شروع کر دیں لیکن اس کی نظریں مسلسل فائل پر جمی ہوئی تھیں۔ فائل میں چھ صفحے تھے۔ رابرٹ مرنی نے ایک ایک کر کے سب کو پڑھا اور پھر فائل بند کر اس نے میز پر رکھ دی۔

”اس فائل سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکومت گرٹ لینڈ پاکیشیا میں سامک سنٹر بنانے کے لئے کام کر رہی ہے۔“ رابرٹ مرنی نے جام میں سے آخری چٹکی لے کر خالی جام واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اور اگر حکومت گرٹ لینڈ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تو پھر یہاں ببادرستان میں واقع ہمارا خفیہ سنٹر خفیہ نہ رہے گا۔ اس طرح ایکرمیا کے مفادات کو زبردست نقصان پہنچے گا حالانکہ حکومت گرٹ لینڈ سے ہمارا معاہدہ ہے کہ وہ اس علاقے میں سامک سنٹر نہیں بنا سکتے۔“ سر جیس نے کہا تو رابرٹ مرنی بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا آپ اس کی تفصیل بتانا پسند کریں گے سر جیس۔“ رابرٹ مرنی نے کہا۔

لیکن یہ فائل اس کے آفس میں نہیں ہے اس نے خفیہ طور پر اسے کسی بک لاکر میں رکھا ہوا ہے اور یہ آدی اس بارے میں کچھ نہیں بتاتا۔ ہم نے مشینری کے ذریعے بھی اس کا ذہن چیک کیا ہے لیکن مشین کے ذریعے یہ جواب ملا ہے کہ ایسی کوئی فائل نہیں ہے۔ ہم جھکوک ہو گئے۔ میں نے حکومت سے بات کی تو انہوں نے آپ کو بھجوا دیا ہے کہ آپ ایسی انکوائری کے ماہر ہیں۔ سر جیمس نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مطلب یہ کہ آپ وہ فائل حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس نے بک لاکر میں رکھی ہوئی ہے۔“ رابرٹ مرنی نے کہا۔
 ”اس سپرنٹنڈنٹ کے بقول اس فائل کو اس نے بک لاکر میں رکھا ہوا ہے لیکن تفصیل وہ نہیں بتاتا۔“ سر جیمس نے کہا۔
 ”اگر اس سپرنٹنڈنٹ کو ہلاک کر دیا جائے تو اس فائل کا کیا ہو گا۔“ رابرٹ مرنی نے کہا۔

”بقول اس سپرنٹنڈنٹ کے ایک ماہ بعد بک کے حکام اس فائل کو اس کے ڈائریکٹر جنرل کو خود بخود بھجوا دیں گے۔“ سر جیمس نے جواب دیا۔

”کیا وہ بہت سخت جان آدمی ہے کہ آپ کے آدی اس سے کچھ حاصل نہیں کر سکے حالانکہ آپ یہاں ہمدردستان میں ایک میا کی ٹاپ انجنی کے چیف ہیں۔“ رابرٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”وہ سخت جان بھی نہیں ہے۔ معمولی سے تشدد سے بے ہوش ہو

چنانچہ ہم نے ہمدردستان کے آدمیوں کے ذریعے سر جان آر نڈ کو نشان سے اغوا کرا لیا۔ ہم نے ان سے جو انکوائری کی اس سے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ نشان کے کسی علاقے میں حکومت گریٹ لینڈ انتہائی خفیہ طور پر ایسا سنٹر قائم کرنا چاہتی ہے اور اس سلسلے میں کافی کام بھی ہو چکا ہے۔ اس پر ہمیں شک پڑ گیا کہ شاید ایسا سنٹر پہلے ہی قائم ہو چکا ہو لیکن مزید تفصیل معلوم نہ ہو سکی کیونکہ سر جان آر نڈ اس انکوائری کے سلسلے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ دوسرے حکومت گریٹ لینڈ کو یہ معلوم ہو گیا کہ سر جان آر نڈ کو ہمدردستان کے آدمیوں نے اغوا کیا ہے اس نے حکومت پاکیشیا اور حکومت ہمدردستان سے رابطہ کیا لیکن حکومت ہمدردستان نے سر جان آر نڈ کے اغوا سے لاعلمی ظاہر کر دی۔ پھر اطلاع ملی کہ حکومت پاکیشیا نے سر جان آر نڈ کا کیس پاکیشیا کی سنٹرل انٹیلی جنس کو ریفر کر دیا ہے اور اس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض نے سر جان آر نڈ کی تیار کردہ کوئی فائل بھی حاصل کر لی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اطلاع ملی کہ سپرنٹنڈنٹ فیاض سر جان آر نڈ کے اغوا کے سلسلے میں اس مقامی گروپ تک پہنچ گیا ہے جس کی مدد سے سر جان آر نڈ کو اغوا کیا گیا ہے اور وہ اس مقامی گروپ کے چیف کو ساتھ لے کر نشان پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس سپرنٹنڈنٹ کو بھی اور اس مقامی گروپ کے چیف کو بھی وہاں سے اغوا کرا لیا۔ اس چیف کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے لیکن اس سپرنٹنڈنٹ کو زندہ رکھا گیا ہے کیونکہ ہم نے اس سے سر جان آر نڈ والی فائل حاصل کرنی ہے

”اوکے اب مجھے اجازت دیں۔ میں جلد ہی آپ کو مثبت رپورٹ
دوں گا۔“ رابرٹ مرنی نے کہا اور سر جیس کے اثبات میں سر
لٹانے پر وہ وارن کی طرف بڑھ گیا۔

”آئیے سر۔“ وارن نے کہا اور تیزی سے اسی دروازے کی
طرف بڑھ گیا جدھر سے وہ اس ہال نما کمرے میں داخل ہوا تھا۔

جاتا ہے لیکن انتہائی خدی بھی ہے۔ اصل بات پھر بھی نہیں بتاتا۔
غیب سا آدمی ہے۔ کبھی امتقوں جیسی باتیں شروع کر دیتا ہے کبھی
فلاسفوں جیسی۔“ سر جیس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ایسے لوگوں کو ذیل کرنے کا باہر ہوں۔ کہاں ہے
وہ۔“ رابرٹ نے کہا تو سر جیس نے انٹرکام کا رسیور اٹھالیا۔

”وارن کو بھیجو۔“ سر جیس نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔
تھوڑی دیر بعد اندرونی دروازہ کھلا اور ایک ٹھوس اور مضبوط جسم کا
نوجوان اندر داخل ہوا۔

”ہیس سر۔“ نوجوان نے مودبانہ انداز میں سلام کرتے ہوئے
کہا۔

”یہ رابرٹ مرنی ہیں جی آئی جی کے ٹارچر سل کے چیف۔ یہ اس
سپرٹنڈنٹ فیاض سے پوچھ گچھ کے لئے خصوصی طور پر ایکریٹیا سے
آئے ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس سپرٹنڈنٹ فیاض سے
طواؤ اور سنو۔ سپرٹنڈنٹ کے سلسلے میں جو کہیں گے اس کی تعمیل تم پر
فرض ہوگی۔“ سر جیس نے کہا۔

”ہیس سر۔“ وارن نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے
کہا۔

”رابرٹ مرنی۔ یہ اس ٹاپ ایجنسی ہیڈ کوارٹر کا سیکورٹی چیف ہے
وارن۔“ سر جیس نے وارن کا تعارف رابرٹ مرنی سے کراتے
ہوئے کہا۔

والہیں آئیں تو فرسٹ سیکرٹری سر جان آر نلڈ برآمد ہو چکا ہو۔ ورنہ وہ اسے نوکری سے برخواست کر دیں گے۔ چنانچہ سرننڈنٹ فیاض نے اس کیس پر کام شروع کر دیا۔ اس نے سفارت خانے اور ارد گرد کے لوگوں سے انسپکٹروں کے ذریعے معلومات کرائیں تو اسے اطلاع مل گئی کہ ایک مقامی سمگلر اور مقامی ہوٹل کا مالک کاؤنٹ سر جان آر نلڈ کی رہائش گاہ کے ارد گرد دیکھا گیا تھا چنانچہ اس نے جا کر کاؤنٹ کو پکڑا تو اس نے بتایا کہ وہ سر جان آر نلڈ کی نگرانی کرتا رہا تھا اور سر جان آر نلڈ کے پیچھے بٹھان گیا تھا۔ وہاں سر جان آر نلڈ کو وہاں سے ایک مقامی گروپ نے اغوا کیا ہے اور وہ جا کر اسے برآمد کرا سکتا ہے۔ چنانچہ فیاض اسے ساتھ لے کر ایئر پورٹ پہنچا اور پھر وہاں سے ہائی ایئر وہ کاؤنٹ سمیت بٹھان بھیج گیا لیکن ابھی وہ آرام کرنے کے لئے ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہی تھے کہ کسی نے ٹکڑی کے ذریعے ایک کیپول اندر پھینکا اور کمرے میں سرخ رنگ کی گیس سی بھر گئی اور سوپ فیاض بے ہوش ہو گیا اس کے بعد اسے ہوش آیا تو وہ اس کمرے میں موجود تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اس نے سر جان آر نلڈ کو ٹھیس کرنے کے لئے کیا کیا ہے تو اسے معلوم ہو گیا کہ اگر اس نے یہ کہا کہ اسے اس بارے میں معلوم نہیں ہے تو یقیناً یہ لوگ اسے ہلاک کر دیں گے کیونکہ ان کے ایک آدمی کے ذریعے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کاؤنٹ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنے تحفظ کے لئے ایک سکیم سوچ لی اور پوچھ گچھ کرنے والوں کو بتایا

سوپ فیاض ایک درمیانے سائز کے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سو جا ہوا تھا۔ بال پریشان تھے۔ جسم پر زخم تھے جن پر بینڈیج کی گئی تھی۔ اس کا سرخ و سفید رنگ زرد ہو رہا تھا۔ چہرے پر اس طرح ویرانی نظر آ رہی تھی جیسے کوئی مردہ صدیوں بعد قبر سے نکل آیا ہو۔ جس کرسی پر وہ بیٹھا ہوا تھا اس کرسی کے پائے فرش میں نصب تھے اس کے دونوں ہاتھ عقب میں کر کے ہتھکڑی میں جکڑے ہوئے تھے۔ اسے یہاں آئے ہوئے آج چوتھا روز تھا۔ اس دوران اسے کوڑوں سے انتہائی بیدردی سے زدوکوب کیا گیا تھا۔ اس کی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ اس قدر ظلم اس نے زندگی میں کبھی برداشت نہیں کیا تھا لیکن اب اسے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید اسے قبر بھی نصیب نہ ہو۔ سر عبدالرحمن نے اسے گسٹ لینڈ سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کے اغوا کا کیس یہ کہہ کر دیا تھا کہ وہ غیر ملکی دورے پر جا رہے ہیں جب وہ

کے سر جان آر نڈ کی تیار کردہ ایک اہم فائل اس کے قبضے میں ہے۔ اس فائل کا خیال اسے اس لئے آیا تھا کہ سر جان آر نڈ کے سامان سے 'جو کاؤنٹ نے قبضے میں لے لیا تھا واقعی ایک فائل بھی ملی تھی جو سوپر فیاض نے قبضے میں لے لی تھی لیکن اس فائل میں سوائے سر آر نڈ کی ذاتی یادداشتوں کے اور کچھ نہ تھا اور فیاض نے کاؤنٹ کے ساتھ ناشان جانے سے پہلے یہ فائل اپنے دفتر بھجوا دی تھی لیکن اب اس نے انہیں بتایا کہ یہ فائل اس نے بک لاکر میں رکھی ہوئی ہے اور اگر اسے ہلاک کر دیا گیا تو یہ فائل خود بخود ڈائریکٹر جنرل کے پاس پہنچ جائے گی۔ اسے معلوم تھا کہ اس فائل کے حصول کے لئے اسے لاحالہ زندہ رکھا جائے گا لیکن اس بک لاکر کے بارے میں پوچھ کچھ کے لئے اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا لیکن وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے اس تشدد کو سہ گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جب تک وہ یہ سمجھتے رہیں گے کہ فائل موجود ہے تب تک وہ اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہوں گے ورنہ تو وہ اسے ایک لمحے میں گولی سے اڑا دیتے۔ اس کے ذہن میں یہ سکیم تھی کہ وہ انہیں ساتھ لے جانے کا چکر دے کر ایک بار ان کی قید سے رہا ہو گیا تو پھر وہ انہیں سنبھال لے گا لیکن یہ لوگ اسے قید سے رہا کرنے پر آمادہ نہ ہو رہے تھے۔ گزشتہ آٹھ گھنٹوں سے اس سے پوچھ کچھ نہ کی گئی تھی اور اس کے ذہنوں کی بیڑیج بھی کر دی گئی تھی لیکن بہر حال وہ یہاں قید تھا اسے کھانا بھی دوسرا آدمی کھلاتا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ مستقل طور پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ مسلسل یہ

سوچ رہا تھا کہ کس طرح یہاں سے رہائی حاصل کرے لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں عمران کا خیال آیا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اگر کسی طرح عمران کو معلوم ہو جائے تو وہ لازماً اسے یہاں سے چھڑوا سکتا ہے لیکن عمران تک پیغام کیسے پہنچایا جائے؟“ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اس بارے میں کوئی ترکیب سوچنا اچانک کرے گا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک اڈیز عمرائیکری اندر داخل ہوا۔ چہرے مرے سے وہ ایک معزز آدمی دکھائی دیتا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں سفاکی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ فیاض کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کوئی شکار اپنے پسندیدہ شکار کو دیکھتا ہے۔ اس کے پیچھے دو ایگری تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں خوفناک کوڑا تھا جبکہ دوسرے کے ہاتھ میں مشین گن پکڑی ہوئی تھی۔ فیاض سمجھنے لگا کہ انداز میں آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی چٹائی جس سے بتا رہی تھا کہ اس پر تشدد کا کوئی نیا دور شروع ہونے والا ہے۔ وہ بے اختیار سہم سا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ آنے والے نے ایک طرف رکھی ہوئی کرسی اٹھائی اور فیاض کے سامنے رکھ کر وہ اس پر بیٹھ گیا۔

”میرا نام رابرٹ مرنی ہے اور میں ایکریا سے خاص طور پر تمہارے لئے آیا ہوں۔“ آنے والے نے بھاری سی آواز اور

کھال بالکل اس طرح علیحدہ کر دیتا ہوں جیسے جانور کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی کھال اتاری جاتی ہے لیکن میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ تشدد نہ کیا جائے مجھے ایک مہیا سے یہاں اس لئے بلوایا گیا ہے کہ میں تم سے فائل حاصل کروں جو بقول تمہارے تم نے کسی بجک لاکر میں رکھی ہوئی ہے۔ رابرٹ مرنی نے کہا۔

”میں وہ فائل تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں تم میرے ساتھ چلو میں لاکر سے وہ فائل نکال کر تمہیں دے دوں گا۔“ فیاض نے کہا۔

”تم پہلے اس بجک کا نام اور لاکر کا نمبر بتا دو۔ بس۔ پھر میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔“ رابرٹ مرنی نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ وہ بجک لاکر میں ہے۔“ فیاض نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے فائل کا تو اس نے صرف پکڑ چلا رکھا تھا۔ وہ کس بجک اور کس لاکر کے بارے میں بتاتا اور اگر بتا بھی دیتا تب بھی وہاں سے فائل تو بہر حال نہ ملتی تھی اور اس کے بعد اس کا جو مشرانہوں نے کرنا تھا اس کا خیال اس کے ذہن میں تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم پر تشدد کیا جانا ضروری ہے۔ اوکے۔“ مرنی نے یککھٹ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے اپنے عقب میں کھڑے ہوئے کوڑا بردار سے اس طرح کوڑا جھپٹا جیسے اگر ایک لمحہ مزید اس کے ہاتھ میں کوڑا نہ آتا تو

کرخت لمبے میں کہا۔

”بچ۔ بچ۔ جی۔ م۔ میرا نام فیاض ہے۔ سوپر فیاض۔ میں پاکیشیا سنٹرل اٹھیلی جنس یورو کا سپرنٹنڈنٹ ہوں۔“ فیاض نے بوکھلائے ہوئے لمبے میں کہا تو رابرٹ مرنی بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم سپرنٹنڈنٹ پاکیشیا میں تھے۔ یہاں نہیں۔“ رابرٹ مرنی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”نک۔ کیا مطلب۔ یہ پاکیشیا نہیں ہے۔“ فیاض نے بری طرح چوکتے ہوئے پوچھا کیونکہ اب تک اس کا خیال یہی تھا وہ پاکیشیا میں ہی ہے۔

”نہیں۔ یہ پاکیشیا نہیں ہے اور اس بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہاں اگر تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی بھی علیحدہ کر دی جائے تو تمہاری چیخیں سننے والا کوئی نہ ہو گا۔“ رابرٹ مرنی نے ایک بار پھر کرخت لمبے میں کہا تو فیاض نے بڑے مایوسانہ انداز میں ایک طویل سانس لیا۔ اس کی یہ آخری امید بھی دم توڑ گئی تھی کہ بہر حال وہ پاکیشیا میں ہے اور جلد ہی اس کے محلے کا کوئی نہ کوئی آدمی اس کا کھوج لگاتے ہوئے یہاں تک پہنچ کر اسے رہا کر لے گا۔

”سپرنٹنڈنٹ فیاض۔ مجھے ایک مہیا میں انسانوں پر تشدد کرنے کا سب سے بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ میں اس انداز میں تشدد کرتا ہوں کہ آدمی مر بھی نہیں سکتا اور زندہ بھی نہیں رہ سکتا اور میں انسان کی کھال اس کی کھوپڑی سے چھیلنا شروع کرتا ہوں اور پیروں تک کی

اس کا ہاتھ منطوق ہو کر رہ جاتا۔ اس کے چہرے پر شعلے سے رقص کرنے لگے تھے اور آنکھوں سے غصے کی تیز لہری ابھر رہی تھی۔

”تم تمہاری یہ جرات کہ تم مرنے کو مٹانے سے انکار کر دو۔“ مرنے نے غصے سے چیخے ہوئے کہا اور پھر ابھی فیاض نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ مرنے کا بازو گھوما اور شائیں کا آواز کے ساتھ ہی فیاض کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں یلکھت الگ بھڑک اٹھی ہو۔ وہ بے اختیار ہو کر چیخنے لگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے یلکھت اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر اسے ہوش آیا تو اسے اپنا حلق گیلا سا محسوس ہوا لیکن جسم میں دیے ہی الگ بھڑک رہی تھی۔ اس کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں۔

”بولو فائل کہاں ہے۔“ مرنے نے غراتے ہوئے کہا۔

”وہ۔ وہ۔ وہ۔“ عمران کے پاس ہے۔ علی عمران کے پاس۔“ فیاض نے یلکھت چیخے ہوئے کہا۔

”کون علی عمران۔“ مرنے نے یلکھت چوٹ کر پوچھا۔

”ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کا اکلوتا بیٹا ہے۔ میرا دوست ہے۔ میں نے اسے فائل دی تھی کہ وہ اسے کسی بلاکر میں رکھ دے۔ میرے لئے وہ کام کرتا ہے۔“ فیاض نے ہچکیاں لے لے کر روتے ہوئے کہا۔ اس کی حالت واقعی لمحہ بہ لمحہ خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا سانس ابھی رک جائے گا اور پھر یلکھت ایک بار پھر اس کے ذہن میں اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر جب

اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے جسم میں درد کی لہریں غائب ہو چکی تھیں۔ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اسے محسوس ہوا کہ وہ اپنے جسم کو حرکت بھی نہیں دے سکتا۔ اس کے جسم کو بستر کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ صرف اس کا سر اور گردن حرکت کر سکتے تھے۔

”یہ میں کہاں آ گیا ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے۔“ فیاض نے سراٹھا کر اور گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ آنکھیں کھلتے ہی اس کے ذہن میں پہلا تاثر یہی ابھرا تھا کہ وہ کسی ہسپتال میں ہے لیکن اب گردن گھما کر دیکھنے پر محسوس ہوا کہ یہ ہسپتال نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک عام سا کمرہ ہے اور بس۔ پھر اس سے پہلے کو وہ مزید کچھ کہتا اچانک دروازہ کھلا اور فیاض نے بے اختیار ایک مایوسانہ طویل سانس لیا کیونکہ دروازے سے وہی رابرٹ مرنے داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ بلیس فون تھا۔ وہ بستر کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”میں نے تمہیں ڈیاں بچانے کا آخری موقع دیا ہے اس علی عمران کا فون نمبر بتاؤ اور اس سے میرے سامنے بات کرو تاکہ یہ بات کنفرم ہو سکے کہ واقعی وہ فائل اس کے پاس ہے اور اسے کہو کہ تمہارا آدمی اس کے پاس پہنچ رہا ہے اور وہ اس آدمی کو فائل دے دے۔ بولو کیا نمبر ہے۔“ رابرٹ مرنے نے کہا۔

”وہ۔ وہ بہت غلط آدمی ہے۔ وہ اس طرح نہیں مانے گا۔ تم مجھے اس کے پاس لے چلو۔ پھر میں تمہارے سامنے اس سے وہ فائل لوں

نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے کھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ فون پس میں لاؤڈر کا بٹن آن تھا اس لئے فیاض کو دوسری طرف کھنٹی بجنے کی آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

”سلیمان بول رہا ہوں“ — دوسری طرف سے رسیور اٹھائے جانے کے بعد عمران کے باروچی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”کیا یہ علی عمران کا نمبر ہے“ — رابرٹ مرنی نے پوچھا۔
 ”جی ہاں۔ آپ کون صاحب بول رہے ہیں“ — سلیمان کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب کہاں ہیں۔ ان سے سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب بات کرنا چاہتے ہیں“ — رابرٹ مرنی نے کہا۔

”وہ تو موجود نہیں ہیں۔ آپ فیاض صاحب کی بات مجھ سے کرائیں“ — دوسری طرف سے سلیمان نے کہا۔

”نہیں۔ انہوں نے عمران سے ہی بات کرنی ہے۔ کس نمبر پر ہوں گے وہ“ — رابرٹ مرنی نے کہا اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

”مجھے معلوم کرنا پڑے گا۔ آپ پانچ منٹ بعد دوبارہ فون کر لیں“ — سلیمان نے کہا تو مرنی نے اوکے کہہ کر بٹن آف کر دیا۔

”میرا جسم تم نے کیوں باندھ رکھا ہے۔ میں تو زخمی ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں“ — فیاض نے کہا۔

”میں ابھی آ رہا ہوں“ — رابرٹ مرنی نے کوئی جواب دینے کی بجائے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس دروازے کی طرف مڑ گیا اور

گا اور تمہیں دے دوں گا“ — فیاض نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”دیکھ لو سوپر فیاض۔ انسان کو ہلاک کرنا ہمارے لئے انتہائی معمولی سی بات ہے اور جہاں مفادات حکومتوں کے ہوں وہاں انسانوں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ ہم تمہیں ہلاک کر کے بھی اس عمران سے فائل حاصل کر سکتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو۔ میرا وعدہ ہے کہ جیسے ہی فائل یہاں پہنچے گی تمہیں زندہ اور صحیح سلامت واپس پاکیشیا پہنچا دیا جائے گا“ — رابرٹ مرنی نے نرم سے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کراؤ بات۔ اب جو میری قسمت میں ہو گا وہی ہو گا۔ میں کب تک اپنی قسمت سے لڑ سکتا ہوں“ — فیاض نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”نمبر تباؤ“ — رابرٹ مرنی نے کہا تو فیاض نے عمران کا فون نمبر بتا دیا۔

”پاکیشیا کا رابطہ نمبر اور دارالحکومت کا رابطہ نمبر تباؤ“ — رابرٹ مرنی نے پوچھا تو فیاض نے دونوں رابطہ نمبر بھی بتا دیئے۔

”اگر اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں سے بات کر رہا ہوں تو پھر میں کیا بتاؤں گا اے“ — فیاض نے کہا۔

”تم اسے کہنا کہ تم پاکیشیا سے ہی بول رہے ہو۔ ہمدردستان کا نام نہ لینا“ — رابرٹ مرنی نے نمبر پر لیس کرتے ہوئے کہا اور فیاض

فیاض نے بے اختیار ہونٹ سمجھ لئے۔ اسے معلوم تھا کہ عمران کو چونکہ فائل کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے اس لئے اس نے صاف انکار کر دیا ہے اور اس کے بعد یہ ظالم لوگ واقعی اس کی ہڈیاں توڑ ڈالیں گے لیکن وہ واقعی مجبور تھا۔ بے بس تھا۔ کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ وہ انہیں صاف بتا دے کہ ایسی کوئی فائل سرے سے ہے ہی نہیں اور اس نے جھوٹ بولا ہے لیکن دوسرے لمحے وہ یہ سوچ کر ڈر گیا کہ جیسے ہی انہیں یقین آ گیا وہ اسے ایک لمحہ چٹکائے بغیر گولی مار دیں گے۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور رابرٹ مرنی اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے مشین گنوں سے مسلح دو آدمی موجود تھے۔

”اے کھول دو اگر یہ کوئی غلط حرکت کرے تو بے شک گولی مار دے گا۔“ رابرٹ مرنی نے کہا اور بستر کے ساتھ پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں آدمی تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے کلپ کھولنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی فیاض بستر کی گرفت سے آزاد ہو گیا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا جبکہ دونوں مسلح آدمی بستر سے ہٹ کر اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے مرنی کا اشارہ ملتے ہی وہ اسے گولیوں سے اڑا دیں گے۔ مرنی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کارڈیس فون کے مٹن پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بار پھر سلیمان کی آواز سنائی دی۔ لاؤڈر کی وجہ سے آواز فیاض کو صاف سنائی

دے رہی تھی۔

”عمران صاحب کا پتہ چلا۔ فیاض صاحب ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ رابرٹ مرنی نے کہا۔

”ہاں ہولڈ آن کریں۔“ سلیمان نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد عمران کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بڑیاں خولیں بول رہا ہوں۔“ عمران اپنے مخصوص لمبے میں کہہ رہا تھا اور عمران کی آواز سن کر فیاض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

”یہ لو کہہ بات اس سے۔“ مرنی نے فون پیس فیاض کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور فیاض نے فون پیس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

”عمران۔ میں فیاض بول رہا ہوں۔“ فیاض کا لہجہ انتہائی دردناک تھا۔

”ارے کیا ہوا تمہیں۔ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ تمہاری بیوی نے تو میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔“ عمران کی چٹکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”عمران۔ پلیز میری بات بخیرگی سے سنو۔ جو فائل میں نے تمہیں بک کے لاکر میں رکھنے کے لئے دی تھی وہ اب مجھے چاہئے لیکن میں خود تمہارے پاس نہیں آ سکتا اور اپنا آدمی بھیج رہا ہوں۔ تم یہ فائل لاکر سے نکلو اگر اسے دے دو۔“ فیاض نے ڈرتے ڈرتے کہا کیونکہ اسے سو فیصد یقین تھا کہ عمران نے فوراً کہنا ہے کون سی فائل

اور رابرٹ مرنی یقیناً مشکوک ہو جائے گا۔

”تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ بھیج دو آدمی۔ میں نے تمہاری فائل کا اچار تو نہیں ڈالتا۔ البتہ میری فیس اس آدمی کے ہاتھ بھجوا دینا۔ ورنہ فائل نہیں دوں گا۔“ عمران نے جواب دیا تو فیاض کا چہرہ لکھت لکھت کھل سا اٹھا۔

”فیس بھی بھجوا دوں گا۔ تم فائل اسے ضرور دے دینا۔“ فیاض نے اس بار مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کما تو ہے کہ میں نے تمہاری فائل کا اچار تو نہیں ڈالتا۔ مجھے تو اپنی فیس سے غرض ہے۔ پھر کب بھیج رہے ہو آدمی۔“ عمران نے کہا۔

”جلد ہی پہنچ جائے گا۔“ فیاض نے کہا تو اسی لمحے رابرٹ مرنی نے ہاتھ بڑھا کر اس سے فون پیس لے لیا اور اس کا فون آف کر دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے واقعی سچ بولا تھا۔ بہر حال تم نے اپنی زندگی بچا لی ہے۔ اب اس عمران کا پورا پورا پتہ بتا دو۔“ مرنی نے کہا تو فیاض نے جلدی جلدی اسے فلیٹ کا نمبر اور پتہ بتا دیا۔

”اوکے فی الحال تم آرام کرو۔ جب فائل آجائے گی تو پھر تم سے بات ہو گی۔ دونوں مسلح محافظ باہر موجود رہیں گے۔ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو پھر تمہاری قبر میں بنے گی۔ ورنہ فائل پہنچ جانے کے بعد تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔“ مرنی نے کرسی سے

اٹھتے ہوئے کہا اس کے لہجے میں مسرت کی جھلکیاں موجود تھیں۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے فرار ہو کر کہاں جانا ہے۔“ فیاض نے کہا تو مرنی سر ملاتا ہوا مڑا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں مسلح افراد بھی اس کے پیچھے ہی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ فیاض خاموش بیٹھا انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ جب ان کے باہر جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا تو فیاض نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”اب عمران خود ہی تم نمٹ لے گا۔“ فیاض نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن دوسرے لمحے اسے خیال آ گیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی آدمی وہاں پاکیشیا سے ہی بھجوا دیں اور اس آدمی کو یہاں کا سرے سے علم ہی نہ ہو تو اس کا مسرت بھرا چہرہ ایک بار پھر کھلا سا گیا۔

”مجھے خود یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچنی چاہیے۔“ فیاض نے کہا اور پھر آہستہ سے بستر سے نیچے اتر آیا اور کمرے میں ٹھٹھکے لگا لیکن چلتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اس کے جسم میں درد کی تیز لہریں سی پیدا ہوتی ہیں تو وہ بستر پر لیٹنے کی بجائے اسی کرسی پر بیٹھ گیا جس کرسی پر رابرٹ مرنی بیٹھا ہوا تھا لیکن کرسی پر بیٹھتے ہی اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آ گیا تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اسے خیال آ گیا تھا کہ اس کرسی کے پائے تو فرش میں نصب نہیں ہیں اور یہ ہے بھی لوہے کے راڈز کی بنی ہوئی۔ اس لئے اس کرسی کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن اس کمرے سے باہر کیا ہے اور وہ کس قسم کی جگہ میں

قید ہے۔ اس کا اسے علم نہ تھا اور ساتھ ہی اسے اس بات کا بھی یقین تھا کہ اگر وہ پکڑا گیا تو اگر اسے گولی نہ بھی ماری گئی تب بھی اس کا شہر عبرت ناک ہو گا۔ وہ کرسی پر بیٹھا کافی دیر تک ایسی باتیں سوچتا رہا کہ اچانک دروازہ کھلا اور فیاض نے چونک کر گردن موڑی تو رابرٹ مرنی اندر داخل ہو رہا تھا فیاض جلدی سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رابرٹ مرنی کے ہاتھ میں کارڈیس فون موجود تھا۔

”تم نے یہ بتایا نہیں کہ فیس کا کیا پتہ ہے“ مرنی نے فیاض کے قریب پہنچ کر کرخٹ لیجے میں کہا۔ ایک لمحے کے لئے تو فیاض کا دل چاہا کہ وہ مرنی کا گھا دونوں ہاتھوں سے دبا دے لیکن پھر وہ یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ باہر موجود مسلح آدمی معمولی سی آواز سننے ہی اندر آ جائیں گے اور اس کا جسم گولیوں سے چھلکی ہو جائے گا۔

”میں اسے فیس کے طور پر ہر ماہ دس ہزار روپے دیتا ہوں۔“ فیاض نے کہا۔

”کس بات کی فیس“ مرنی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”فائل کی حفاظت کی۔ جب بھی کسی اہم فائل کی حفاظت کرنی ہوتی ہے میں اس کے ذریعے ہی بیک لاکر میں رکھوا دیتا ہوں اس طرح فائل محفوظ رہتی ہے۔“ فیاض نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو میں اپنے آدمی کو کہہ دوں کہ وہ دس ہزار روپے اسے دے دے۔“ مرنی نے کہا تو فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اوکے“ مرنی نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ

گیا جبکہ فیاض اس طرح کرسی پر ڈھیر ہو گیا جیسے اس کے جسم سے اچانک روح نکل گئی ہو۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ عمران کے پاس فائل تو سرے سے ہے ہی نہیں اس لئے وہ کیا فائل دے گا لیکن وہ دس ہزار روپے لے کر اس آدمی کو بھگا دے گا اور نتیجہ اس کی موت کے سوا اور کیا نکلے گا اس لئے وہ کرسی پر ڈھیر سا ہو گیا تھا اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا اور بے اختیار ہچکیاں لے لے کر رونے لگا لیکن ظاہر ہے وہ کب تک روتا۔ آخر کار ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ اشیا اور دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور مرنی ہاتھ میں کارڈیس فون پکڑے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دس دونوں مسلح آدمی موجود تھے۔

”ہمارا آدمی اس عمران کے پاس پہنچا۔ اس نے دس ہزار روپے وصول کر لئے اور پھر یہ کہہ کر ہمارے آدمی کو ٹرختا دیا کہ فیاض نے فائل کا نمبر تو بتایا ہی نہیں ہمارے آدمی نے اس کے فلیٹ سے ہی مجھے فون کیا ہے اور فائل نمبر پوچھا ہے۔ میں اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم خود اس عمران سے بات کر لو اور سنو۔ اب اگر اس نے ہمارے آدمی کو فائل نہ دی تو پھر تمہارا جو شہر ہو گا تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ رابرٹ مرنی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے فون پیس کاٹن پرنس کر دیا۔

”ہیلو پارک۔ کیا تم لائن پر ہو۔“ مرنی نے تیز لہجے میں کہا۔

”ہیئس سر۔“ دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

بولنے والے کا لہجہ البتہ مقامی تھا۔
 ”فیاض صاحب بات کر رہے ہیں۔ تم ریسور عمران کو دے دو۔“
 مرنی نے کہا۔

”لیس سر“۔۔۔ پار کرنے کی اسی طرح مودیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور مرنی نے فون پر فیاض کی طرف پڑھا دیا۔

”ہیلو۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“ دوسرے لمحے عمران کی چپکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”عمران۔ میں فیاض بول رہا ہوں۔ فیس تمہیں مل گئی ہے اب تم سر جان آرٹھڈو والی فائل اس آدمی کے حوالے کر دو پلیز۔“ فیاض نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو تمہیں سر جان آرٹھڈو والی فائل چاہیے۔ لیکن وہ فائل تو میں نے تمہارے کنبے پر سیشن لاکر میں رکھوا دی تھی اور تمہیں معلوم ہے کہ سیشن لاکر صرف صبح کے نو بجے سے گیارہ بجے تک کھولے جاتے ہیں۔ اس لئے تم اپنے آدمی کو کہہ دو کہ وہ کل گیارہ بجے آ جائے تو میں فائل نکلا کر رکھ لوں گا۔ وہ بے جائے۔“ عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم فائل ضرور نکلا کر رکھنا۔ میرے آدمی کو کل فائل برہم حال ملنی چاہئے۔ مجھے اس فائل کی انتہائی سخت ضرورت ہے۔“ فیاض نے کہا۔

”جب مجھے فیس مل گئی ہے تو میں نے کیا کرتا ہے اس سرکاری

فائل کا۔ بے فکر رہو۔ تمہارے آدمی کو کل گیارہ بجے فائل مل جائے گی۔ اپنے آدمی سے بات کر لو۔“ عمران نے کہا تو مرنی نے فیاض کے ہاتھ سے ریسور لے لیا۔

”ہیلو۔ پار کر بول رہا ہوں۔“ دوسرے لمحے پار کر کی آواز سنائی دی۔

”پار کر۔ کل گیارہ بجے تم نے عمران سے فائل حاصل کرنی ہے اور پھر جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے تم نے اسی طرح کرنا ہے۔“ مرنی نے کہا۔

”لیس سر۔“ دوسری طرف سے پار کرنے کی اسی طرح مودیانہ لہجے میں کہا تو مرنی نے فون آف کر دیا۔

”سیشن لاکر کا مجھے بھی علم ہے۔ اس لئے میں بھی خاموش ہو گیا ہوں۔ اب کل تم سے بات ہو گی اور یہ بھی سن لو کہ میرے حکم پر میرے آدمیوں نے تمہارے ہاتھ آزاد کئے ہیں کیونکہ تم نے برہم حال ہم سے تعاون کیا ہے۔ لیکن اس کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا اور نہ ہی کوئی غلط حرکت کرنا۔ ورنہ تم اس کا انجام جانتے ہو۔“ مرنی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور فیاض نے منہ سے کوئی جواب دینے کی بجائے صرف اثبات میں سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ مرنی تیزی سے مڑا اور واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فیاض واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے دل میں ایک بار پھر امید کا شعلہ بھڑک اٹھا تھا کیونکہ عمران نے جس سنجیدگی سے بات کی تھی اور جس طرح سیشن لاکر کا

کہہ کر کل گیارہ بجے تک کی مہلت لے لی تھی اس سے فیاض کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اسے عمران کی مصاحبتوں کا علم تھا اس لئے اسے اب امید لگ گئی تھی کہ عمران یقیناً کھوج لگا کر اس کی رہائی کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ پیدا کر لے گا اس لئے اس کے دل میں خاصا اطمینان سایہا ہو گیا تھا۔

عمران کی کار خاصی تیز رفتاری سے وائٹس منزل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری تنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ رٹانے اسے جو کچھ بتایا تھا۔ سیکرٹری وزارت سائنس ڈاکٹر بشارت نے اس سے قطعی مختلف بات کی تھی۔ رٹانے کے مطابق یہ سنٹر ناشان سے مغرب کی سمت راگاما نامی علاقے میں بنایا جاتا تھا جبکہ ڈاکٹر بشارت کے مطابق یہ سنٹر ناشان سے شمال کی جانب اردو کا نامی علاقے میں بننا تھا اور سر جان آر نڈ بھی غائب تھے اور سوپر فیاض بھی۔ وہ اب وائٹس منزل اس لئے جا رہا تھا تاکہ وہاں جا کر وہ صفدر کی رپورٹ خود سن سکے کیونکہ اس نے سر سلطان کے پاس جانے سے پہلے بلیک زیرو کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ صفدر کو پیش پبلی کاپڑ کے ذریعے ناشان بھجوا کر سپرنٹنڈنٹ فیاض کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرے۔ اسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ سر جان آر نڈ کی گمشدگی کا کیس

سنٹر اٹھلی جنس بیورو کے ذمے لگایا گیا ہے لیکن مقامی آدمی کاؤنٹ کا رول اس میں اور ہے۔ فیاض جیسے آدمی کا اس طرح ایمر جنسی میں کاؤنٹ کے ساتھ ناٹان جانے اور پھر اس کے غائب ہو جانے والی بات اسے پریشان کر رہی تھی کیونکہ بظاہر ان میں اسے کوئی ربط نظر نہ آ رہا تھا۔ وائش جنرل پہنچ کر اس نے کار کھلے محن میں روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔ پھر وہ جیسے ہی آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو احزانہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”نیٹو۔ صفدر کی طرف سے کوئی رپورٹ آئی ہے“ — عمران نے سلام دعا کے بعد کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”ابھی تک تو کوئی رپورٹ نہیں آئی لیکن آپ کی سنجیدگی بتا رہی ہے کہ معاملات صرف سپرنٹنڈنٹ فیاض کی گمشدگی تک محدود نہیں ہیں“ — بلیک زیرو نے بھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”ہاں۔ معاملات نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا ہے“ — عمران نے کہا اور پھر سر سلطان کے پاس جانے۔ وہاں رٹنا سے ہونے والی ملاقات اور گریٹ لینڈ کے ہوم سیکرٹری کی طرف سے لکھے گئے خط سمیت سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔

”اوہ۔ تو اصل مسئلہ یہ تھا لیکن اس میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی گمشدگی کا کیا کردار ہے“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”اسی بات پر تو میں خود حیران ہو رہا ہوں۔ یہ تو کافی بڑا کیس ہے۔ اس میں سوپر فیاض اور ایک مقامی بد معاش کا کیا رول ہو سکتا

ہے“ — عمران نے کہا اور پھر اس نے ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے رسیور اٹھالیا۔

”صاحب یہاں موجود ہیں“ — دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چوک پڑا۔

”میں عمران بول رہا ہوں سلیمان۔ کیا بات ہے“ — عمران نے اس بار اصل آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”صاحب جی۔ ابھی فون آیا ہے جس میں کوئی غیر ملکی بول رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ علی عمران کا نمبر ہے جس پر میں نے اس سے پوچھا

کہ کون بول رہا ہے تو اس نے کہا کہ عمران صاحب کہاں ہیں۔ ان سے سپرنٹنڈنٹ فیاض بات کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر میں نے انہیں کہا

کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ فیاض سے میری بات کراؤ تو اس غیر ملکی نے کہا کہ فیاض صرف آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے

انہیں کہا کہ وہ پانچ منٹ بعد فون کریں۔ میں اس دوران آپ کو تلاش کرتا ہوں جس پر رابطہ ختم ہو گیا۔ اس پر میں نے یہاں فون کیا

ہے“ — سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم ایسا کرو کہ سیکش روم میں جا کر فون کا رابطہ وائش جنرل کے سیکش فون سے کرو“ — عمران نے کہا۔

”جی صاحب“ — دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ فیاض غیر ملکیوں کی تحویل میں ہے۔ لیکن

”علی عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بڑیان خویش بول رہا ہوں۔“ عمران نے اس بار اپنی اصل آواز میں کہا۔

”عمران میں فیاض بول رہا ہوں۔“ فیاض کی آواز سنائی دی لیکن اس کا لہجہ اور بات کرنے کا انداز سن کر عمران بے اختیار چونک پڑا کیونکہ فیاض کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت انتہائی بے بسی اور خوف کے عالم میں بات کر رہا ہے۔

”ارے کیا ہوا تمہیں۔ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ تمہاری بیوی نے تو میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔“ عمران نے جان بوجھ کر چپکے ہوئے لہجے میں کہا کیونکہ اب اسے معاملے کی کسی حد تک سمجھ آگئی تھی کہ وہ غیر ملکی اپنے کسی مقصد کے لئے فیاض سے زبردستی فون کرا رہا ہے اور عمران کی آواز وہ غیر ملکی بھی سن رہا ہو گا۔ اس لئے عمران نے اس لہجے میں بات کی تھی تاکہ اسے یہ شک نہ پڑے کہ عمران مشکوک ہو گیا ہے۔

”عمران۔ پلیز میری بات سنجیدگی سے سنو۔ جو فائل میں نے تمہیں بک کے لاکر میں رکھنے کے لئے دی تھی وہ اب مجھے چاہئے۔ لیکن میں خود تمہارے پاس نہیں آ سکتا اور اپنا آدمی بھیج رہا ہوں۔ تم یہ فائل لاکر سے نکالو اگر اسے دے دو۔“ فیاض نے کہا لیکن اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ بات کرتے ہوئے سہا ہوا ہے اور عمران نے بے اختیار اس انداز میں سر ہلادیا جیسے وہ اب ساری صورت حال کو سمجھ گیا ہو۔ حالانکہ نہ ہی فیاض نے اسے کوئی فائل دی تھی اور نہ ہی فیاض کی

یہ غیر ملکی کون ہو سکتے ہیں۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”یہ تو بعد میں سوچیں گے۔ فی الحال یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ فیاض مجھ سے کیوں رابطہ کرنا چاہتا ہے اور وہ غیر ملکی اس بات پر کیسے آمادہ ہو گئے ہیں کہ مجھ سے اس کا رابطہ کرا دیں۔“ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ کہیں تو میں آنے والی کال کے منبج کو چپک کر لوں۔“

بلیک زیرو نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ ہاں۔ تم جا کر مشین آن کر دو اور کال کے منبج کو چپک کر دو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص بات سامنے آ جائے۔“ عمران نے کہا تو بلیک زیرو اٹھ کر اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جو لیبارٹری کی طرف جاتا تھا پھر تقریباً سات آٹھ منٹ کے وقفے کے بعد سیکش فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔“ عمران نے رسیور اٹھاتے ہی سلیمان کی آواز میں کہا۔

”عمران صاحب کا پتہ چلا۔ فیاض صاحب ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور عمران فوراً ہی پہچان گیا کہ بولنے والا انگریزی ہے۔

”ہاں۔ ہوئے آن کریں۔“ عمران نے سلیمان کے لہجے میں کہا اور رسیور پر ہاتھ رکھ کر چند لمحوں بعد اس نے رسیور سے ہاتھ اٹھایا۔

اس سے ملاقات ہوئی تھی لیکن فیاض کی بات سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ اس نے ان غیر ملکیوں کو چکر دے رکھا ہے کہ اس نے کوئی فائل عمران کو دی ہوئی ہے جو اس نے بنگ لاکر میں رکھی ہوئی ہے۔

”تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ بھیج دو آدی۔ میں نے تمہاری فائل کا اچار تو نہیں ڈالنا۔ البتہ میری فیس اس آدی کے ہاتھ بھجوا دینا۔ ورنہ فائل نہیں دوں گا۔“ عمران نے کہا۔

”فیس بھی بھجوا دوں گا۔ تم فائل اسے ضرور دے دینا۔“ دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی لیکن اس بار اس کا لہجہ سن کر ہی عمران بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ فیاض کے لہجے میں اس بار زندگی کی لہر موجود تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ فیاض جو کچھ چاہتا تھا وہ عمران نے پورا کر دیا تھا۔

”کہا تو ہے کہ میں نے تمہاری فائل کا اچار تو نہیں ڈالنا۔ مجھے تو اپنی فیس سے غرض ہے۔ پھر کب بھیج رہے ہو آدی۔“ عمران نے کہا۔

”جلد ہی پہنچ جائے گا۔“ فیاض نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اب اسے بلیک زیرو کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو واپس آ گیا لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمودار تھے۔

”عمران صاحب۔ یہ کال جنوبی ائیکرمیا سے کی جا رہی تھی۔“ بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار اٹھل پڑا۔

”جنوبی ائیکرمیا سے۔ اتنی دور سے۔ نہیں اتنی دور کی کال اس قدر صاف اور واضح نہیں ہو سکتی۔ یہ کال تو کہیں قریب سے ہی کی جا رہی تھی۔“ عمران نے کہا۔

”اسی بات نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔ مشین کے مطابق کال جنوبی ائیکرمیا سے ہو رہی تھی لیکن آواز کی پاور لائننگ شو کرنے والا میٹر بتا رہا تھا کہ کال قریب سے ہو رہی ہے۔“ بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میٹر پر کیا ریڈنگ تھی۔“ عمران نے ہونٹ بھیچتے ہوئے پوچھا۔

”تھری تھری۔ فور تھری ون۔“ بلیک زیرو نے جواب دیا تو عمران نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں اس کی فراخ اور صاف پیشانی پر گہری سی ابھرا آئی تھیں۔

”دنیا کا نقشہ لے آؤ۔ وہ نقشہ جس میں طول بلد اور عرض بلد کی کھل گرائنگ دی گئی ہے۔“ چند لمحوں بعد عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا کرسی سے اٹھا اور لائبریری کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”رانا ہاؤس۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جوزف۔“ عمران نے کہا۔

”یس باس“۔۔۔ جوزف نے بکھٹ چو کنا انداز میں کہا۔

”میرے فلیٹ پر جاؤ۔ وہاں کوئی آدمی سوپر فیاض کا نمائندہ بن کر آ رہا ہے۔ جیسے ہی وہ آدمی وہاں پہنچے اسے بے ہوش کر کے یہاں دانش منزل پہنچا دیتا۔ جوانا کو ساتھ لے جاؤ۔ وہ باہر کی ہنگامی کرے گا۔ اگر اس کا کوئی اور ساتھی ہو تو جوانا اسے بے ہوش کر کے رانا ہاؤس پہنچا دے گا لیکن اصل آدمی کو تم نے خود دانش منزل پہنچانا ہے۔“ عمران نے تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”یس باس“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے ریسیور رکھا اور ایک طرف رکھا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس نے اس پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔

”ہیلو ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اور“۔۔۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے اس کا فون آن کرتے ہوئے کہا۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔ اور“۔۔۔ چند لمحوں بعد سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”سلیمان۔ چونکہ فون یہاں دانش منزل کے ساتھ ڈائریکٹ ہے۔ اس لئے میں نے ٹرانسمیٹر کال کی ہے۔ جوزف اور جوانا کو میں فلیٹ پر بھیج رہا ہوں۔ فیاض کسی آدمی کو فلیٹ پر بھجوا رہا ہے۔ جوزف اسے بے ہوش کر کے دانش منزل پہنچا دے گا جبکہ جوانا باہر ہنگامی کرے گا۔ اور“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جی صاحب۔ لیکن فیاض صاحب بخیریت تو ہیں ناں۔ اور“۔۔۔

سلیمان نے کہا۔

”فی الحال تو زندہ ہے۔ باقی اللہ مہربانی کرے گا لیکن تم اس کے لئے اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ اور“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ آپ کا اکلوتا خنسر ہے اور میں آپ کا اکلوتا باورچی۔ باقی آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اور“۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”گھبراؤ نہیں۔ تمہارے حریرہ جات بنتے رہیں گے۔ اور اینڈ کال“۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس دوران بلیک ڈیوڈ نقشہ لے کر واپس کرسی پر آ کر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے نقشہ کھولا اور عمران کے سامنے رکھ دیا۔

”تمہاری تمہری۔ فور تمہری دن ہی بتایا تھا ناں تم نے؟۔ عمران نے نقشے پر جھکتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ ساؤنڈ ویو رپورٹ لائننگ میٹر پر یہی تھا“۔۔۔ بلیک ڈیوڈ نے کہا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر میٹر پر رکھے ہوئے قلمدان میں سے ایک پینل اٹھائی اور پھر اس نے نقشے پر نشانات لگانے شروع کر دیئے۔ پھر کافی دیر کے غور و خوض کے بعد اس نے ایک جگہ دائرہ سالک لگایا۔

”میٹر کچھ بتا رہا ہے اس کے مطابق تو یہ کال بمادرستان کے اس جنوبی پہاڑی علاقے سے ہو رہی تھی لیکن مشین تو اسے جنوبی ایکریما دی رہی ہے۔ آخر یہ کیا پکڑ ہے“۔۔۔ عمران نے کہا لیکن دوسرے

لے وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ اوہ ویری بیڈ۔ تو یہ ہے اصل معاملہ۔“ — عمران نے اچھلتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا عمران صاحب۔“ — بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”جو مسئلہ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اب حل ہوا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کے سر سے نون کے حساب سے بوجھ اتر گیا ہو۔

”کیا۔ کچھ مجھے بھی تو سمجھائیں۔“ — بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے نقشہ بند کر دیا۔

”سرجان آرٹلڈ کے اغوا کا مسئلہ تو میں نے تمہیں بتایا تھا اور وزارت سائنس کے سیکرٹری ڈاکٹر بشارت کے مطابق حکومت پاکستان اور حکومت گرین لینڈ کے ساتھ مل کر ناشان کے قریب ساسک پراجیکٹ قائم کر رہی ہیں۔ اس پراجیکٹ کے ذریعے نہ صرف ہمایہ ملکوں میں ہونے والی تمام ٹرانسمیٹر کلاز کو باقاعدہ مانیٹر کیا جائے گا بلکہ مواصلاتی سیاروں کے ذریعے جو فون کلاز ہوتی ہیں ان کو بھی مانیٹر کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح ہمایہ ملکوں کے دفاعی راز حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اور ان کے دفاعی نظام پر بھی نظر رکھی جاسکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی فوجوں کی نقل و حرکت اور ان کی دفاعی اور جارحانہ پالیسی کو بھی چیک کیا جاسکتا ہے اور یہ ساری کارروائی ملکی دفاع کے لئے

انتہائی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لیکن سرجان آرٹلڈ ناشان سے اغوا کر لیا گیا۔ اس کا کیس سنٹر اٹنلی جنس پیورو کو سونپا گیا تو فیاض ایک مقامی بد معاش کے ساتھ ناشان گیا۔ وہاں سے دونوں ہی غائب ہو گئے۔ اب فیاض کی فون کال آئی ہے اور مشین کے مطابق جنوبی اکیرمیا سے کی جا رہی ہے لیکن ساؤنڈ ویوز پاور لائننگ کے مطابق یہ کال ہماورستان کے جنوبی پہاڑی علاقے سے کی جا رہی ہے اور ہماورستان کا یہ جنوبی علاقہ پاکیشیا کے شمالی پہاڑی علاقے سے ملحقہ ہے اور کال چیک کرنے والی مشین اسے جنوبی اکیرمیا سے کیا جانا ثابت کرتی ہے۔ جس جگہ سے کال کی جا رہی ہے وہاں ایسی جدید مشینری نصب ہے جو اس علاقے کی کال کو مواصلاتی سیارے کی مشینری کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے جنوبی اکیرمیا جتنے فاصلے اور سمت کو ظاہر کر سکتی ہے۔ اگر ساؤنڈ ویوز پاور لائننگ میٹر اس مشین کے ساتھ منسلک نہ ہوتا تو یقیناً ہم یہی سمجھتے کہ فیاض جنوبی اکیرمیا سے بات کر رہا ہے اور ایسی مشینری اگر ہماورستان کے اس ویران پہاڑی علاقے میں موجود ہے تو یقیناً وہاں انتہائی جدید ساسک پراجیکٹ خفیہ طور پر پہلے سے موجود ہے اور جس طرح کال کا فیشلٹی ایڈریس ظاہر کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سنٹر اکیرمیا سے ہے پھر فیاض سے پہلے جس غیر ملکی نے بات کی ہے وہ بھی لہجے کے لحاظ سے اکیرمی ہی تھا۔ ان لوگوں کو یقیناً یہ علم ہو گیا ہو گا کہ حکومت گرین لینڈ اور حکومت پاکستان ناشان میں ساسک پراجیکٹ قائم کرنے والے ہیں تو وہ چونک پڑے۔ کیونکہ اس طرح ان

آواز سنائی دی تو وہ دونوں چونک پڑے۔ بلیک زیرو نے بجلی کی سی تیزی سے میز کے کنارے پر موجود بے شمار بیٹنوں میں سے ایک بیٹن پر پس کیا تو سامنے دیوار پر ایک سکرین روشن ہو گئی جس میں دانش منزل کے گیٹ سے باہر جوزف کی کار موجود تھی اور جوزف اس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

”جوزف اس فیاض کے نمائندے کو لے آیا ہو گا۔“ — عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلادیا اور اس بیٹن کو آف کر کے اس نے دوسرے بیٹن پر پس کر دیئے۔ سکرین پر منظر بدل گیا۔ اب دانش منزل کا جہازی سائز گا گیٹ خود بخود کھلتا نظر آ رہا تھا اور گیٹ کھلتے ہی جوزف کار میں بیٹھا نظر آیا اور دوسرے لمحے اس کی کار دانش منزل میں داخل ہو گئی۔

”اے کہہ دو کہ لے آنے والے کو سچشل گیٹ روم میں پہنچا دے۔“ — عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے میز کی سائیڈ پر ہاتھ رکھ کر دیا تو جبر کی سائیڈ کسی صندوق کے ڈسکن کی طرح اٹھ گئی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹانک باہر آ گیا۔

”جوزف۔ طاہر بول رہا ہوں۔ جسے تم لے آئے ہو۔ اے سچشل گیٹ روم میں پہنچا دو۔“ — بلیک زیرو نے اصل لمحے میں کہا اور ٹانک کا بیٹن آف کر دیا۔ کار رک بجلی تھی اور جوزف کار کا عقبی دروازہ کھول کر کسی کو حمیت کر باہر نکال رہا تھا۔ عمران کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ جب جوزف کار سے گھسٹے جانے والے

کا پراجیکٹ بھی سامنے آ سکتا تھا۔ سر جان آر نلڈ کے پاس یقیناً اس پراجیکٹ کے بارے میں تفصیلات موجود ہوں گی۔ اس لئے انہوں نے سر جان آر نلڈ کو اغوا کر لیا لیکن اس سے تفصیلات نہ ملیں اور انہیں اطلاع مل گئی کہ یہ کیس سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کو رفلر کیا گیا ہے اور سوپر فیاض بھی خلاف توقع شاید کسی ثبوت کی وجہ سے صحیح ٹریک پر چل پڑا ہو گا۔ اس لئے اسے بھی اغوا کر لیا گیا۔ سوپر فیاض اپنی زندگی بچانے کی حد تک انتہائی ہوشیار آدمی ہے اس نے یقیناً تشدد اور موت سے بچنے کے لئے کسی فائل کا سہارا لے لیا ہو گا کہ اس کے پاس کوئی انتہائی اہم فائل ہے اور اس نے یہ فائل بنک لاکر میں میرے ذریعے رکھی ہوئی ہے تاکہ یہ لوگ فائل حاصل کرنے کے لئے مجھ سے رابطہ کریں اور اس طرح مجھے فیاض کے بارے میں علم ہو جائے اور میں کارروائی کر کے فیاض کو ان کی قید سے چھڑوا سکوں۔“ — عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو کے چہرے پر انتہائی تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

”کمال ہے۔ یہ آپ کی ہی ذہانت ہے کہ آپ نے اس قسم کا تجزیہ کر لیا جو مجھے سو فیصد درست معلوم ہوتا ہے۔“ — بلیک زیرو نے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔

”انہی تجزیوں کے زور پر تو تم سے چیک وصول کرتا ہوں اور اس سے کچھ وال روٹی چل جاتی ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا کمرے میں تیز سنائی کی

اس نے ایک دیوار پر مخصوص انداز میں ہاتھ مارا تو دیوار کا ایک چھوٹا سا حصہ سر کی آواز کے ساتھ ہی ایک طرف ہٹ گیا اور لوہے کے راڈز سے بنی ہوئی ایک کرسی ایک جھٹکے سے باہر آگئی۔ عمران نے جھک کر اس بے ہوش آدمی کو اٹھا کر اس کرسی پر بٹھا دیا اور پھر کرسی کے بازو پر لگے ہوئے ایک بٹن کرپریس کر دیا۔ بٹن پرپریس ہوتے ہی کھٹاک کھٹاک کی آواز سے کرسی کے راڈز برآمد ہوئے اور دوسرے لمحے اس آدمی کا جسم راڈز میں جکڑا جا چکا تھا۔ عمران نے اس آدمی کے دونوں بازوؤں کو بھی کرسی کے بازوؤں پر رکھ کر علیحدہ علیحدہ راڈز میں جکڑ دیا اور پھر اس نے خلا میں ہاتھ ڈال کر ایک بٹن دبایا تو کرسی کھسکی ہوئی آگے بڑھ آئی اور اس کے ساتھ ہی دیوار کا وہ حصہ برابر ہو گیا۔ کرسی کے پاؤں میں باقاعدہ عیسے لگے ہوئے تھے۔ عمران نے کرسی کو کھینچ کر کمرے کے عین درمیان میں کیا اور پھر خود جا کر وہ دروازے کے قریب رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کرسی کے بازو پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ عمران نے ایک بٹن دبایا تو کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ یہ جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ ایک جھٹکے کے بعد اس آدمی کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگ گئے اور پھر چند لمحوں بعد اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھیں کھلتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمار کر رہ گیا۔ اس نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر

آدمی کو کاندھے پر لا کر پیش گیٹ روم کی طرف بیٹھا تو اس بے ہوش آدمی کا چہرہ سکرین پر نظر آنے لگ گیا۔
 ”اوہ۔ یہ تو مقامی آدمی ہے۔“ عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب انہوں نے بہادرستان سے تو آدمی نہ بھیجتا تھا۔ ہمیں کسی گروپ سے آدمی بھیج دیا ہو گا۔“ بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں اس سے ضروری پوچھ گچھ کر لوں۔ اس دوران اگر پیش فون پر کال آ جائے تو اسے پیش گیٹ روم کو ڈائریکٹ کر دیتا۔“ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران جب پیش گیٹ روم کے دروازے پر پہنچا تو جوزف باہر آ رہا تھا۔

”مگرانی کا کیا ہوا؟“ عمران نے پوچھا۔

”جوانا فلیٹ سے باہر تھا۔ یہ اکیلا ہی آیا تھا۔ اس لئے میں نے جوانا کو واپس رانا ہاؤس بھجوا دیا ہے۔“ جوزف نے جواب دیا۔
 ”ٹھیک ہے۔ اب تم بھی رانا ہاؤس جا سکتے ہو۔“ عمران نے کہا اور پیش گیٹ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ فرش پر مقامی آدمی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کی گردن مخصوص انداز میں ٹیڑھی نظر آ رہی تھی۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور پھر آگے بڑھ کر

حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے اور خوف کے ان تاثرات کو دیکھ کر عمران کا منہ بن گیا کیونکہ یہ تاثرات بتا رہے تھے کہ یہ آدمی کوئی تجربہ کار سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہے بلکہ کوئی عام ساغندہ ہے جبکہ عمران نے اسے باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنٹ سمجھتے ہوئے یہ ساری کارروائی کی تھی۔

”کیا نام ہے تمہارا“۔۔۔۔۔ عمران نے سر لہجے میں کہا تو وہ آدمی چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”مم۔ مم۔ میرا نام پارکر ہے۔ مم۔ مم۔ مگر یہ سب کیا ہے تم کون ہو“۔ پارکر نے انتہائی گھبرائے ہوئے اور خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

”تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”کلک۔ کلک۔ کاؤنٹ گروپ سے۔ میں کاؤنٹ کا اسٹنٹ ہوں“۔۔۔۔۔ پارکر نے اسی طرح خوفزدہ سے لہجے میں کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ پارکر ایک عام ساید معاش ہے۔

”تمہیں کس نے قلیٹ پر بھیجا تھا“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”ایکریسیا سے لاڑ کے چیف پاس نے۔ اس نے کہا تھا کہ قلیٹ پر جا کر میں ایک آدمی علی عمران سے ملوں اور اسے دس ہزار روپے دے کر اس سے ایک فائل حاصل کروں اور میں جا کر کہوں کہ میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے پرنسٹنٹ فیاض کا آدمی ہوں اور پھر فائل حاصل کر کے اسے ایکریسیا کے سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کو

پہنچا دوں“۔۔۔۔۔ پارکر نے جواب دیا۔

”لاڑ کا چیف پاس کون ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جنوبی ایکریسیا کا ایک بڑا گروپ ہے۔ ہمارے گروپ کا پاس کاؤنٹ اس کے لئے کام کرتا ہے۔ کاؤنٹ سنٹرل انٹیلی جنس کے پرنسٹنٹ فیاض کے ساتھ ناشان گیا ہوا ہے لیکن پھر اس کی وہاں سے کوئی خبر نہیں آئی اس کی عدم موجودگی میں میں بطور چیف کام کرتا ہوں“۔۔۔۔۔ پارکر نے جواب دیا۔

”میرا نام علی عمران ہے۔ لیکن اگر میں فائل نہ دوں تو تم کیا کرو گے“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میں نے کیا کرنا ہے۔ میں لاڑ کو جا کر فون پر اطلاع کر دوں گا“۔۔۔۔۔ پارکر نے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا فون نمبر ہے اور کہاں کا ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جنوبی ایکریسیا کا کوئی علاقہ ہے وکنوریہ۔ وہاں کا نمبر ہے“۔ پارکر نے جواب دیا اور ساتھ ہی ایک نمبر بھی بتا دیا۔

”اس نمبر سے پہلے رابطہ نمبر بھی تو ملتا پڑتا ہو گا وہ رابطہ نمبر کیا ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پارکر نے رابطہ نمبر بھی بتا دیا۔

”دیکھو پارکر۔ تم ایک عام سے آدمی ہو جبکہ یہ حکومتی معاملات ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ناانست طور پر اس خوفناک چکر میں پھنس گئے ہو۔ جس میں تمہیں گولیوں سے بھی اڑایا جاسکتا ہے اور پھانسی پر بھی لٹکایا جاسکتا ہے اور نہ صرف تم بلکہ تمہارے پورے خاندان کا

بھی یہی حشر ہو سکتا ہے کیونکہ حکومتیں اپنے معاملات میں بجد سفاک ہوتی ہیں اس لئے تمہاری بچت اسی میں ہے کہ تم ہم سے تعاون کرو ورنہ۔۔۔۔۔" عمران نے سر ہلجے میں کہا۔

"مہ۔۔۔ میں تعاون کروں گا۔ اس کمرے کا ماحول ہی مجھے خوفزدہ کر رہا ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بڑا اور لمبا سلسلہ ہے اور میں تو واقعی ایک عام سادی ہوں پلیز تم جس طرح کو میں اسی طرح کرنے کے لئے تیار ہوں میری جاں بخشی کرو۔۔۔۔۔" پارکر نے کہا تو عمران نے اٹھ کر اپنی پشت پر دیوار پر ہاتھ رکھا تو سرور کی آواز کے ساتھ ہی دیوار وہاں سے سرک گئی۔ اب اندر ایک الماری کی طرح کا ایک خانہ نظر آ رہا تھا اس نے خانے میں سے ایک کارڈیس فون اٹھایا اور پھر وہ فون لئے پارکر کے قریب آ گیا۔

"میں نمبر ملا رہا ہوں۔ دوسری طرف سے لاڈر خود بولے گا۔۔۔" عمران نے کہا۔

"نہیں جناب۔ اس کا نائب رابرٹ مرفی بات کرے گا۔ اسی نے ہی مجھے احکام دیئے تھے۔۔۔۔۔" پارکر نے جواب دیا۔

"تم نے اس سے کہا ہے کہ عمران نے دس ہزار روپے وصول کر لئے ہیں اور کہا ہے کہ چونکہ فائل کا نمبر نہیں بتایا گیا اس لئے فائل نہیں مل سکتی۔ اگر وہ پوچھے کہ تم کہاں سے بول رہے ہو تو تم نے کہا ہے کہ تم فلیٹ سے ہی بول رہے ہو۔۔۔۔۔" عمران نے پارکر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں گے میں ویسے ہی کروں گا میں آپ سے پورا پورا تعاون کروں گا۔۔۔۔۔" پارکر نے جواب دیا تو عمران نے رابطہ نمبر پریس کر کے پارکر کا بتایا ہوا نمبر پریس کر دیا اس کے ساتھ ہی لاڈر کا شیٹن بھی پریس کر دیا دوسری طرف سے کچھ دیر بعد کھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی پھر رسیور اٹھایا گیا۔

"ہی۔۔۔۔۔" ایک آواز سنائی دی۔ لہجہ انگریزی ہی تھا۔

"میں پاکستانی ہے پارکر بول رہا ہوں جناب۔ رابرٹ مرفی سے بات کرائیں۔۔۔۔۔" پارکر نے کہا۔

"ہولڈ آن کرو۔۔۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ رابرٹ مرفی بول رہا ہوں پارکر۔ فائل مل گئی ہے۔۔۔۔۔" آواز سنائی دی جو فیاض سے بات کرنے سے پہلے بول رہا تھا۔

"نہیں جناب۔ میں فلیٹ پر پہنچا تو وہاں ایک نوجوان موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کا نام عمران ہے میں نے اس سے فائل طلب کی تو اس نے مجھ سے دس ہزار روپے لئے اور پھر کہا کہ مجھے کس نمبر کی فائل چاہئے میں نے اسے بتایا کہ مجھے نمبر کا علم نہیں ہے۔ مجھے تو بس فائل چاہئے تو اس نے کہا کہ اس کے پاس تو بہت سی فائلیں ہیں اس لئے بغیر نمبر کے وہ کیسے فائل دے سکتا ہے چنانچہ میں اب اس کے فلیٹ سے ہی آپ کو کال کر رہا ہوں۔ آپ نمبر بتا دیں تاکہ اس سے فائل لی جاسکے۔۔۔۔۔" پارکر نے کہا۔

"عمران موجود ہے فلیٹ میں۔۔۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

سامنے آجائے گی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلادیا اور اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جو لیبارٹری کو جاتا تھا کچھ دیر بعد عمران نے پیش فون کا رسور اٹھایا اور ایک بار پھر وہی نمبر اور پارکر کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کیا تو دوسری طرف سے ہنسی بجنے کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو“۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔
 ”پارکر بول رہا ہوں۔ رابرٹ منی سے بات کراؤ“۔۔۔۔۔ عمران نے پارکر کے لیے میں کہا۔

”ہولڈ آن کریں“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”ہیلو رابرٹ منی بول رہا ہوں“۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد رابرٹ منی کی آواز سنائی دی۔

”پارکر بول رہا ہوں جناب۔ فائل نمبر آپ نے بتانا تھا جناب۔“۔۔۔۔۔ عمران نے پارکر کی آواز اور لیے میں بات کرتے ہوئے کہا۔
 ”ہولڈ آن کرو“۔۔۔۔۔ رابرٹ منی نے کہا اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک بار پھر رابرٹ منی کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو پارکر۔ کیا تم لائن پر ہو“۔۔۔۔۔ رابرٹ منی کی تیز آواز سنائی دی۔

”نہیں سر“۔۔۔۔۔ عمران نے مودبانہ لیے میں جواب دیا۔
 ”فیاض صاحب بات کر رہے ہیں تم رسور عمران کو دے دو“۔۔۔۔۔ رابرٹ منی نے کہا۔

”جی ہاں“۔۔۔۔۔ پارکر نے جواب دیا۔

”پانچ منٹ بعد دوبارہ کال کرنا۔ میں اس دوران نمبر معلوم کر لوں“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بھی فون آف کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما تو کرسی پر جکڑے ہوئے پارکر کی کپڑی پر مڑی ہوئی انگلی کا بک پڑا تو پارکر کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔ عمران تیزی سے مڑا اس نے کارڈ لیس فون واپس اس خانے میں رکھا اور خانہ بند کر کے وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا اس نے دروازہ کھولا اور پھر باہر برآمدے میں آکر اس نے دروازہ بند کر کے باہر سے پیش لاک لگایا اور پھر تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

”کوئی خاص بات معلوم ہوئی“۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے احتیاطاً اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”فی الحال تو کوئی خاص بات سامنے نہیں آئی اب میں نے انہیں یہاں سے کال کرنا ہے تم بھی اندر جا کر دوبارہ چیکنگ مشین آن کرو۔ خاص طور پر ساؤنڈ ویوز پاور میٹر کو چیک کرنا ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے“۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اٹھتے ہوئے کہا۔
 ”اور سنو۔ اب چونکہ یہاں سے کال ہونی ہے اس لئے تم نے انہیں ایم مشین بھی ساتھ ہی آن کر دینی ہے پھر صحیح صورت حال

”ایس سر“ — عمران نے پار کر کے لمبے میں مودبانہ جواب دیئے ہوئے کہا۔

”ہیلو علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“ — چند لمحوں بعد عمران نے اپنے اصل لمبے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران۔ میں فیاض بول رہا ہوں۔ فیس تمہیں مل گئی ہے اب تم سر جان آر نڈوالی فائل اس آڈی کے حوالے کر دو پلیز“ — فیاض کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اوہ تو تمہیں سر جان آر نڈوالی فائل چاہئے لیکن وہ فائل تو میں نے تمہارے کمنے پر پیش لاکر میں رکھ دی تھی اور تمہیں معلوم ہے کہ پیش لاکر صرف صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک کھولے جاتے ہیں اس لئے تم اپنے آڈی کو کہہ دو کہ وہ کل گیارہ بجے آجائے تو میں فائل نکلا کر رکھ لوں گا وہ لے جائے“ — عمران نے سنجیدہ لمبے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم فائل ضرور نکلا رکھنا۔ میرے آڈی کو کل فائل برہال واپس ملنی چاہئے۔ مجھے اس فائل کی انتہائی سخت ضرورت ہے۔“ — فیاض نے کہا۔

”جب مجھے فیس مل گئی ہے تو میں نے کیا کرتا ہے اس سرکاری فائل کا۔ بے فکر رہو تمہارے آڈی کو کل گیارہ بجے فائل مل جائے گی۔ اپنے آڈی سے بات کرلو“ — عمران نے کہا اور پھر ایک لمبے

کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بول پڑا۔

”ہیلو پارکر بول رہا ہوں“ — عمران نے اس پارکر کے لمبے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”پارکر کل گیارہ بجے تم نے عمران سے فائل حاصل کرنی ہے اور پھر جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے تم نے اسی طرح کرتا ہے۔“ اس پارکر دوسری طرف سے فیاض کی بجائے رابرٹ مرنی کی آواز سنائی دی۔

”ایس سر“ — عمران نے پارکر کے لمبے میں جواب دیا اور دوسری طرف سے رابطہ آف ہوتے ہی عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریسور کریڈل پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو آپریشن روم میں پہنچ گیا۔

”عمران صاحب۔ کل اب بھی جنوبی انکریٹیا میں ہی ریسو کی جا رہی ہے لیکن میٹرز ریڈنگ وہی پہلے جیسی ہی ہے“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”ایس ایم مشین نے کیا ظاہر کیا ہے“ — عمران نے ہونٹ پیچھے ہوئے کہا۔

”وہی جنوبی انکریٹیا کا علاقہ“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ہونہ۔ اس کا مطلب ہے کہ انتہائی جدید ترین مشینری استعمال ہو رہی ہے۔ اب انکریٹین سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری سے بات کرنی پڑے گی کہ اس نے فائل کہاں بھیجی ہے“ — عمران نے

ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ بلیک زید کوئی جواب دیتا عمران نے سچیل فون کی بجائے دوسرے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”پی اے نو سیکرٹری وزارت خارجہ۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔ سر سلطان سے بات کراؤ۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یس سر۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ جس پراجیکٹ کی بات سیکرٹری وزارت سائنس و ٹکنالوجی کر رہے تھے ایسا ہی ایک سنٹر ایکریمیا نے بھی بمادرستان میں پہلے سے قائم کر رکھا ہے اور ایکریمیا نے اس سنٹر کی وجہ سے ہی گریٹ لینڈ سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری سر جان آرٹلڈ کو اغوا کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھی اغوا کر رکھا ہے۔ میں اب یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ سنٹر پاکیشیا کی سلامتی کے خلاف کام کر رہا ہے یا نہیں۔ اگر تو اس سنٹر سے پاکیشیا کے دفاع کو نقصان ہو رہا ہے تو پھر اس سنٹر کو تباہ کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں صرف سر جان آرٹلڈ اور سوپر فیاض کو ہی برآمد کرائے جانے پر ہی اکتفا کر لیا جائے۔“

”لیکن اس طرح تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم ان کی راہ پر لگ گئے ہیں۔۔۔۔۔ بلیک زید نے کہا۔

”میں نے کل گیارہ بجے تک کا وقت اسی لئے لیا ہے تاکہ ہم اس دوران کوئی لائحہ عمل طے کر لیں اور ہماری بات ٹھیک ہے اگر فرسٹ سیکرٹری پر فوری ہاتھ ڈال دیا گیا تو یقیناً اس کی اطلاع پہنچ جائے گی اور پھر فیاض کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”میرا خیال ہے عمران صاحب کہ یہ جو لوگ بھی ہیں وہ بہر حال سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہیں اگر وہ سیکرٹ ایجنٹ ہوتے تو آپ کا نام سننے ہی وہ کلک جاتے۔ پھر وہ ایک عام سے بد معاش کو آپ کے فلیٹ پر فائل لینے نہ بھیجتے۔ یہ یا تو سائنس دان ہیں یا پھر اس سانسک پراجیکٹ کے سیکورٹی کے لوگ ہیں۔“۔۔۔۔۔ بلیک زید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہماری بات درست ہے لیکن اب میرے سامنے اس وقت دو پرابلم ہیں ایک تو یہ کہ کیا ہمارا مشن صرف اس سر جان آرٹلڈ اور سوپر فیاض کو برآمد کرنا ہے یا ہمیں اس سانسک پراجیکٹ کو بھی تباہ کرنا ہے جو ہمارے خیال کے مطابق بمادرستان میں قائم ہے اور دوسری بات کہ یہ بمادرستان والی بات ابھی تک صرف آئیڈیے تک ہی محدود ہو سکتا ہے۔ ہمارا آئیڈیہ غلط ہو اس لئے یہ بھی کفرم کرنا ہے کہ واقعی ایسا سنٹر بمادرستان میں موجود ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کہا

عمران نے کہا۔

”یہ تو انتہائی اہم معاملہ ہے کیا واقعی بہادرستان میں ایکریمیا نے ایسا سنٹر قائم کر رکھا ہے“ — سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سو فیصد تو نہیں کہا جاسکتا لیکن بظاہر ایسا ہی لگتا ہے“۔ عمران نے گول مول سا جواب دیا۔

”عمران بیٹے۔ صرف اندازے پر معاملہ آگے نہیں بڑھایا جاسکتا تم ایکریمیا اور پاکیشیا کے درمیان تعلقات اور ان کی جمعدگیوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ اگر واقعی ایکریمیا نے بہادرستان میں ایسا سنٹر قائم کر رکھا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس سنٹر سے وہ لازماً پاکیشیائی دفاع کو بھی مانیٹر کر رہا ہو گا اور یہ بات ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اور اس میں یقیناً بہادرستانی حکومت بھی ملوث ہو گی حالانکہ بہادرستان کی روسیہ سے لڑائی کے لئے پاکیشیا نے جو کچھ کیا ہے اور جس قدر قربانیاں دی ہیں اور اب تک دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں بہادرستانی حکومت کو پاکیشیا کی رضامندی کے بغیر ایسا سنٹر قائم کئے جانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے تھی یا اگر وہ کسی وجہ سے مجبور تھا تو وہ اس کی اطلاع بہر حال ہمیں ضرور دیتا اور بحیثیت سیکرٹری وزارت خارجہ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ ایسی کوئی اطلاع اب تک ہمیں نہیں ہوئی اس لئے اس سنٹر کے خلاف کام تو بہر حال کرنا پڑے گا لیکن اگر وہاں سنٹر نہ ہوا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے کارروائی کر دی تو پھر

بہادرستان کے ساتھ ہمارے تعلقات میں بے شمار پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں اس لئے حتمی طور پر یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ وہاں سنٹر موجود بھی ہے یا نہیں“ — سر سلطان نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ پہلے سرکاری طور پر یہ طے کر کے مجھے بتائیں کہ اگر وہاں سنٹر موجود ہو تو ہمارا رد عمل کیا ہونا چاہئے۔ باقی جو کچھ آپ نے کہا ہے میں نے آپ کی بات سمجھ لی ہے میں کارروائی اس انداز میں کروں گا کہ آپ کو کسی قسم کی کوئی پریشانی کا سامانہ نہ کرنا پڑے گا“۔ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔ میں تمہیں وہاں فون کروں گا“ — سر سلطان نے کہا۔

”وائس منڈل سے بات کر رہا ہوں“ — عمران نے جواب دیا۔
”اوکے میں سیکرٹری دفاع سیکرٹری وزارت سائنس اور صدر مملکت سے یہ سارا معاملہ ڈسکس کر کے تمہیں فون کرتا ہوں۔ خدا حافظ“ — سر سلطان نے کہا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”سر سلطان کی بات تو درست ہے اگر واقعی وہاں سنٹر نہ ہوا تو بین الاقوامی سطح پر معاملات بگڑ بھی سکتے ہیں“ — بلیک زیرو نے کہا۔
”دیکھو کیا جواب آتا ہے اس کے بعد کوئی حتمی لائحہ عمل طے کر لیں گے“ — عمران نے کہا۔

”اس آدمی کیا کرتا ہے جو پینٹل گیسٹ روم میں ہے“ — بلیک

”عمران بول رہا ہوں جوزف۔ کار لے کر دانش منزل آ جاؤ اور مجھے لے آئے تھے اسے سچیش گیسٹ روم سے اٹھا کر لے جاؤ۔“ عمران نے کہا۔

”تیس پاس“ — دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی اور عمران نے رسیور رکھا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”جب تک جوزف آئے۔ میں اس پار کر کو مزید سمجھا دوں تاکہ کل تک کی مصلحت قائم رہ سکے۔“ عمران نے کہا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

زیر و نے کہا۔

”اے چھوڑنا پڑے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ رابرٹ مرنی اس سے ہوٹل میں بات کرے اور اس کی گمشدگی سے وہ مشکوک ہو جائیں گے ویسے اس نے وعدہ تو کر لیا ہے کہ وہ ہم سے تعاون کرے گا۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر اپنی طرف کھسکایا اور اس کا بیٹن آن کر دیا کیونکہ پہلے سے اس پر اس کی اپنی فریکوئنسی ایڈجسٹ تھی اس لئے اسے دوبارہ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

”ہیلو ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اور۔“ عمران نے کال دیتے ہوئے کہا۔

”سلیمان بول رہا ہوں صاحب۔ اور۔“ — چند لمحوں بعد سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”سلیمان اب فلینٹ کے فون کا رابطہ دانش منزل کے سچیش روم سے آف کر دو۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اور۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب۔ اور۔“ — دوسری طرف سے جواب دیا گیا تو عمران نے اور ایڈجسٹ آف کمر کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”رانا ہاؤس۔“ — رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی

”یس سر۔ پوری دنیا میں ساسک سنٹری کی سیکورٹی کی ذمہ داری جی آئی جی پر ہے۔“ — والموٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”راہٹ مرنی جی آئی جی کا آدمی ہے۔“ — پیٹل سیکرٹری نے کہا۔

”جی ہاں۔ وہ جی آئی جی کے ٹارچر سیل کا چیف ہے لیکن آپ یہ سب اس انداز میں کیوں پوچھ رہے ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔“ — والموٹ نے کہا۔

”مجھے بہادرستان سے رپورٹ ملی ہے کہ راہٹ مرنی نے پاکیشیا کے علی عمران سے فون پر رابطہ کیا ہے۔ آپ علی عمران کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔“ — پیٹل سیکرٹری نے کہا۔
 ”جی نہیں۔ مجھے تو اس آدمی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے اور نہ ہم نے پہلے یہ نام سنا ہے۔ کون ہے یہ۔“ — والموٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اسی لئے مرنی کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ علی عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور دنیا کا سب سے خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے اور بہادرستان میں ساسک سنٹری پاکیشیا سے خفیہ طور پر بنایا گیا تھا۔ اس سنٹر سے پاکیشیا، شوکران، آران اور ارد گرد کے اور دوسرے ممالک کو مانیٹر کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر پاکیشیا کو چیک کیا جاتا ہے کیونکہ پاکیشیا ایسی پیش رفت میں بہت تیز جا رہا ہے لیکن تمہارے آدمی نے اس علی عمران

ٹیلی فون کی مکھنی بجتے ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے ادویز عمر آدمی نے ہاتھ بڑھا کر سامنے میز پر رکھے ہوئے فون کا رسپونڈ اٹھا لیا۔
 ”یس۔“ — ادویز عمر آدمی نے بڑے پارعب لہجے میں کہا۔
 ”سر پیٹل سیکرٹری بات کرنا چاہتے ہیں۔“ — دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات۔“ — ادویز عمر نے اسی طرح پارعب لہجے میں کہا۔
 ”ہیلو باب بول رہا ہوں۔“ — چند لمحوں بعد ایک بھاری سی باوقار آواز سنائی دی۔
 ”یس سر۔ والموٹ بول رہا ہوں۔“ — ادویز عمر نے قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بہادرستان میں ساسک پرائیویٹ کی سیکورٹی آپ کی ایجنسی کے پاس ہی ہے ناں۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”جناب رابرٹ منی ساسک سنٹر میں تو نہیں گیا۔ وہاں تو ہمارا سیکورٹی آفیسر مارٹن کام کر رہا ہے اور وہاں کی سیکورٹی کے انتظامات بھی انتہائی محفوظ ہیں۔ رابرٹ منی تو بہادرستان میں واقع ایکریمیا کی ملٹری خفیہ ایجنسی ایم ٹارگٹ کے خفیہ سنٹر میں گیا ہے جہاں اس نے ایک پاکیشیائی کی زبان کھلوانی ہے۔ اس سنٹر کا چیف سر جیمس ہے۔ چونکہ وہ پاکیشیائی ساسک سنٹر کے سلسلے میں ہی ایم ٹارگٹ نے گرفتار کیا تھا اس لئے سر جیمس نے مجھے کوئی ماہر بھیجنے کے لئے کہا اور میں نے رابرٹ منی کو بھیج دیا۔ ویسے بھی سر اس ایم ٹارگٹ کے خفیہ سنٹر اور ساسک سنٹر دونوں میں ایسی خصوصی مشینری نصب ہے کہ اگر وہاں سے کال کی بھی جائے تو کال کا نتیجہ چھٹی ایکریمیا ہی ٹریس ہو گا اس لئے کسی خطرے کا کوئی امکان ہی نہیں رہتا۔“ ————— والوٹ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں کا تو مجھے بھی علم ہے بلکہ پاکستان سروس سے ان دونوں سنئرز کو فخر رکھنے کے لئے یہ سارا سیٹ اپ تیار کیا گیا تھا اور اس سیٹ اپ کے لئے انتہائی جدید ترین ایئر اینٹائی قیتی مشینری نصب کی گئی تھی لیکن وہ علی عمران دراصل انسان کم اور شیطان زیادہ ہے۔ اس کا ریکارڈ ہے کہ اس سے جو چیز جتنی خفیہ رکھی جائے وہ اسے اتنا ہی جلد تلاش کر لیتا ہے۔۔۔۔۔ پبشلیکیشنز نے جواب دیا۔

”مگر ایسا ہے بھی سہی تو فکر کی کون سی بات ہے۔ ساسک شفرنگ
اول تو کسی کا پہنچنا ہی محال ہے اور اگر کوئی پہنچ بھی جائے تو اس سنٹر کو
اس انداز میں تعمیر کیا گیا ہے کہ اسے کسی بھی صورت کسی قسم کا
نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا اور اگر اس کے باوجود آپ چاہیں تو پھر وہاں
سیکورٹی مزید سخت کی جاسکتی ہے۔“ — والموٹ نے جواب دیا۔
”تم پہلے رابرٹ مرنی سے بات کر کے اس سے تفصیل معلوم کرو
کہ اس نے کیوں عمران سے رابطہ کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ یہ
تفصیل جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ اسے پیش نظر رکھ کر آئندہ کا
لائحہ عمل تیار کیا جاسکے۔ میں نصف گھنٹے بعد پھر فون کروں گا۔“
سیٹل سیکورٹی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ والموٹ
نے ہونٹ بھیچتے ہوئے ریسور کریڈل پر رکھا اور پھر میز کی دراز کھولی
اور اس میں رکھے ہوئے سرخ رنگ کا کارڈ لیس فون باہر نکالا اور پھر
اسے آن کر کے اس نے اس پر نمبر بریس کر دیئے۔

”یس“۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔
 ”جی آئی جی چیف بول رہا ہوں۔“ رابرٹ منی سے بات
 کراؤ۔۔۔۔۔ والموٹ نے تھکاتے لہجے میں کہا۔
 ”تیس سر۔“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”ہیلو۔ رابرٹ منی بول رہا ہوں۔“۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک اور
 آواز سنائی دی۔ لہجہ مودبانہ تھا۔
 ”والموٹ بول رہا ہوں منی۔“۔۔۔۔۔ والموٹ نے سخت لہجے میں

کہا۔
 ”تیس باس“۔۔۔۔۔ رابرٹ مرفی نے پہلے کی طرح مودبانہ لہجے میں
 کہا۔
 ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے پاکستان کے کسی علی عمران سے فون پر
 رابطہ قائم کیا ہے“۔۔۔۔۔ والموٹ نے کہا۔
 ”تیس باس“۔۔۔۔۔ رابرٹ مرفی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”یہ رابطہ کیوں کیا گیا ہے۔ اس کا پس منظر کیا ہے۔ تفصیل سے
 بتاؤ“۔۔۔۔۔ والموٹ نے اور زیادہ تھکمانہ لہجے میں کہا۔
 ”ہاں۔ حکومت اکیمریہ کے ایجنٹوں کو اطلاع ملی تھی کہ حکومت
 پاکستان حکومت گرین لینڈ کے ساتھ مل کر پاکستان میں ایک سمسک
 پراجیکٹ قائم کرنا چاہتی ہے حالانکہ اکیمریہ اور گرین لینڈ کے
 درمیان معاہدہ بھی ہے کہ گرین لینڈ ایشیا کے اس علاقے میں کوئی
 سمسک پراجیکٹ نہ قائم کرے گا۔ اس اطلاع پر طے کیا گیا کہ اس
 سمسک پراجیکٹ کی تفصیلات حاصل کی جائیں کہ یہ کس ٹائپ کا
 پراجیکٹ ہے۔ اس سلسلے میں اطلاع ملی کہ ایک ماہر سرجان آر نلڈ کو
 پاکستان میں گرین لینڈ کے سفارت خانے کا فرسٹ سیکرٹری مقرر کیا گیا
 ہے جو بھارتیہ علاقے پاکستانی علاقے کا خفیہ دورہ کر رہا
 ہے۔ چنانچہ بھارتیہ علاقے میں ایم ٹارگٹ انجنی کے چیف سرجیس کو
 حکم دیا گیا کہ سرجان آر نلڈ کو وہاں سے اغوا کر کے ایم ٹارگٹ کے
 خفیہ سنٹر لایا جائے اور پھر اس سے معلومات حاصل کی جائیں چنانچہ یہ

رکھے گا۔ اس پر اس آدمی کو میں نے کہہ دیا کہ وہ کل گیارہ بجے عمران سے فائل لے کر انگریزین سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری تک پہنچا دے جو اسے پہلے ہیڈ کوارٹر بھیجتا اور وہاں سے یہ فائل یہاں بمادرستان بھیج دی جاتی۔ یہ ہے ساری بات۔ رابرٹ منی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ یہ علی عمران کون ہے۔“ والموٹ نے سرولہجے میں کہا۔

”فیاض کا دوست ہے۔ فیاض نے بتایا ہے کہ وہ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل کالزکا ہے۔ اس نے سائنس میں ڈاکٹریٹ کر رکھی ہے لیکن کوئی کام نہیں کرتا۔ فارغ رہتا ہے اور یہی فیاض ہی اسے فنانس کرتا ہے۔“ رابرٹ منی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تمہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ تم نے کیا کر دیا ہے۔ یہ علی عمران پاکستانی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور دنیا کا خطرناک ترین ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ بمادرستان کا ساسک سنٹر پاکستانی سے خفیہ رکھا گیا تھا۔ خاص طور پر پاکستانی سیکرٹ سروس سے۔ جبکہ تم نے اسے اوپن کر دیا۔“ والموٹ نے استغاثی تلخ لہجے میں کہا۔

”اوپن کر دیا۔ وہ کیسے پاس۔ میں نے تو اسے نہیں بتایا کہ میں بمادرستان سے بات کر رہا ہوں یا فیاض بمادرستان سے بات کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ ساسک سنٹر کی طرح ایم ٹارگٹ ایجنسی کے اس

خفیہ سنٹر کا سیٹ اپ ایسا رکھا گیا ہے کہ اگر وہ لوگ کال چیک کریں گے تو انہیں معلوم ہو گا کہ یہ کال جنوبی انگریزیا سے کی جا رہی ہے اب آپ خود سوچیں کہ بمادرستان اور جنوبی انگریزیا میں کتنا فاصلہ ہے۔ جس آدمی کو میں نے فائل لینے بھیجا ہے اسے یہ معلوم نہیں کہ کال بمادرستان سے کی جا رہی ہے۔ اسے کال انگریزیا کے لارڈ گروپ کی طرف سے کی گئی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ لارڈ گروپ فرضی نام ہے۔ اس کے علاوہ فائل وہ انگریزین سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کو پہنچائے گا اور فرسٹ سیکرٹری کو بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ فائل بمادرستان بھیجی جائے گی وہ تو اسے انگریزیا میں ہمارے ہیڈ کوارٹر کو بھیجے گا جہاں سے فائل بمادرستان بھیجی جائے گی۔ اس کے علاوہ ساسک سنٹر کا تو درمیان میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں کہ اگر وہ خطرناک ایجنٹ ہے بھی تو وہ کس طرح ساسک سنٹر کے بارے میں معلوم کرے گا۔“ رابرٹ منی نے تلخ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہاری وضاحت قائل قبول ہے۔ میں اعلیٰ حکام سے بات کرتا ہوں۔“ والموٹ نے رابرٹ منی کے جواب سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

”باس۔ آپ اعلیٰ حکام کو بتا دیں کہ جی آئی جی کمزور نہیں ہے۔ اگر ان ساری باتوں کے باوجود پاکستانی سیکرٹ سروس کو ساسک سنٹر کے بارے میں علم ہو جاتا ہے تو پھر کیا ہو گا۔ ہم اس کی حفاظت کر سکتے

”ہونہ۔ بات تو اس کی ٹھیک ہے لیکن اس کے باوجود اس عمران کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مجھے چیف سیکرٹری اور دیگر اعلیٰ حکام سے بات کرنا پڑے گی۔ عمران اگر ایم ٹارگٹ ایجنسی کے خفیہ سنٹر تک پہنچ گیا تو پھر وہ ساسک سنٹر کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لے گا اور ہم ساسک سنٹر کو کسی صورت بھی رسک میں نہیں ڈال سکتے۔ میں ایک گھنٹے بعد دوبارہ کال کروں گا۔“ سیشل سیکرٹری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو والموٹ نے ہونٹ بچھپچھپے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”خواجواہ کا خوف۔“ والموٹ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر میز پر رکھی ہوئی فائل کھول کر اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

”تقریباً ایک گھنٹے سے چند منٹ چلے سیشل سیکرٹری کی دوبارہ کال آ رہی۔“

”ہیس۔“ والموٹ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”مسٹر والموٹ۔ میری اعلیٰ حکام سے تفصیل سے بات ہوئی ہے۔ ہماورستان ساسک سنٹر کی سیکورٹی جی آئی جی کے پاس ہی رہے گی لیکن وہاں کا انچارج ریڈ ایجنسی کا چیف ایجنٹ جوڈی ہو گا۔ جوڈی کو مکمل ہدایات دے دی گئی ہیں۔ وہ آپ کے پاس پہنچ رہا ہے۔ آپ اسے ہماورستان ساسک سنٹر کے بارے میں بریف بھی کر دیں اور سنٹر میں احکامات بھی بھیجا دیں کہ وہ اب جوڈی کے ماتحت کام کریں گے۔“ سیشل سیکرٹری نے کہا۔

”ہیں۔“ رابرٹ مرنی نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ تم اپنی کارروائی جاری رکھو۔“ والموٹ نے کہا اور فون آف کر دیا۔

”سیشل سیکرٹری صاحب خواجواہ ہر ایک سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ایک ہمساندہ ملک کی سیکرٹ سروس ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہے۔“ والموٹ نے منہ ہناتے ہوئے کہا اور پھر آدھے گھنٹے بعد ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی تو والموٹ نے رسیور اٹھا لیا۔ جب اسے بتایا گیا کہ سیشل سیکرٹری بات کرنا چاہتے ہیں تو اس نے فوراً بات کرانے کا کہہ دیا۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے سیشل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”ہیس سر۔ میں والموٹ بول رہا ہوں۔“ والموٹ نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رابرٹ مرنی سے بات ہوئی ہے۔“ سیشل سیکرٹری نے پوچھا۔

”ہیس سر۔ میری اس سے تفصیل سے بات ہوئی ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ رابرٹ مرنی بچہ ہوشیار آدمی ہے۔ اس نے ہماورستان سنٹر کو اوپن نہیں کیا۔“ والموٹ نے جواب دیا۔

”کیا بات ہوئی ہے۔ تفصیل بتاؤ۔“ سیشل سیکرٹری نے تیز لہجے میں کہا تو والموٹ نے رابرٹ مرنی سے ہونے والی گفتگو دہرا دی۔

”اس کی کیا ضرورت تھی جناب۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کو جی آئی جی کی کارکردگی پر اعتماد نہیں رہا۔“ — والموٹ نے تلخ لہجے میں کہا۔

”ایسی بات نہیں ہے والموٹ۔ لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ عمران کس قدر خوفناک ایجنٹ ہے۔ جیسے ہی اعلیٰ حکام کے نوٹس میں یہ بات آئی تو وہاں زلزلہ سا آگیا۔ خصوصی طور پر جنگائی میٹنگ کال کی گئی اور پھر یہ فیصلہ کیا گیا۔“ — سوشل سیکرٹری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ والموٹ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھا اور پھر ساتھ پڑے ہوئے انٹرکام کارسیور اٹھایا اور دو نمبر پر لپس کر دیئے۔

”لیس باس۔“ — دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

”رائیل۔ ریڈ ایجنسی کا چیف ایجنٹ جوڑی مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ جیسے ہی وہ آئے اسے میرے پاس بھجوا دینا۔“ — والموٹ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی تو والموٹ چونک پڑا۔

”لیس کم ان۔“ — اس نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر سوٹ تھا۔ وہ خاصا قد آور اور وجیہ نوجوان تھا۔ فراخ پیشانی اور چمکتی ہوئی آنکھوں کا مالک نوجوان۔

”سر میرا نام جوڑی ہے اور میں ریڈ ایجنسی کا چیف ایجنٹ ہوں۔“ — نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا تو والموٹ اٹھ کھڑا ہوا۔ ”خوش آمدید سر جوڑی۔ میں آپ کا ہی منتظر تھا۔“ — والموٹ نے کہا اور پھر اس نے مصافحہ کر کے جوڑی کو میز کی دوسری طرف پڑی کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا۔

”شکریہ جناب۔ میں نے بھی جی آئی جی کی کارکردگی کی بہت تعریفیں سنی ہوئی ہیں لیکن آپ سے پہلے ملاقات نہیں ہو سکی۔“ — جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس کارکردگی کا کیا قاعدہ کہ ہم پر اعتماد نہیں کیا جا رہا اور ایک ہمساندہ ملک کے ایک معمولی سے ایجنٹ سے خوفزدہ ہو کر اعلیٰ حکام ریڈ ایجنسی کو حرکت میں لا رہے ہیں۔“ — والموٹ سے نہ رہا گیا تو آخر کار وہ بول ہی پڑا اور اس کی بات سن کر جوڑی بے اختیار مسکرا دیا۔

”جناب۔ جسے آپ ہمساندہ ملک کا ایک معمولی سا ایجنٹ کہہ رہے ہیں وہ دنیا کا خطرناک ترین ایجنٹ سمجھا جاتا ہے اور شاید آپ کو یقین نہ آئے تو میں بتا دوں کہ اس علی عمران کا نام سننے ہی اسرائیل، امریکا، یورپ، یونائیٹڈ کارمن کے حکومتی ایوانوں میں زلزلہ آ جاتا ہے اور نہ صرف حکومتی ایوانوں بلکہ دنیا بھر کی ’سینے‘، منظم اور انتہائی باؤسائل تنظیمیں اس سے اس طرح خوفزدہ رہتی ہیں جیسے آدمی موت سے خوفزدہ رہتا ہے۔ ریڈ ایجنسی کا کراؤ اس سے کئی بار ہو چکا ہے۔“

ہماری لائبریری میں اس کی باقاعدہ فائل موجود ہے۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی؟“ ————— والوٹ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں چلی گئیں۔ اس کا بات کرنے کا انداز ایسا تھا جیسے اسے جوڑی کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

”لیس سر۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ درست کہہ رہا ہوں۔“ ————— جوڑی نے جواب دیا۔

”اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ لوگ کیسے اس کا مقابلہ کریں گے۔ آپ تو پہلے ہی اس سے خوفزدہ ہیں۔“ ————— والوٹ نے منہ ہٹاتے ہوئے کہا تو جوڑی ہنس پڑا۔

”خوفزدہ ہونے والی کوئی بات نہیں۔ ہم ریڈ ایجنٹوں کو ایسے ایجنٹوں سے نمٹنے کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے اس لئے ہم ایسے ایجنٹوں کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں اور انہیں شکست بھی دے سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی ہماری تربیت کا حصہ ہے کہ ہم مخالف ایجنٹ کو کمزور نہ سمجھیں بلکہ اس کی تمام صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا مقابلہ کریں اور میرا خیال ہے کہ اگر عمران ایکرمیا کی کسی انجینی سے خوفزدہ ہو سکتا ہے تو وہ ریڈ ایجنسی ہے۔“ ————— جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں نے تو سنا ہے کہ سپر ایجنٹ بلیک ایجنٹ ہوتے ہیں۔ کیا آپ ریڈ ایجنٹ ان سے بھی پر ہوتے ہیں؟“ ————— والوٹ نے کہا۔

”لیس سر۔ بلیک ایجنٹس کا نمبر ہم سے دو سرا ہوتا ہے۔ اس سے تو

آپ ریڈ ایجنٹوں کے بارے میں جان سکتے ہیں اور میں چیف ریڈ ایجنٹ ہوں۔“ ————— جوڑی نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”کیا آپ پاکیشیا جا کر اس عمران کا خاتمہ نہیں کر سکتے؟۔ والوٹ نے کہا۔

”ضرور کر سکتے ہیں۔ یہ کام ہمارے لئے مشکل نہیں ہے۔ لیکن ایسا کام اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔“ ————— جوڑی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“ ————— والوٹ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ مجھے تفصیل بتائیں کہ یہ سارا کیا سلسلہ ہے۔ مجھے تو چیف نے صرف اتنا کہا ہے کہ حکومت ایکرمیا کے ہمارے ستان میں واقع کسی سائنسی خفیہ پراجیکٹ کو جس کی سیکورٹی جی آئی جی کے ذمہ ہے پاکیشیائی ایجنٹ علی عمران سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور اعلیٰ حکام نے یہ طے کیا ہے کہ اب اس پراجیکٹ کا سیکورٹی انچارج مجھے بنا دیا جائے تاکہ میں اس سفر کو اس علی عمران اور پاکیشیائی سیکرٹ سروس سے بچا سکوں اور اس سلسلے میں تفصیل کے لئے مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔“ ————— جوڑی نے جواب دیا۔

”میں آپ کو شروع سے بتاتا ہوں تاکہ اس سارے سلسلے کا صحیح منظر آپ سمجھ سکیں۔“ ————— والوٹ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سر جان آرئلڈ کے اغوا پھر پرنٹنٹنٹ فیاض کے اغوا سے

لے کر رابرٹ مرنی کی بتائی ہوئی پوری تفصیل دوہرا دی۔

”رابرٹ مرنی کے مطابق عمران اس کال یا اس آدمی کے ذریعے بہادرستان میں واقع ایم ٹارگٹ ایجنسی کے خفیہ سنٹر کو نہیں کر سکتا تو پھر ساسک سنٹر کو کیا خطرہ ہے؟“ جوڈی نے حیران ہوئے ہوئے کہا۔

”یہی بات تو میں نے سیشل سیکرٹری صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی۔ اب اگر عمران اس کال کو نہیں بھی کرے گا تو اسے یہی معلوم ہو گا کہ فیاض جنوبی افریقا میں ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ وہ کبھی بھی بہادرستان کو نہیں کر سکتا۔ جو آدمی رابرٹ مرنی نے اس کے پاس بھیجا ہے اسے بھی جنوبی افریقا میں ہمارے ایک فرضی گروپ لارڈ کا نام دے کر بھیجا گیا ہے۔ اسے بھی بہادرستان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے لیکن سیشل سیکرٹری صاحب تو عمران کا نام سننے ہی اس طرح بدحواس ہوئے ہیں جیسے یہ عمران کوئی مافوق الفطرت صلاحیتیں رکھتا ہو کہ کال تو جنوبی افریقا کی ہو گی لیکن اسے علم بہادرستان کے بارے میں ہو جائے گا اور دوسری بات یہ کہ اسے تو شاید اس ساسک سنٹر کے بارے میں علم تک نہ ہو گا کیونکہ سر جان آرٹلڈ سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے مطابق سوائے سیکرٹری وزارت سائنس کے اور کسی کو اس بارے میں علم نہیں ہے اور اسے بھی صرف اتنا معلوم ہے کہ حکومت گرین لینڈ ایک ساسک پراجیکٹ قائم کرنا چاہتی ہے اور بس۔ جب حکومت گرین لینڈ کو بھی ہمارے

بہادرستان کے اس سنٹر کے بارے میں علم نہیں ہے تو عمران کو کیسے علم ہو جائے گا؟“ — والموٹ نے منہ بناتے ہوئے ناخوشگوار سے لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ عمران سنٹرل اٹلی جنس یورو کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کا لڑکا ہے اور اس کی پرنسٹنٹنٹ فیاض سے بڑی گہری دوستی ہے۔ فیاض کو غالب ہوئے کئی روز ہو گئے ہیں اس لئے لامحالہ عمران کو اس کی گمشدگی کا علم ہو گیا ہو گا۔ ایسی صورت میں فیاض کی کال کو وہ لانا نہیں کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ واقعی مافوق الفطرت صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اگر فیاض بہادرستان کے ایم ٹارگٹ کے خفیہ سنٹر میں رہا تو عمران لامحالہ وہاں تک پہنچ جائے گا اور پھر اس کے لئے ساسک سنٹر کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا اور اسے نہیں کر لیتا مشکل نہ ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ موجودہ صورت میں دونوں سنٹرز کو بچانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ فیاض کو وہاں سے پہلے جنوبی افریقا شفٹ کر دیں اور پھر وہاں سے اسے اس امنڈم میں باہر نکالیں کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنوبی افریقا میں قید تھا۔ اس طرح اگر عمران کو کسی جسم کا کوئی شک ہو گا تو دور ہو جائے گا اور اگر ہو سکے تو سر جان آرٹلڈ کو بھی جنوبی افریقا میں پہنچا دیں اور اس فیاض کو دکھا دیں لیکن اس میں مسئلہ صرف اتنا ہے کہ وہ قائل ہو جائے کہ وہ قائل ہو جائے کہ اس سے کیسے حاصل کیا جاسکتی ہے؟“ — جوڈی نے کہا تو والموٹ کے چہرے پر حیرت کے

عمران جیسے عی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک
 زیر و احزان اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”بیٹھو۔ بہادرستان میں سنٹر کے بارے میں کوئی اطلاع آئی ہے یا
 نہیں؟“ — عمران نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے سر سلطان کی کال آئی ہے۔ انہوں نے
 بتایا کہ وہاں کی حکومت کو ایسے کسی سائنسی سنٹر کا علم نہیں
 ہے۔“ — بلیک زیر و نے جواب دیا۔
 ”بغیر حکومت کی اجازت کے اتنا بڑا سنٹر تو بتایا بھی نہیں جاسکتا۔
 آخر اس کی عمارت تیار کی گئی ہوگی۔ اس میں مشینری نصب کی گئی ہو
 گی۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا آئیڈیا غلط ہے۔“ عمران نے
 ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
 ”کیا کسی سائنسی طریقے سے اسے حتمی طور پر ٹریس نہیں کیا جا

تاثرات ابھر آئے۔
 ”گنڈ۔ آپ لوگ واقعی بچہ ذہین ہیں۔ آپ نے جو حل بتایا ہے وہ
 بے حد شاندار ہے۔ فائل کی آپ فکر نہ کریں۔ فائل بعد میں بھی
 حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس وقت فوری طور پر تو سانسک سنٹر کو خفیہ
 رکھنے کا پراہم سامنے ہے اور اس سلسلے میں آپ کی تجویز واقعی شاندار
 ہے۔“ — والموٹ نے تحسین آمیز لہجے میں کہا تو جوڑی مسکرا دیا۔
 ”تو پھر آپ رابرٹ مرفی کو ہدایات دے دیں کہ وہ اس پر فوری
 عملدرآمد شروع کر دے۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ اب مجھے وہاں
 جانے کی ضرورت ہی نہیں۔“ — جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ آپ کی واقعی اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔
 رابرٹ مرفی بچہ ذہین ہے۔ میں اسے تفصیل سے ہدایات دے دیتا
 ہوں وہ آسانی سے یہ سارا کام کر لے گا۔“ — والموٹ نے کہا تو
 جوڑی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے والموٹ کو سلام کیا اور تیزی
 سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی والموٹ
 نے میز کی دراز کھولی اور سرخ رنگ کا کارڈ لیس فون نکال کر اس نے
 نمبر پر ٹریس کرنے شروع کر دیے تاکہ رابرٹ مرفی کو اس بارے میں
 تفصیلی ہدایات دے سکے۔

کہا۔

”سلیمان بول رہا ہوں صاحب موجود ہیں“۔۔۔ دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا۔

”عمران بول رہا ہوں سلیمان۔ کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے۔“۔۔۔ عمران نے اس بار اصل لہجے میں کہا۔

”فیاض صاحب کی کال آئی ہے۔ وہ فوری طور پر آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ پانچ منٹ بعد پھر فون کریں تاکہ اس دوران آپ کو تلاش کر سکوں۔ اس لئے یہاں فون کیا ہے۔“۔۔۔ سلیمان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”فیاض کی کال۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ تم فون کا رابطہ وائس منٹل کے پیش فون سے ملا دو۔ میں بات کر لوں گا۔“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”جی صاحب۔“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”فیاض نے پھر کال کی ہے۔ تم لیبارٹری جا کر ایک بار پھر چیک کرو۔“۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو سے کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا لیبارٹری کی طرف بڑھ گیا۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد پیش فون کی کھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران بول رہا ہوں۔“۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”عمران میں فیاض بول رہا ہوں جنوبی اکیڈمی کے دارالحکومت کے

کہا۔“۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”نہیں۔ میری سرِ داور سے بات ہوئی ہے۔ انہوں نے اس مضمون کے ماہرین سے تفصیلی بات کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ پاکیشیا میں ایسی کوئی مشینری موجود نہیں ہے جو ایسے سنٹر کو ٹریس کر سکے۔ اس کے علاوہ انہوں نے شوگران سے بھی بات کی ہے وہاں البتہ مشینری موجود ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں خصوصی طور پر چیکنگ کریں گے اور پھر رپورٹ دیں گے۔“۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ گیارہ بجے اس آدمی پار کر کو کیا کہیں گے۔“۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”میں نے فیاض کی جان بچانے کے لئے اور اس معاملے کو ٹریس کرنے کے لئے ایک فائل اپنے طور پر تیار کر لی ہے۔ پار کر فائل لے جائے گا اور پھر ہدایات کے مطابق وہ یہ فائل اکیڈمیں سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کے حوالے کرے گا۔ اس کے بعد اس فرسٹ سیکرٹری کی نگرانی ہوگی کہ وہ یہ فائل کہاں بھیجتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی میں نے انتظامات کر لئے ہیں۔ اس کے بعد اصل صورت حال سامنے آئے گی۔“۔۔۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلادیا۔ اسی لمحے فون کی کھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکشن۔“۔۔۔ عمران نے رسیور اٹھاتے ہی مخصوص لہجے میں

دیا۔

”کیا نمبر ہے فلائٹ کا؟“ — عمران نے پوچھا تو فیاض نے نمبر بتا

دیا۔

”اوکے ٹھیک ہے۔ پھر ملاقات ہوگی“ — عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا اس کے چرے پر حیرت اور تعجب کے تاثرات جیسے مجسم ہو کر رہ گئے تھے۔ چند لمحوں بعد بلیک زیرو آپریشن روم میں پہنچ گیا۔

”کیا رپورٹ ہے؟“ — عمران نے پوچھا۔

”کال جنوبی انیکریمیا سے ہی کی جا رہی ہے اور اس بار ساؤنڈ پاور میٹر کی ریڈنگ پہلے سے مختلف ہے“ — بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”کیا ریڈنگ ہے؟“ — عمران نے پوچھا تو بلیک زیرو نے ریڈنگ بتادی۔

”مجھے بھی فیاض کی پہلی کال اور موجودہ کال کے درمیان آواز کا فرق صاف محسوس ہو رہا تھا“ — عمران نے کہا۔

”اس کا کیا مطلب ہوا۔ میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا“ — بلیک زیرو نے اٹھے ہوئے لمبے میں کہا۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ فیاض پہلے واقعی بمادرستان میں تھا لیکن پھر راتوں رات اسے کسی خصوصی چارٹرڈ جیٹ طیارے کے ذریعے جنوبی انیکریمیا پہنچایا گیا اور پھر اسے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت فرار

ایئرپورٹ سے“ — دوسری طرف سے فیاض کی چمکتی ہوئی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

”جنوبی انیکریمیا کے ایئرپورٹ سے۔ کیا مطلب۔ وہ رابرٹ مرنی کہاں ہے اور وہ فائل وغیرہ“ — عمران نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے عمران۔ میں ان کی قید سے رہا ہو گیا ہوں اور اب ایک گھنٹے بعد فلائٹ چلنے والی ہے۔ میں رات کو پاکیشیا پہنچ جاؤں گا اور عمران۔ اب مجھے واقعی حقیقی معنوں میں احساس ہوا ہے کہ تم میرے دوست ہو۔ تم نے واقعی میری زندگی بچالی ہے۔ اگر تم اس فائل کی حالی نہ بھرتے تو وہ لوگ مجھے اسی لمحے گولی مار کر ہلاک کر دیتے۔ میں تمہارا احسان مند ہوں“ — فیاض نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

”تم مجھے تفصیل بتاؤ کہ تم کاؤنٹ کے ساتھ نشان کیا کرنے گئے تھے اور پھر وہاں سے جنوبی انیکریمیا کیسے پہنچ گئے۔ پوری تفصیل بتاؤ“ — عمران نے کہا۔

”وہاں پاکیشیا آکر بتا دوں گا۔ بڑی لمبی کہانی ہے اور میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں اتنی لمبی کال کا بل ادا کر سکوں۔ یہ رقم بھی میرے ایک ہمدرد نے مجھے ادھار دی ہے تو میں پاکیشیا آنے کے قائل ہوا ہوں“ — فیاض نے کہا۔

”تمہاری فلائٹ کس وقت پہنچے گی“ — عمران نے پوچھا۔

”رات گیارہ بجے کا وقت بتایا گیا ہے“ — فیاض نے جواب

کے۔

”اب جبکہ فیاض وہاں سے رہا ہو گیا ہے تو ظاہر ہے اب وہ قائل کا سلسلہ بھی تو ختم ہو گیا۔ اب اس سنٹر کو کیسے ٹریس کیا جائے گا۔“ بلیک تیزو نے کہا۔

”ہاں۔ اب وہ ایکریمین سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کی عمرانی والی بات تو ختم ہو گئی البتہ اب اس فرسٹ سیکرٹری سے یہ اگلوں پڑے گا کہ اسے فائل ملتی تو وہ اسے کہاں بھجواتا اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اسے بھی مزید ہدایات دی جا چکی ہوں۔“ — عمران نے کہا اور پھر بات ختم کرتے ہی اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر وائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ایکریمیں ا۔ مہسی“ — رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”سیکوری اسٹنٹ راحت علی سے بات کرائیں۔ میں اس کا دوست پرنس بول رہا ہوں“ — عمران نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہولڈ آن کریں“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ راحت علی بول رہا ہوں“ — چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”کیا فون محفوظ ہے راحت علی“ — عمران نے اس بار اصل توازن میں بات کرتے ہوئے کہا۔

کرا دیا گیا۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن اس ساری کارروائی کی وجہ“ — بلیک زیرو نے کہا۔

"وجہ وہی میرا نام"۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کا نام کیا مطلب“۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”میں نے پہلے یہ نہیں بتایا تھا کہ رابرٹ مرنی شاید مجھ سے واقف نہیں ہے اس لئے اسے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ فیاض کا رابطہ کس سے کرا رہا ہے لیکن یقیناً اس کی اطلاع ایکرمیا کے اعلیٰ حکام تک پہنچ گئی ہو گی اور وہ لوگ مجھ سے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس دونوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اگر انہوں نے سرجان آر نلڈ کو اغوا کیا ہے تو لازمی بات ہے کہ وہ گرےٹ لینڈ اور پاکیشیا کے اس سائنسی پراجیکٹ کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ہمارے دستان میں برحال ان کا سنٹر موجود ہے اور مشینری کی مدد سے برحال انہیں بھی یقین ہو گا کہ ہم فیاض کی کال سے اس سنٹر کا سراغ نہیں لگا سکتے لیکن اس کے باوجود انہیں وہم ہو گیا ہو گا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کسی نہ کسی طرح ہمارے دستان سنٹر کا سراغ لگا لے گی۔ چنانچہ انہوں نے گیم کھیلی اور فیاض کو بھی جنوبی ایکرمیا پہنچا کر رہا کر دیا۔ چنانچہ اب جب فیاض خود بتائے گا کہ وہ جنوبی ایکرمیا میں تھا تو ظاہر ہے اگر مجھے کسی قسم کا کوئی شک ہمارے دستان سنٹر کے بارے میں تھا تو وہ لاحالہ ختم ہو جائے گا۔ برحال اس سے اور کوئی فائدہ ہو نہ ہو اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ فیاض کی زندگی بچ گئی ہے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کی فکر تھی“ — عمران نے

”ہیلو ہیلو۔ علی عمران بول رہا ہوں۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”سلیمان بول رہا ہوں صاحب۔ اور۔۔۔۔۔ دو سری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”سلیمان۔ فون کا رابطہ سیش فون سے ختم کر دو۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب جی۔ اور۔۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے اور اینڈ آئل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”فرسٹ سیکرٹری کو اس انداز میں واپس بلوانے کا تو مطلب یہی ہے کہ آپ کا خیال درست ہے۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں اور اب مجھے اس سنٹر کو خود ٹریس کرنا پڑے گا کیونکہ یہ سنٹر پاکیشیا کے دفاع اور سلامتی کے خلاف بہت بڑا خطرہ ہے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن آپ اسے کیسے ٹریس کریں گے۔ جب حکومت بہادرستان اس سے لاعلم ہے تو پھر۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”اب اس کا سراغ بہادرستان میں ایکریمین سفارت خانے سے ہی ملے گا اور تو بظاہر کوئی صورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور

اس کے ساتھ ہی اس نے فون کا ریسور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”جولیا بول رہی ہوں۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دو سری طرف

”اوہ آپ۔ ایک منٹ۔۔۔۔۔ دو سری طرف سے کہا گیا اور لائن پر خاموشی چھا گئی۔

”ہیلو عمران صاحب۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد راحت علی کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا اب فون محفوظ ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”لیں سر۔ میں آپ کو خود فون کرنے ہی والا تھا کہ آپ کی کال آ گئی۔ فرسٹ سیکرٹری آدھا گھنٹہ پہلے ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے

ایکریسیا چلے گئے ہیں۔ وہ ایک ماہ کی جنگی رخصت پر گئے ہیں۔۔۔۔۔ راحت علی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے بھی یہی اطلاع ملی تھی اس لئے میں نے تمہیں کال کی تھی۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”پھر اب وہ پلاننگ تو ختم ہو گئی۔ اب تو یہی ہو سکتا ہے کہ میں باقاعدہ نگرانی کرتا رہوں کہ فائل کس آدمی تک پہنچائی جاتی ہے۔۔۔۔۔ راحت علی نے کہا۔

”نہیں۔ وہ فائل والا سلسلہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب کسی نگرانی کی ضرورت نہیں ہے البتہ تمہارا معاوضہ تمہیں ویسے ہی مل جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”تھینک یو سر۔۔۔۔۔ راحت علی کی مسرت بھری آواز سنائی دی اور عمران نے مسکراتے ہوئے ریسور رکھا اور پھر ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی

ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔

سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ایک شے“ — عمران نے مخصوص لمحے میں کہا۔

”نہیں سر“ — جولیا کا لہجہ یقیناً مودبانہ ہو گیا۔

”ہمدردستان میں ایکریمیا نے ایک خفیہ سائنسی سفر قائم کر رکھا ہے جسے سائنسی زبان میں سائنس سفر یا سائنس کہا جاتا ہے اس سفر سے پاکیشا کے دفاعی راز سائنسی طور پر چوری کئے جا رہے ہیں لیکن یہ سفر اس قدر خفیہ طور پر قائم کیا گیا ہے کہ اس کا علم حکومت ہمدردستان کو بھی نہیں ہے۔ میں اس کی موجودگی اور اس کے محل وقوع کے بارے میں حتمی رپورٹ چاہتا ہوں تاکہ پھر وہاں ٹیم بھیجی جاسکے۔ تم صالحہ کو ساتھ لے کر ہمدردستان جاؤ اور وہاں ایکریمین سفارت خانے سے اس سفر کا کلیو لگاؤ۔ ویسے غالب امکان ہے کہ یہ سفر ہمدردستان کے اس پھاڑی علاقے میں قائم کیا گیا ہو گا جو پاکیشا کے سرحدی علاقے ناشان سے ملحقہ ہے“ — عمران نے کہا۔

”نہیں سر“ — جولیا نے کہا۔

”فوری طور پر روانہ ہو جاؤ اور ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے اس سلسلے میں واضح رپورٹ چاہئے“ — عمران نے کہا۔

”ہم نے صرف سفر کو ٹریس کرنا ہے یا اس کے خلاف کوئی کارروائی بھی کرنی ہے“ — جولیا نے کہا۔

”جیس اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں ہوں۔ میں نے پہلے بتا دیا

ہے کہ تم نے اسے ٹریس کرنا ہے۔ اس کے خلاف کام کرنے کے لئے ٹیم بھیجی جائے گی“ — عمران نے کہا اور ریسور کپٹل پر رکھ دیا۔

”تو کیا آپ ساتھ نہیں جائیں گے جولیا اور صالحہ کے“ — بلیک زیرو نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”نہیں۔ میں آج رات فیاض سے مل کر کل ٹائیگر کو ساتھ لے کر ناشان جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ ٹائیگر وہاں کے مقامی بھرموں سے کوئی نہ کوئی کھوج آسانی سے نکال لے گا“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جولیا اور صالحہ کے ساتھ اگر صفدر اور تنویر کو بھی آپ بھیج دیتے تو میرا خیال ہے بہتر رہتا“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”تم غلط نہ کرو۔ یہ اکیلی جولیا پوری سیکرٹ سروس پر بھاری ہے پھر صالحہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ اس طرح وہ کھل کر کام کرے گی لیکن اگر صفدر کیپٹن کیل یا تنویر ساتھ ہوا تو پھر وہ پوری طرح ذمہ داری محسوس نہیں کرتی“ — عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو بھی احتیاطاً اٹھ کھڑا ہوا اور پھر عمران مڑ کر تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کر جلدی سے ڈی کھول دی اور دربان نے اندر موجود جولیا اور صالحہ کے دو بڑے بیک اٹھائے جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل کی پیمنٹ کی اور پھر وہ دونوں مین گیٹ کی طرف بڑھ گئیں۔ ہوٹل کا ہال انتہائی جدید اور شاندار انداز میں سجایا ہوا تھا اور کاؤنٹر بھی بچہ و سبب و عریض تھا۔ وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئیں اور چند لمحوں بعد انہیں چوتھی منزل پر دو کمرے مل گئے اور وہ دونوں لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل کے کمروں میں پہنچ گئیں۔

”تم اپنے کمرے میں سامان رکھو اگر میرے پاس آ جاؤ۔“ جولیا نے صالحہ سے کہا اور صالحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد صالحہ اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔

”ہاں اب بتاؤ کس طرح کام کرنا ہے۔“ صالحہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”چیف نے ایک لائن آف ایکشن تو دی ہے کہ کلیو یہاں کے انکریمن سفارت خانے سے ملے گا۔ اب سوچنا یہ ہے کہ وہاں سے کلیو کیسے حاصل کیا جائے۔ ظاہر ہے اب ہم جا کر انکو اجازت کرنے سے تو رہے۔“ جولیا نے کہا اور صالحہ بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

”تمساری بات درست ہے لیکن ہمیں سرنال پکنہ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اب یہاں بیٹھ کر کہیں ہانکنے سے تو کلیو نہیں مل سکتا۔“

صالحہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے رسیور اٹھایا اور دو نمبر پر ریس کر دیئے۔ یہ سروس روم کے نمبر

بہادرستان کے دارالحکومت میں واقع ہوٹل آستان نیا تعمیر کیا گیا تھا اور سہولیات اور شینڈرڈ کے لحاظ سے وہ کسی بھی ترقی یافتہ ملک کے ہوٹل سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ بارہ منزلہ شاندار عمارت کا طرز تعمیر انتہائی انوکھا، شاندار اور دلکش تھا ٹیکسی ہوٹل کے کپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہو کر سیدھی اس کے مین گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر جولیا اور صالحہ بیٹھی ہوئی تھیں وہ پاکیشا سے ابھی بہادرستان پہنچی تھیں اور ایئر پورٹ سے سیدھی اس ہوٹل میں آئی تھیں۔ مین گیٹ کے سامنے جا کر جیسے ہی ٹیکسی رکی وہاں موجود دو باوردی سرخ و سفید رنگ اور اونچے لمبے قد کے دربان تیزی سے آگے بڑھے اور ان میں سے ایک نے جلدی سے عقبی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ جولیا اور اس کے پیچھے صالحہ بھی نیچے اتر آئی جبکہ دوسرا دربان کار کے عقب میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے نیچے اتر

سرت کے تاثرات پھیل گئے شاید یہ ٹپ اس کی توقع سے کہیں زیادہ تھی اس لئے وہ خاصا خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے نوٹ کو جب میں رکھتے ہوئے بڑے مہذبہ انداز میں جولیہ کا شکریہ ادا کیا۔

”کیا یہاں انگریزین سفارت خانے کے لوگ بھی آتے ہیں۔“ جولیہ نے بڑے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

”ہیسن۔ سفارت خانے کے سب لوگ ہمارے ہوٹل ہی آتے ہیں حتیٰ کہ محترم سفیر صاحب بھی تشریف لاتے ہیں اور سفارت خانے کی طرف سے تمام پارٹیاں بھی ہمارے ہوٹل میں ہی دی جاتی ہیں۔“ ہیرے نے بڑے مہذبہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہم نے یہاں سے انگریز یا جانا ہے اس لئے پوچھ رہی تھی اگر کوئی ایسی ٹپ مل جائے جس سے ہمارا کام آسان ہو جائے تو۔“ جولیہ نے کہا اور جب سے ایک اور نوٹ نکال کر ہیرے کی طرف بڑھا دیا۔

”شکریہ مس۔ لیکن آپ کس کام کی بات کر رہی ہیں۔“ ہیرے نے سرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”کسی بھی قسم کا کام ہو سکتا ہے۔“ جولیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مس یہ لوگ بہت روکھے پھیکے سے ہوتے ہیں سلام کرو تو جواب تک نہیں دیتے ہم مقامی لوگوں کے ساتھ تو ان کا رویہ کچھ زیادہ دوستانہ بھی نہیں ہوتا لیکن ہمارے ہوٹل کی اسٹنٹ مینجر مس گرینا

تھے جو انہیں پہلے ہی بتا دیئے گئے تھے۔

”سروس روم۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی

دی۔

”دو ہاٹ کافی بھجوا دیجئے۔“ جولیہ نے اپنے کمرے کا نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ اسے منزل بتانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر منزل کے لئے علیحدہ سروس روم بنایا گیا تھا۔

”ہیسن مس۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور جولیہ نے شکریہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”پہلے کافی پی لیں پھر سوچیں گے۔“ جولیہ نے رسیور رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس ہوٹل کے ہال میں تو میں نے انگریزی ہی بھرے ہوئے دیکھے ہیں ہو سکتا ہے کہ انگریزین سفارت خانے کے لوگ بھی یہاں آتے ہوں۔“ صالحہ نے کہا تو جولیہ چونک پڑی۔

”اوہ گڈ آئیڈیا۔ واقعی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“ جولیہ نے کہا اسی لمحے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

”ہیسن کم ان۔“ جولیہ نے کہا تو دروازہ کھلا اور ایک وینڈر اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں ہاٹ کافی کا سامان موجود تھا اس نے بڑے مہذبہ انداز میں ہاٹ کافی کے برتن ان دونوں کے درمیان موجود میز پر رکھے تو جولیہ نے جیکٹ کی جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر وینڈر کے ہاتھ میں دے دیا تو وینڈر کے چہرے پر یلکھت استہائی

ہیں مس گرٹا۔۔۔ جولیا نے جواب دیا تو چند لمحوں بعد دروازہ کھلا

کمرے سے باہر چلا گیا اس دوران صالحہ نے ہاٹ کافی کی دو پیالیاں تیار

اور دروازے پر ایک نوجوان انگریز لباس میں کھڑی نظر آنے لگی۔ وہ حیرت بھری نظروں سے جولیا اور صالحہ کو دیکھ رہی تھی۔
”کیا آپ ہمیں اندر آنے کے لئے نہیں کہیں گی؟“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ سوری۔ دراصل حیرت کی وجہ سے میں سن سی ہو گئی تھی آئیے تشریف لائیے۔“ لڑکی نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور ایک طرف ہٹ گئی۔ جولیا اور صالحہ دونوں اندر داخل ہوئیں تو گرٹا نے دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا اور پھر وہ ان دونوں کو انتہائی شاندار انداز میں سچے ہوئے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔
”بہت شاندار فلیٹ ہے۔“ جولیا نے کہا تو گرٹا بے اختیار مسکرا دی۔

”آپ مجھے سوئس لگتی ہیں جبکہ آپ کی ساتھی شاید۔“ گرٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ان کا تعلق کافرستان سے ہے۔ ان کا نام صالحہ ہے اور میں واقعی سوئس ہوں۔ میرا نام جولیا ہے۔“ جولیا نے باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا تو گرٹا نے بڑے گرجوشانہ انداز میں ان سے مصافحہ کیا۔

”پہلے یہ بتائیں کہ آپ کیا پتا پسند کریں گی؟“ گرٹا نے کہا۔
”کچھ نہیں۔ ہم ابھی ہوٹل سے ہی سیدھی آ رہی ہیں ہوٹل آستان سے۔ جہاں آپ اسٹنٹ میجر ہیں ہم آج ہی ہماورستان پہنچی

ہیں۔“ جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”اوہ اچھا تو آپ ہمارے ہی ہوٹل میں ٹھہری ہوئی ہیں لیکن آپ کو میرا پتہ کس نے دیا ہے اور آپ کی یہاں تشریف آوری کا کیا مقصد ہے۔ آپ نے اگر کوئی بات کرنی تھی تو آپ ہوٹل میں بھی کر سکتی تھیں۔ آپ ہماری مغز مسمان ہیں میں خود آپ کے کمرے میں حاضر ہو جاتی۔“ گرٹا نے کہا۔

”اسی تکلف سے بچنے کے لئے ہم نے ہوٹل میں ملاقات نہیں کی۔ آپ کے بارے میں ہمیں ہوٹل کے ہی ایک آدمی سے معلوم ہوا ہے۔ ہمارا مسئلہ انگریز سفارت خانے سے متعلق ہے اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ ہمارا مسئلہ حل کر سکتی ہیں۔ ہم اس کے لئے باقاعدہ معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔“ جولیا نے کہا تو گرٹا کے چہرے پر یقیناً اطمینان کے تاثرات ابھر آئے جیسے وہ ذہنی طور پر مطمئن ہو گئی ہو ورنہ پہلے اس کے چہرے اور آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمایاں نظر نہ آتے تھے۔

”اوہ۔ معاوضے کی کوئی بات نہیں آپ اب میرے پاس چل کر آئی گئی ہیں تو میری مسمان ہیں اب آپ کا مسئلہ حل کرنا تو مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔ آپ بتائیں مسئلہ کیا ہے۔“ گرٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مس گرٹا۔ یہاں ہماورستان میں حکومت انگریز کا ایک خفیہ سائنسی پراجیکٹ کام کر رہا ہے اس پراجیکٹ میں مس صالحہ کا بھائی کام

کرتا ہے پہلے وہ فون بھی کرتا رہتا تھا اور خط بھی بھیجتا رہتا تھا لیکن اب پچھلے چار پانچ ماہ سے نہ اس کا کوئی فون آیا ہے اور نہ ہی کوئی خط آیا ہے۔ مس صالحہ اپنے بھائی کے لئے سخت پریشان ہیں وہ پرائیویٹ نے سامک سنٹر کہا جاتا ہے انتہائی خفیہ ہے اس لئے جب مس صالحہ نے حکومت ہماورستان سے اس سلسلے میں رجوع کیا تو حکومت ہماورستان کی طرف سے انہیں جواب ملا کہ ایسا کوئی پرائیویٹ ہماورستان میں موجود ہی نہیں ہے اب یہ اور زیادہ پریشان ہو گئی ہیں کہ اسے کہاں تلاش کریں۔ میں نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ لامحالہ ہماورستان میں انکریمین سفارت خانے کے کسی نہ کسی آدمی کو اس بارے میں ضرور علم ہو گا اور چونکہ وہ ہمیں تو نہیں بتا سکتا اس لئے ہم آپ کے پاس آتی ہیں کہ آپ کسی نہ کسی طرح اس سنٹر کا پتہ معلوم کرا دیں تاکہ صالحہ وہاں اپنے بھائی سے رابطہ کر سکے یا کم از کم یہ تو معلوم ہو سکے کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ جولیانے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالی اور اسے درمیانی میز پر رکھ دیا۔ یہ ہماری مالیت کے ڈالروں کی گڈی تھی۔ گرٹا کی نظریں اس طرح نوٹوں سے چپک گئیں جیسے لوہا متناطیس سے چپک جاتا ہے۔

”یہ گڈی آپ کی ہو سکتی ہے بشرطیکہ آپ ہمارے ساتھ مکمل تعاون کریں۔۔۔۔۔ جولیانے کہا اور گڈی دوبارہ اٹھا کر اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لی۔

”مم۔ مم۔ مم۔ مگر یہ کام کون کر سکتا ہے۔ سفارت خانے میں کون ایسا ہے جو جانتا ہو گا۔ اب میں ویسے تو کسی سے پوچھنے سے رہی کیونکہ جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس لحاظ سے تو یہ ٹاپ سیکرٹ ہو گا۔“ گرٹا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ سوچنا آپ کا کام ہے لیکن یہ بتا دوں کہ کسی عام آدمی کو اس کے بارے میں علم نہیں ہو گا یقیناً فرسٹ سیکرٹری یا زیادہ سے زیادہ سیکنڈ سیکرٹری کی سطح کے آدمی کو اس کا علم ہو سکتا ہے۔“ جولیانے کہا۔

”سیکنڈ سیکرٹری گلبرٹ تو میرا بھرتی دوست ہے اور وہ یہاں ہے بھی طویل عرصے سے لیکن وہ تو انتہائی لالچی آدمی ہے اگر اسے معلوم بھی ہو گا تو وہ یقیناً ہماری معاوضہ لئے بغیر ہرگز نہیں بتائے گا۔“ گرٹا نے کہا تو جولیانے اختیار مسکرا دی۔

”معاوضے کی بات آپ چھوڑیں۔ کیا آپ گلبرٹ کو یہاں ابھی بلوا سکتی ہیں۔ یہاں فلیٹ میں۔ ہم اس سے خود سودا کر لیں گی البتہ آپ کا معاوضہ آپ کو ویسے ہی مل جائے گا۔“ جولیانے کہا۔

”ہاں۔ کیوں نہیں۔ وہ تو ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ وہ تو سر کے بل چل کر آ جائے گا لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ اسے اس بارے میں معلوم ہو۔“ گرٹا نے کہا۔

”اسے معلوم نہ ہو گا تو وہ ہمیں کوئی نہ کوئی ٹپ بہر حال دے دے گا۔ ایسی صورت میں بھی آپ کا معاوضہ بہر حال آپ کو مل جائے گا۔“

کا۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ پھر میں اسے بلاتی ہوں۔۔۔۔۔ گرٹا نے کہا اور ایک طرف

پڑا ہوا فون اٹھا کر اس نے سامنے والی میز پر رکھ دیا۔

”ایک منٹ۔۔۔۔۔ اسے ہرگز تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ ہم یہاں موجود ہیں۔

کیونکہ سفارت خانے کے لوگ اجنبیوں سے بے حد محتاط رہتے ہیں۔

آپ اپنے طور پر کوئی بھی بہانہ بنا کر اسے بلا لیں۔۔۔۔۔ جولیا نے

فون پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میں آپ کی بات سمجھ گئی ہوں۔۔۔۔۔ گرٹا نے

اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو جولیا نے فون سے ہاتھ ہٹا لیا۔ گرٹا

نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جولیا

نے خود ہی ہاتھ بیچا کر فون لاؤڈر کا مٹن پریس کر دیا تو گرٹا نے اثبات

میں سر ہٹا دیا۔

”ایکریمین ا۔۔۔۔۔ مبسی۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز

سنائی دی۔

”سینڈ سیکرٹری مسٹر گبرٹ سے بات کرائیں میں ان کی دوست

گرٹا بول رہی ہوں۔۔۔۔۔ گرٹا نے کہا۔

”وہ اپنی رہائش گاہ پر موجود ہیں۔ آپ وہاں براہ راست فون کر

لیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”وہاں کا نمبر دے دیں۔۔۔۔۔ گرٹا نے کہا تو دوسری طرف سے

ایک نمبر بتا دیا گیا۔ گرٹا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کریڈل دبا کر

اس نے دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی

لیکن لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ کوئی ملازم ہے۔

”گبرٹ سے بات کراؤ۔۔۔۔۔ میں ان کی دوست گرٹا بول رہی ہوں۔

ہوٹل آستان کی اسٹنٹ مینجر گرٹا۔۔۔۔۔ گرٹا نے کہا۔

”ہولڈ آن کریں مس۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں

کہا گیا۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

”گبرٹ۔۔۔۔۔ میں گرٹا بول رہی ہوں۔۔۔۔۔ گرٹا نے بے تکلفانہ

لہجے میں کہا۔

”اوہ تم۔۔۔۔۔ آج کیسے فون کیا۔ خیریت ہے۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے

بھی انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا لیکن لہجے میں حیرت کا عنصر

نمایا تھا۔

”ایک ماہ ہو گیا ہے تم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ آج جب میں

اپنے قلیٹ میں آئی تو اہم دیکھ رہی تھی کہ تمہاری تصویر نظر آگئی بس

کچھ نہ پوچھو۔ کیا دل کی حالت ہوئی۔ میں نے فوراً رسیور اٹھایا۔ تم

مجھے بھول ہی گئے ہو جبکہ دیکھو کہ میں تمہارے لئے کس طرح تڑپ

رہی ہوں۔۔۔۔۔ گرٹا نے بات کرتے ہوئے جولیا اور صالحہ کی طرف

بکچ کر مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا اور صالحہ دونوں بھی مسکرا دیں۔

”اوہ ڈیئر۔۔۔۔۔ تم بھلا بھلانے والی چیز ہو۔ میں دراصل ایک انتہائی

کچھ بتا دے گا اور ہم نے بھی صرف اس سے معلومات ہی لٹی ہیں اور کیا کہا ہے۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

”میری رقم تو مجھے دے دو۔۔۔“ گرٹا نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

”وہ بھی مل جائے گی۔ جب ہم نے وعدہ کر لیا ہے تو وعدہ نبھائیں گے بھی سہی۔“ جولیا نے کہا اور گرٹا نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ پھر تقریباً نصف کھٹے بعد کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی تو گرٹا نے اٹھ کر دیوار میں لگے ہوئے ہک سے لٹکا ہوا رسیور نکالا اور اس کا بٹن پریس کر دیا۔

”کون ہے۔۔۔“ گرٹا نے کہا۔

”گلبرٹ ہوں ڈیئر۔۔۔“ رسیور سے ہلکی سی آواز سنائی دی۔

”اوکے۔۔۔“ گرٹا نے کہا اور رسیور واپس ہک میں لٹکا کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ جولیا اور صالحہ وہیں بیٹھی رہیں۔ چند لمحوں بعد گرٹا کے ساتھ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ اندر آتے ہی جولیا اور صالحہ کو دیکھ کر بے اختیار ٹھک کر رک گیا۔

”آؤ۔ آؤ۔ یہ میری فریڈز ہیں۔ آؤ۔۔۔“ گرٹا نے اسے بازو

سے پکڑ کر اندر لے آتے ہوئے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

”مگر تم نے تو کہا تھا کہ تم یہاں اکیلی ہو۔۔۔“ گلبرٹ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اس کے چہرے پر ہلکی سی تنویر کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

ضروری کام سے انکریسیا چھٹی پر چلا گیا تھا کل واپسی ہوئی ہے اور ابھی فارغ ہو کر رہائش گاہ پر آیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ تم سے فوری طور پر ملاقات کس طرح ہو سکتی ہے کہ تمہاری کال آج ہی۔“ گلبرٹ نے جواب دیا اور جولیا اور صالحہ دونوں اس کے لہجے سے ہی سمجھ گئیں کہ وہ واقعی ماہر شکاری ہے۔ عورتوں کا شکاری۔

”اسے ہی تو کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ پھر آجاؤ پلیز۔ اب تو تمہارے بغیر کسی صورت بھی وقت نہیں گزرے گا۔۔۔“ گرٹا نے بڑے رومانٹک سے لہجے میں کہا۔

”لیکن کہاں۔ کیا ہو مل۔ جاؤں۔“ گلبرٹ نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

”ارے نہیں۔ یہاں میرے فلیٹ میں۔ فکوری فلیٹ ہے۔ تمہیں یقیناً پسند آئے گا۔ آسان پلازہ کا فلیٹ نمبر بارہ۔ فرسٹ سنوری۔“ گرٹا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ میں آرہا ہوں۔ بس ابھی پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور گرٹا نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”اوہ ابھی آجائے گا۔ میں نے کہا تھا کہ وہ سر کے بل چل کر آئے گا۔ لیکن اب آپ اس سے کیا بات کریں گی۔ وہ بڑا ہوشیار اور شاطر آدمی ہے۔۔۔“ گرٹا نے کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ جب دولت اسے نظر آئے گی تو پھر وہ خود ہی سب

تھا کہ ہماری مالیت کے نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک اُٹھی تھی۔

”آپ کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں؟“ گلبرٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ تشریف رکھیں۔ ہم آپ سے صرف چند منٹ لیں گی اور یہ بھی آپ کی مرضی ہے کہ آپ کچھ بتائیں یا نہ بتائیں۔ یہ تو صرف ایک سو دا ہے۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بیمو گلبرٹ پلیر۔“ گریٹا نے بھی منت بھرے لہجے میں کہا تو گلبرٹ ایک طویل سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ جولیا نے نوٹوں کی گڈیاں اس کے سامنے رکھ دیں۔

”مسٹر گلبرٹ۔ میری فرینڈ صالط کا بھائی میاں بہادرستان میں ایک میا کے ساسک سنٹر میں کام کرتا ہے۔“ جولیا نے گلبرٹ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہی ہیں آپ ساسک سنٹر؟“ گلبرٹ نے بری طرح چوکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اسے ساسک سنٹر ہی کہا جاتا ہے۔ اب یہ تو ہمیں معلوم نہیں کہ ساسک سنٹر کیا ہوتا ہے۔ بہر حال یہی اس کا نام ہے گذشتہ کئی ماہ سے صالط کے بھائی کا نہ ہی فون آیا ہے اور نہ خط جس سے ظاہر ہے فوری طور پر صالط کو سچید تشویش ہوئی ہے۔ میں سیاحت کی غرض سے افغانستان گئی ہوئی تھی۔ ویسے میرا تعلق سوئٹزرلینڈ سے ہے۔

”میرا نام جولیا نا ہے مسٹر گلبرٹ اور یہ میری فرینڈ ہے صالط۔ اس کا تعلق کافرستان سے ہے۔“ جولیا نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”میرا نام گلبرٹ ہے اور میں گریٹا کا دوست ہوں۔“ گلبرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

”سوری۔ ہم دونوں کو الٹی ہے اس لئے ہم مصافحہ نہیں کر سکتیں۔ تشریف رکھیے۔“ جولیا نے کہا تو گلبرٹ نے ہونٹ بھیچتے ہوئے ایک جھٹکے سے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ اس کے چہرے پر یقیناً انتہائی ناگواراری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”مجھے اجازت دو گریٹا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ پھر ملاقات ہو گی۔“ گلبرٹ نے گریٹا سے مخاطب ہو کر کہا اور واپس مڑنے لگا۔

”ایک منٹ مسٹر گلبرٹ۔“ جولیا نے کہا تو گلبرٹ تیزی سے مڑا تو جولیا کے اشارے پر صالط نے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب سے انتہائی ہماری مالیت کے ڈالروں کی دو گڈیاں نکالیں اور جولیا کے ہاتھ میں دے دیں۔

”مسٹر گلبرٹ۔ یہ دونوں گڈیاں آپ کی ہو سکتی ہیں بشرطیکہ آپ مجھے ایک معمولی سی بات بتا دیں اور یہ بھی بتا دوں کہ آپ کا نام کبھی اور کہیں بھی سامنے نہیں آئے گا۔“ جولیا نے کہا تو گلبرٹ کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ لیکن جولیا نے دیکھ لیا

کافرستان میں میری صالحہ سے گہری دوستی ہو گئی جب اس نے مجھے اپنی پریشانی بتائی تو میں نے حکومت ہمدارستان کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا لیکن مجھے سچہ حیرت ہوئی کہ حکومت ہمدارستان نے ایسے کسی سفر کے وجود سے ہی سرے سے انکار کر دیا حالانکہ وہ سفر بحرال یمین موجود ہے۔ چنانچہ اس کی تلاش میں ہم دونوں آج ہی کافرستان سے یہاں پہنچی ہیں۔ ہم ہونٹ آستان میں ٹھہری ہیں اور وہیں سے ہمیں مس گرغا کی ٹپ ملی اور ہم یہاں آگئیں۔ مس گرغا نے آپ کے متعلق بتایا کہ آپ یہاں ایکربین سفارت خانے میں سیکنڈ سیکرٹری ہیں اور طویل عرصے سے ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ کو بحرال اس سفر کے بارے میں علم ہو گا۔ دولت میرے لئے کوئی پرابلم نہیں ہے مجھے صرف اپنی فرینڈ کی پریشانی دور کرنی ہے۔ اس لئے دو صورتیں ہیں یا تو آپ ہمیں اس سفر کا محل وقوع بتا دیں اور یہ دونوں گڈیاں آپ کی ہوں گی اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنا آپ کے لئے ممکن نہیں ہے تو پھر آپ صرف اتنا کر دیں کہ صالحہ کے بھائی کے بارے میں معلوم کر کے ہمیں بتا دیں کہ وہ خیریت سے ہے اور اس نے کیوں فون نہیں کیا۔ اس صورت میں بھی یہ دونوں گڈیاں آپ کی ہوں گی۔۔۔۔۔ جولیا نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو گلبرٹ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”آپ کا دوسرا کام ہو سکتا ہے۔ پہلا نہیں۔۔۔۔۔ گلبرٹ نے کہا۔

”دوسرا کون سا۔۔۔۔۔ جولیا نے چونک کر کہا۔

”یہی کہ میں آپ کی فرینڈ کے بھائی کے بارے میں وہاں سے معلومات اپنے طور پر حاصل کر کے بتا سکتا ہوں لیکن اس ٹاپ سیکرٹ سفر کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔۔۔۔۔ گلبرٹ نے جواب دیا۔

”لیکن مسٹر گلبرٹ۔ اس صورت میں آپ کو صالحہ کی بات اس کے بھائی سے فون پر کرانا ہوگی۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”ہمیں مس جولیا۔ ایسا تو کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے۔ وہ انتہائی خفیہ سفر ہے۔ وہاں سے کال کی تو جاسکتی ہے لیکن وہاں کسی صورت بھی کال نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔ گلبرٹ نے جواب دیا۔

”پھر آپ کیسے معلوم کریں گے۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”یہ میرا اپنا کام ہے۔ میرا وہاں رابطہ ہے میں معلوم کر لوں گا۔۔۔۔۔ گلبرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن ہماری تسلی کیسے ہوگی۔ معاف کیجئے گا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ ہمیں بس ویچے ہی تسلی دے دیں۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو گلبرٹ چند لمبے سوچتا رہا۔

”مس صالحہ کے بھائی کا کیا نام ہے اور وہ وہاں کیا کام کرتا ہے۔۔۔۔۔ گلبرٹ نے کہا۔

”ان کے بھائی کا نام صفدر ہے اور وہ اس سفر کے سپیڈر سے متعلق ہیں۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔ صالحہ مسلسل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

چہرے پر بے پناہ مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
 ”آئیے مس گرٹا۔ ہمیں دروازے تک تو چھوڑ دیجئے۔“ جولیا نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں۔ کیوں نہیں؟“ گرٹا نے مسکراتے ہوئے کہا اور
 پھر وہ ان دونوں کے ساتھ جیسے ہی کمرے سے باہر آئی جولیا نے جیکٹ
 کی اندرونی جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالی اور خاموشی سے گرٹا کے
 ہاتھ پر رکھ دی۔

”مید شکریہ“۔ گرٹا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور جولیا
 مسکرا دی۔ چند لمحوں بعد وہ فلیٹ کے دروازے سے باہر پہنچ چکی
 تھیں۔

”یہ کیا کیا تم نے اس سے وہیں سب کچھ پوچھ لیتا تھا؟“ صالط
 نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو جولیا بے اختیار مسکرا دی۔

”میرے ساتھ آجاؤ۔ جلدی“۔ جولیا نے کہا اور تیز حیرت قدم
 اٹھاتی وہ گیلری سے نکل کر مین گیٹ سے ہوتی ہوئی ایک سائیڈ پر بنے
 ہوئے گیٹ ہال میں پہنچ گئیں۔ یہ گیٹ ہال اس لئے بنایا گیا تھا کہ
 ملازم اور یہاں رہنے والا کوئی آدمی اگر کسی کو اپنے فلیٹ میں لے جانا
 پسند نہ کرے تو وہ یہاں اسے بٹھا کر اس سے گفتگو کر لے۔ گیٹ ہال
 میں کافی ساری میزوں پر عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے
 تھے۔ یہاں ایک چھوٹا سا رستوران بھی تھا جہاں سے سلمان
 خورو نوش سرو کیا جا رہا تھا جولیا ایک طرف رکھی ہوئی خالی میز کی

”جہاں تک میری معلومات ہیں وہاں ایک بھی آدمی ایشیائی نہیں
 ہے۔ پھر صالط کا بھائی وہاں کیسے ملازم ہو سکتا ہے؟“۔ گلبرٹ نے
 کہا۔

”جہاں مسئلہ مہارت کا درمیان میں آجائے وہاں اصول توڑ دیئے
 جاتے ہیں“۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کو شش کرتا ہوں کہ کسی طرح مس صالط کے
 بھائی کو ٹریس کر کے ان کی ملاقات مس صالط سے کرا دوں۔ لیکن حتمی
 وعدہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں انتہائی سخت سیکورٹی ہے“۔ گلبرٹ
 نے جواب دیا۔

”یہ کام کب تک ہو جائے گا؟“۔ جولیا نے پوچھا۔
 ”کم از کم ایک ہفتہ تو لگ جائے گا“۔ گلبرٹ نے جواب دیا۔
 ”ایک ہفتہ تو بہت زیادہ ہے“۔ جولیا نے کہا۔

”آپ کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس سنٹر کا کیا مسئلہ ہے یہ تو مجھے
 ان دنوں رقم کی ضرورت ہے اس لئے میں نے حامی بھری ہے ورنہ تو
 میں آپ کو صاف جواب دے دیتا کہ میں ایسے کسی سنٹر کے بارے میں
 کچھ نہیں جانتا“۔ گلبرٹ نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ پھر یہ رقم آپ رکھ لیں اور ہمیں اجازت
 دیں“۔ جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا اس کے اٹھتے ہی صالط بھی اٹھ
 کھڑی ہوئی جبکہ گلبرٹ نے بجلی کی سی تیزی سی میز پر رکھی ہوئی دونوں
 گڈیاں جھپٹیں اور جلدی سے انہیں جیبوں میں رکھ لیا۔ اس کے

طرف بیٹھ گئی۔ اس نے وہاں بیٹھنے ہی جب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا جو کسی ریسیور کنٹرول جتنا تھا اور اس کا ایک ٹیپن دیا کہ اس نے اسے کان سے لگا لیا۔ اسی لمحے ویٹر کے آنے پر صالحہ نے اسے جوس لانے کا کہہ دیا اور وہ سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

”یہ ڈکٹا فون ریسور ہے“ — صالحہ نے جولیا کی طرف دیکھتے ہو کما اور جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اوہ تو یہ بات ہے۔ تم واقعی پیرہین ہو“ — صالحہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ جولیا نے کوئی جواب نہ دیا وہ خاموش بیٹھی رہی۔

”کوئی بات ہوئی ہے“ — چند لمحوں بعد صالحہ نے جتنس بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے ویٹر کے دو گلاس لاکر ان کی میز پر رکھ دیئے اور واپس چلا گیا تو جولیا نے آلے کا ایک ٹیپن دیا اور اسے میز پر رکھ دیا۔

”گھر ڈارلنگ تمہاری وجہ سے میرا بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہے مجھے واقعی رقم کی شدید ضرورت تھی اور یہ رقم تو میری ضرورت سے کئی گنا زیادہ ہے“ — گلبرٹ کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور صالحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جولیا نے جوس کا گلاس اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا تھا۔

”لیکن ان پتھاریوں کا کام ہو جانا چاہئے گلبرٹ۔ ایسا نہ ہو کہ رقم واپس کرنی پڑے۔ یہ ہمارے ہونٹل میں غمری ہوئی ہیں اور اگر انہوں

نے چیف مینجر سے شکایت کر دی تو تم جانتے ہو کہ وہ ان معاملات میں کس قدر سخت ہے“ — گرسٹا کی آواز سنائی دی۔

”تم ٹھہر نہ کرو۔ اس سنٹر کا سیکورٹی انچارج میرا کلاس فیلو ہے اور دوست بھی۔ میں اسے فون کر کے اس سے سب کچھ پوچھ لوں گا۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے“ — گلبرٹ کی آواز سنائی دی۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ وہاں فون کیا ہی نہیں جاسکتا“۔ گرسٹا کی آواز سنائی دی۔

”میں نے درست کہا تھا۔ یہ تو سیکورٹی آفسیمرارشن نے مجھے ایک خاص نمبر دیا ہوا ہے۔ وہ بھی میری طرح تم جیسی خوبصورت لڑکیوں سے دوستی کا پیرہین شوقین ہے اور ہم اکثر اکٹھے ہی پروگرام بنا لیا کرتے ہیں“ — گلبرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے“ — گرسٹا کی اطمینان بھری آواز سنائی دی تو جولیا نے ہاتھ بڑھا کر آلے کا ٹیپن آف کر دیا اور اسے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ اس دوران انہوں نے جوس سپ کر لیا تھا اور گلاس خالی ہو چکے تھے۔

”اب کیا پروگرام ہے“ — صالحہ نے کہا۔

”میں نے اسی لئے وہاں ڈکٹا فون لگایا تھا اور خاموشی سے باہر آگئی تھی کہ میں سکرم میں چاہتی تھی کہ گلبرٹ کو واقعی اس بارے میں تفصیلات معلوم ہیں یا نہیں۔ گو میں نے سنٹر کے نام پر اس کی آنکھوں میں ابھر آنے والے تاثرات دیکھ لئے تھے لیکن اس کے باوجود میں

کیونکہ ہم نے جو کچھ گلبرٹ کو بتایا ہے وہ سب غلط ہے اور اگر اس نے وہاں رابطہ کر لیا تو اسے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے غلط بیانی کی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک غائب ہو جائے یا غائب کر دیا جائے۔“—— صالحہ نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ وہ یہاں گرٹا کے فلیٹ سے ہی فون کر سکتا ہے۔ اوکے۔“
 ”آؤ۔۔۔ جولیا نے کہا اور جیب سے نوٹ نکال کر اس نے گلاس کے نیچے رکھا اور پھر اٹھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی بیرونی گیٹ کی طرف مڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر بارہ نمبر فلیٹ کے دروازے پر موجود تھیں۔ جولیا نے کال ٹیل کاٹن پریس کر دیا۔

”کون ہے باہر؟“—— گرٹا کی تیز آواز سنائی دی۔
 ”میں جولیا ہوں گرٹا۔ آئی ایم سوری۔ تمہیں ڈسٹرب کر رہی ہوں۔ دراصل گلبرٹ کو صالحہ کے بھائی کے بارے میں ایک اہم بات بتانی بھول گئی تھی۔ اس لئے ہمیں واپس آنا پڑا ہے۔“—— جولیا نے جواب دیا۔

”اوہ اچھا۔ میں آ رہی ہوں۔“—— گرٹا نے جواب دیا۔
 ”میں گلبرٹ پر وار کروں گی۔ تم نے گرٹا کو سنبھانا ہے۔“ جولیا نے صالحہ سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا اور صالحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور گرٹا دروازے پر نظر آئی۔ اس کے جسم پر انتہائی مختصر سالباں تھا۔

”آؤ۔۔۔“ گرٹا نے مسکراتے ہوئے ایک طرف ہٹتے ہوئے

بہر حال چیف کو اطلاع دینے سے پہلے معاملات کو حتمی طور پر کنفرم کرنا چاہتی تھی اور اب معاملات کنفرم ہو گئے ہیں کہ نہ صرف گلبرٹ کو اس سنٹر کے بارے میں علم ہے بلکہ وہ اس کے سیکورٹی انچارج کو بھی جانتا ہے اور اسے اس سنٹر سے باہر بھی بلوا سکتا ہے۔ اب دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں چیف کو کال کر کے پوری تفصیل بتا دوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس گلبرٹ سے اس سنٹر کا محل وقوع معلوم کر کے پھر چیف کو کال کروں۔“—— جولیا نے کہا۔
 ”میرا خیال ہے کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔“—— صالحہ نے کہا۔

”مسئلہ صرف اتنا ہے کہ اب معلومات حاصل کرنے کے بعد اسے بہر حال ہلاک کرنا پڑے گا اور ساتھ ہی گرٹا کو بھی اور اس میرے کو معلوم ہے کہ ہم نے گرٹا کے بارے میں اس سے پوچھا تھا۔ اس صورت میں ایسا نہ کہ یہاں کی پولیس فوری طور پر حرکت میں آجائے اور ہم الٹا پھنس کر رہ جائیں۔“—— جولیا نے کہا۔

”ہم فوری طور پر ہوٹل چھوڑ دیں گے اور میک اپ کر کے کسی اور ہوٹل میں شفٹ ہو سکتی ہیں۔“—— صالحہ نے کہا۔

”میں دراصل یہ چاہتی ہوں کہ کسی طرح اس گلبرٹ کے ذریعے اس سیکورٹی آفیسر ان شین سے ملاقات کر لوں۔ اس سے مجھے جو معلومات ملیں گی وہ زیادہ تفصیلی ہوں گی۔“—— جولیا نے کہا۔

”لے چکر میں مت پڑو جولیا۔ جو کچھ چیف نے کہا ہے اتنا ہی کرو

کر دیا اور گلبٹ کا چہرہ مسخ ہو گیا اور اس کا آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جولیا مزی تو اس نے گرٹا کو فرش پر گرے ہوئے دیکھا۔ وہ بھی بے ہوش ہو چکی تھی۔

”کیس سے رسی ڈھونڈ لو۔ اب ان دونوں کو پابند ہونا پڑے گا۔“ جولیا نے کہا تو صالحہ سر ملاتی ہوئی مزی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد صالحہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ٹائیلون کی باریک سی رسی کا ایک ٹکچھا موجود تھا۔

”آؤ انہیں تھمیت کر ڈار تنگ روم میں لے جائیں۔ وہاں انہیں پابند ہیں۔ یہاں بیڈ روم میں تو میرے لئے ایک ایک لحد بھی گزارنا مشکل ہو رہا ہے۔“ جولیا نے کہا تو صالحہ بے اختیار مسکرا دی۔

”کیوں۔ وجہ۔“ صالحہ نے جان بوجھ کر شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر تمہیں یہ سب کچھ پسند ہے تو پھر ٹھیک ہے۔“ جولیا نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا تو صالحہ بے اختیار کھل کھلا کر فٹ پڑی۔

”تم جیسی مغربی ملک میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والی لڑکی کے خیالات سن کر مجھے واقعی حیرت ہوتی ہے کہ انسان اس حد تک بھی بدل سکتا ہے۔“ صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا اس دوران ان دونوں نے بیڈ پر بے ہوش پڑے ہوئے گلبٹ کو تھمیت کر نیچے فرش

کہا۔
”سوری فار ڈسٹرنس“۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اندر داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے صالحہ بھی اندر داخل ہوئی تو گرٹا نے دروازہ بند کر دیا۔

”ادھر بیڈ روم میں۔ ادھر ہے گلبٹ۔“ گرٹا نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔
”تو اسے باہر بلاؤ۔“ جولیا نے منہ پٹاتے ہوئے کہا۔

”ارے اب تم سے کیا پردہ ہے۔ آ جاؤ۔“ گرٹا نے ہنسنے ہوئے کہا اور پھر وہ قدم بدھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ جولیا اور صالحہ دونوں اس کے پیچھے بیڈ روم میں داخل ہوئیں تو گلبٹ بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر صرف چٹون تھی۔ اور وہ شراب کی بوتل منہ سے لگائے لہجے لہجے گھونٹ لینے میں مصروف تھا۔

”کیا ہوا مس جولیا اور مس صالحہ۔“ گلبٹ نے بیڈے اوباشانہ انداز میں کہا تو جولیا نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے شراب کی بوتل پکڑ لی۔

”کون سی شراب پی جا رہی ہے۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس کا بازو گھوما تو بوتل گلبٹ کے سر پر ایک دھماکے سے پڑی اور گلبٹ جو شاید شراب کا نام بتانے کے لئے منہ کھول رہا تھا چیخا ہوا بیڈ پر گرا۔ اسی لمحے جولیا کو عقب سے گرٹا کی چیخ سنائی دی تو جولیا نے بوتل کا دوسرا وار اٹھتے ہوئے گلبٹ کی کھوپڑی پر

پر پھینک دیا تھا۔ اس طرح جولیا نے گلبرٹ کا ہاتھ پکڑا جبکہ صالطہ نے گریٹا کا ہاتھ۔ اور پھر وہ دونوں ہی انہیں فرش پر تھمیتی ہوئیں بیزہ روم سے باہر لے آئیں۔

”یہ تبدیلی میرے ساتھیوں کی وجہ سے ہے صالطہ۔ تم نے اب تک دیکھ لیا ہو گا کہ ہمارے ساتھی کس حد تک پاکیزہ خیالات کے مالک ہیں۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تویر کے متعلق کیا خیال ہے۔“ صالطہ نے ایک بار پھر شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

”تویر کا کردار انتہائی پاکیزہ ہے۔ تم حیران ہو گی کہ میں نے آج تک تویر کی آنکھوں میں اپنے لئے شیطانی چمک نہیں دیکھی۔“ جولیا نے کہا تو صالطہ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو جولیا۔ واقعی یہ ساری ٹیم عام مردوں سے ہٹ کر ہے اب عمران زہدستی صفور کو میرے ساتھ اُلٹے کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے لیکن صفور کی نگاہوں میں میرے لئے ایسی ہی پاکیزگی ہے جیسی دوسرے ساتھیوں کی نظروں میں ہے۔ میں تو بعض اوقات یہ سوچ کر حیران ہو جاتی ہوں کہ آخر یہ لوگ کس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ انسان ہیں اور انسان بہر حال غلطیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے لیکن نجانے یہ لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔“ صالطہ نے گریٹا کو کرسی پر بٹھا کر باندھتے ہوئے کہا۔

”کردار کی یہ پاکیزگی دراصل چیف کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ چیف ٹیم

کے ممبروں کی بڑی سے بڑی غلطی معاف کر دیتا ہے لیکن کردار کا معمولی سے معمولی جھول بھی اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔“ جولیا نے گلبرٹ کو کرسی پر بٹھا کر اسے رسی سے باندھتے ہوئے جواب دیا۔

”خود چیف کی بھی سمجھ نہیں آتی۔ کیا یہ واقعی اسی دنیا کا باسی ہے یا یہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہے۔“ صالطہ نے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”کیوں۔ تمہیں یہ خیال کیسے آگیا۔“ جولیا نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

”چیف کبھی خود سامنے نہیں آتا۔ خود کہیں جاتا نہیں۔ کسی مشن میں شامل نہیں ہوتا۔ لیکن باخبر اس طرح رہتا ہے جیسے ہر لمحے ہر ممبر کے ساتھ رہتا ہو۔ آخر یہ سب کچھ وہ کیسے کر لیتا ہے۔ کم از کم ایک انسان تو مسلسل ایسا نہیں کر سکتا۔“ صالطہ نے بھی آخری کاٹھ لگا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”تمہاری بات درست ہے۔ چیف واقعی نہ سمجھ آنے والی شخصیت ہے اور صالطہ بعض اوقات تو میں سوچتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ پر خصوصی نظر کرم ہے کہ اس نے اس ملک میں چیف عمران اور دوسرے ساتھی پیدا کر دیئے ہیں ورنہ جس طرح اس ملک کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں نجانے اس ملک کا کیا حال ہوتا۔“ جولیا نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے گلبرٹ کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند

کہا۔

”صالحہ۔ جا کر کچن سے چمڑی اٹھا لاؤ اور ساتھ ہی مٹیوں اور نمک کے ڈبے بھی لے آنا۔ میں دیکھتی ہوں کہ گلاب میں کتنی قوت برداشت ہے۔“ جویا نے صالحہ سے کہا اور صالحہ سر ہلاتی ہوئی اٹھی اور تیزی سے مڑکیر وٹی دروازے کی طرف بیڑہ گئی۔

”تم یقین کرو کہ مجھے واقعی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں تو تمہیں ڈانچ دے رہا تھا۔ میں نے تو یہ سارا ڈرامہ بھاری رقم حاصل کرنے کے لئے کھیلا تھا ورنہ میرا کسی سائنسی سنٹر سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“ گلاب نے اب ایک اور پیڑہ بدلتے ہوئے کہا اور جویا مسکراتی ہوئی اٹھی اور اس نے اسے ساتھ پڑی ہوئی کرسی کو اٹھا کر گلاب کے سامنے کر دیا۔ یہ دیکھو۔ میں پہلے اسی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی ناں۔ میں نے جانے سے پہلے اس میں یہ انتہائی جدید ڈکٹا فون نصب کر دیا تھا یہ ڈکٹا فون اس قدر طاقتور ہے کہ اس پورے فلیٹ کے کسی کونے میں بھی اگر سرگوشی کی جائے یہ اسے کچھ کر لیتا ہے۔ یہ میں نے اسی لئے لگایا تھا اور ہم واپس اس لئے چلی گئی تھیں تاکہ میں یہ کنفرم کر سکوں کہ تمہیں واقعی اس بارے میں معلومات حاصل بھی ہیں یا تم صرف دولت کمانے کے لئے یہ کھیل کھیل رہے ہو اور یہ دیکھو یہ ڈکٹا فون کا ریسورس اس میں گفتگو شپ کرنے کا بھی جدید ترین سسٹم موجود ہے۔ تم نے ہمارے جانے کے بعد جو گفتگو کرنا کی ہے وہ اس میں ٹیپ شدہ موجود ہے اور ہمیں گفتگو سن کر ہی

کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب گلاب کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے تو جویا پیچھے ہٹ گئی۔

”او بیٹھو۔“ جویا نے کرسی پر بیٹھنے ہوئے کہا۔

”اس کرنا کو ہوش میں نہیں لانا۔“ صالحہ نے کرسی پر بیٹھنے ہوئے کہا۔

”اس کی کیا ضرورت ہے۔ جو کچھ ہم نے معلوم کرنا ہے وہ اس گلاب سے ہی معلوم کرنا ہے۔“ جویا نے کہا اور صالحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد گلاب کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں اور اس نے لاشعوری طور پر انھیں کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کھسکا کر رہ گیا۔

”تم نے یہ کیا کر دیا ہے۔ یہ مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ کون ہو تم۔ یہ۔ یہ۔“ گلاب نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مسٹر گلاب۔ اب تم ہمیں بتاؤ گے کہ ساسک سنٹر کا محل وقوع کیا ہے۔“ جویا نے کہا۔

”ساسک سنٹر۔ وہ کیا ہوتا ہے۔ مجھے کسی سنٹر کے بارے میں علم نہیں ہے اور سنو۔ میں انگریزین سفارت خانے کا سیکرٹری ہوں۔ تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔ میرے سامنے ہمارے بھارت کے اعلیٰ ترین حکام ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں چھوڑ دو مجھے اور اپنی جانیں بچا لو ورنہ میرے ساتھی ابھی یہاں آجائیں گے اور پھر تمہاری زندگی جیلوں میں سڑنے ہوئے گزر جائے گی۔“ گلاب نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے

واپس آنا پڑا ہے۔۔۔ جولیا نے کہا اور اس نے نہ صرف رسیور واپس جیکٹ کی جیب میں ڈال لیا بلکہ کرسی کی پشت پر لگا ہوا جدید ترین ڈسکا فون بٹن بھی اتار کر جیب میں ڈال لیا۔ اسی لمحے صالحہ اندر داخل ہوئی تو اس کے ایک ہاتھ میں ایک بڑا سا چاقو تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں شیشے کے دو ڈبے تھے جن میں ایک ڈبے میں نمک اور دوسرے میں سرخ مرچیں بھری ہوئی صاف نظر آرہی تھیں۔

”اب آخری موقع دے رہی ہوں تمہیں۔ اگر اپنی زندگی اور اپنا جسم بچانا چاہتے ہو تو اس سنٹر کے بارے میں تفصیل سے بتا دو ورنہ یہ فلیٹ ساؤنڈ پروف ہے اس لئے تمہاری چیخیں سننے والا بھی کوئی نہ ہو گا۔۔۔ جولیا نے سر دلیجے میں کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ یقین کرو۔ مجھے واقعی نہیں معلوم۔“ گلبرٹ نے کہا۔

”صالحہ اس کے دونوں بازوؤں پر اس طرح زخم ڈالو کہ خون نہ بے اور پھر ان زخموں میں سے ایک میں نمک اور دوسرے میں مرچیں بھر دو۔۔۔ جولیا نے سر دلیجے میں کہا۔

”لیکن ایسا زخم کیسے ڈالا جا سکتا ہے کہ اس سے خون نہ بے۔۔۔۔۔ صالحہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اے کٹ کہا جاتا ہے۔ چاقو کے پھل کو ذرا سا ٹیڑھا کر کے کٹ لگاؤ تو زخم ہو جائے گا لیکن اس میں سے روانی سے خون نہیں نکلے گا۔۔۔ جولیا نے اس طرح سمجھاتے ہوئے کہا جیسے اس نے مختلف

انداز کے زخم لگانے کی باقاعدہ ٹریننگ لے رکھی ہو اور صالحہ سر ہلاتی ہوئی آگے بڑھی۔

”تم یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم مجھ پر کیوں یقین نہیں کرتیں۔۔۔ گلبرٹ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے صالحہ کا چاقو والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ گلبرٹ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔

”گڈ صالحہ۔ ایسا ہی زخم دوسرے بازو پر لگا دو۔ شرت تو اس نے پہلے سے ہی اتاری ہوئی ہے۔ اس لئے اطمینان سے زخم لگ جائے گا۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالحہ کا ہاتھ ایک بار پھر گھوما اور اب تو کمرے میں جیسے جیچوں کا طوفان سا آگیا۔ گلبرٹ کے حلق سے اس قاتل سے چیخیں نکل رہی تھیں جیسے اس کے گلے میں چیخیں مارنے والی مشین نصب کر دی گئی ہو۔

”ارے ارے ابھی سے۔ ابھی تو صرف دو معمولی سے زخم لگے ہیں ابھی تو ان زخموں میں مرچیں اور نمک بھرا جائے گا اور ابھی ایسے ہی بے شمار زخم تمہارے پورے جسم پر لگائے جائیں گے۔“ جولیا نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔ جبکہ صالحہ نے خون آلود چاقو ایک طرف رکھا اور نمک والا ڈبہ اٹھالیا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ فار گاؤ سیک رک جاؤ۔“ گلبرٹ نے بے پناہ انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں اٹل کر باہر آگئی تھیں اور چہرہ اس طرح بڑک گیا تھا جیسے اس کے

ایکشن اس قدر شدید ہے۔ شاید یہ بھی کوئی بیماری ہوگی۔ بہرحال پانی ڈالو اس پر۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں مرجائے۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالط نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے دونوں زخموں پر پانی کی دھار ڈالنا شروع کر دی۔ تقریباً آدھا جگ ڈالنے کے بعد اس نے کچھ پانی گلبٹ کے سر پر ڈالا تو گلبٹ نیکھت جھرجھری لے کر ہوش میں آ گیا۔ اس کے حلق سے چیخ سی نکلی لیکن چیخ میں پہلے جیسی شدت بہرحال نہ تھی۔

۳؎ سے پانی پلاؤ صالط۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالط نے پانی کا جب گلبٹ کے منہ سے لگا دیا اور گلبٹ اس طرح غٹا غٹ پانی پینے لگا جیسے صدیوں سے پیاسا رہا ہو۔ پھر صالط نے جب ایک طرف ہٹا لیا اور گلبٹ بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

”تمہاری یہ حالت بتا رہی ہے گلبٹ کہ تم تشدد برداشت نہیں کر سکتے اور ابھی تو تم پر تشدد ہوا ہی نہیں ایسے زخم تو بچہ معمولی ہوتے ہیں اس لئے تمہارے حق میں بہتری ہے کہ ہمیں تفصیل سے بتا دو۔ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں نہ صرف زندہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ جو رقم ہم نے تمہیں دی ہے وہ بھی تمہارے پاس رہے گی اور تمہارا نام بھی کبھی سامنے نہیں آئے گا ورنہ۔۔۔۔۔“ جولیا نے کہا۔

”تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہی ہو۔ تم کون ہو۔ کیا تم غیر ملکی ایجنٹ ہو۔۔۔۔۔ گلبٹ نے رک رک کر کہا۔

”نہ ہی ہم ایجنٹ ہیں اور نہ ہمارا اس سفر سے کوئی تعلق ہے۔

پورے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے گئے ہوں۔

”حیرت ہے۔ صرف دو معمولی سے زخموں نے تمہاری یہ حالت کر دی ہے۔ کیسے محروم ہو تم۔۔۔۔۔“ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ چوری کھانے والے بچتوں ہیں جولیا۔ خون دینے والے نہیں ہیں۔۔۔۔۔ صالط نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بتانا ہوں۔ پلیز رک جاؤ۔ ان زخموں پر کوئی دوا ڈالو۔ اوہ۔ اوہ۔ فار گاؤ سیک۔ ورنہ میں مرجاؤں گا۔۔۔۔۔ گلبٹ نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

”ان زخموں پر پانی ڈال دو صالط۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا تو صالط نے نمک کا ڈبہ واپس کرسی پر رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔ اب گلبٹ نے مسلسل دائیں بائیں سر مارنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی حالت انتہائی تیز سے مزید بگڑتی چلی جا رہی تھی۔ جولیا کے چہرے پر اس کی یہ حالت دیکھ کر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن ظاہر ہے وہ کیا کر سکتی تھی اس لئے خاموش بیٹھی رہی اور پھر گلبٹ کی گردن ایک طرف کو ڈھنک گئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسی لمحے صالط کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا ایک جگ موجود تھا۔

”کیا ہوا اسے۔ بے ہوش ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ صالط نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے پہلا آدمی دیکھا ہے جس کا معمولی سی تکلیف میں ری

ہمارا تعلق ایک ایسی عظیم سے ہے جو معلومات فروخت کرتی ہے ہم اس عظیم کے لئے کام کرتی ہیں۔ ہم تم سے معلومات لے کر اپنی عظیم کے ہیڈ کوارٹر بھجوا دیں گی۔ ہماری عظیم یہ معلومات آگے فروخت کر دے گی اور بس۔ کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ یہ معلومات کہاں سے حاصل کی گئیں اور کس سے حاصل کی گئی ہیں۔“ جولیا نے کہا۔
 ”کیا تم وعدہ کرتی ہو کہ تم مجھے جان سے نہیں مارو گی۔“ گلبرٹ نے خوفزدہ لبے میں کہا۔

”میں اپنی بات دوہرانے کی قائل نہیں ہوں گلبرٹ۔ میں تو تمہیں ایک چانس دے رہی ہوں ورنہ صاف اپنا کام شروع کر دے گی اور پھر تمہاری زبان خود بخود سب کچھ بول دے گی۔“ جولیا نے خراتے ہوئے کہا۔

”سنو میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ انیکہ میا کا یہ سائنسی سنٹر بہادرستان کے ضلع کوچک میں ویران پہاڑیوں کے اندر ہے۔ یہ پورا سنٹر زیر زمین بنایا گیا ہے۔ بظاہر تو یہ عام ویران سی پہاڑیاں ہیں لیکن اندر یہ سنٹر ہے اور اس کی چوکیوں پر انتہائی جدید ترین مشینیں لگی ہوئی ہیں جو اس طرح چمپا کر نصب کی گئی ہیں کہ اس کا احساس تک نہیں ہوتا ہے لیکن جیسے ہی کوئی آدمی اس مخصوص ایریے میں داخل ہوتا ہے اس سنٹر کے اندر اسے مارک کر لیا جاتا ہے اور اگر اس سے خطرہ محسوس ہو تو اچانک کسی چٹان کے پیچھے سے گولی چلتی ہے اور وہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کی لاش تک غائب ہو جاتی ہے۔ ایسی

مشین تھیں حتیٰ کہ میزائل تک ارد گرد کی پہاڑیوں میں چپے ہوئے موجود رہتے ہیں اور یہ سسٹم چوبیس گھنٹے کام کرتا ہے۔“ گلبرٹ نے کہا۔

”پورا محل وقوع بتاؤ۔ ضلع کوچک تو وسیع علاقہ ہو گا۔“ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں ایک ہار سیکورٹی ایفیر مارش کے ساتھ گیا تھا۔ مارش نے مجھے ایک خصوصی سرخ رنگ کا چمکدار سا کارڈ دیا تھا جو مجھے اپنے کوٹ کی بیرونی جیب پر لگانا پڑا تھا۔ مارش نے بتایا تھا کہ اس کارڈ کی وجہ سے مجھے مشینیں چیک نہیں کریں گی ہم دارالحکومت سے پہلے واقف شرکے تھے اور پھر واقف سے ہم ضلع کوچک میں داخل ہو گئے تھے۔ پھر ایک چھوٹا سا شر آیا تھا جس کا نام واصل تھا۔ اس واصل سے ویران پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ ہم اس پہاڑی علاقے میں بلندی پر موجود ایک پہاڑی گاؤں تالان پہنچے تھے۔ تالان سے پھر شمال مشرق کی طرف جیب پر آگے بڑھ گئے تھے اور سڑک اوپر چوٹی کی طرف جا رہی تھی لیکن تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ہم ایک جگہ پہنچے تھے جہاں سے سائیڈ پر سڑک جا رہی تھی یہاں ایک پرانی سی عمارت ہے۔ میرے پوچھنے پر مارش نے بتایا تھا کہ یہ کوئی قدیم قلعہ ہے جو اب ختم ہو چکا ہے اور اب اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اسے سفید قلعہ کہتے ہیں اس سفید قلعے سے سڑک مڑ جاتی ہے اور نیچے وادی میں چلی جاتی ہے۔ یہ سارا علاقہ مکمل طور پر ویران ہے۔ یہاں نہ ہی کوئی گاؤں ہے اور نہ

تو مشین یہ نہیں بتائے گی کہ کال بمادرستان سے کی جا رہی ہے بلکہ مشین یہی بتائے گی کہ یہ کال جنوبی انیکرمیا سے کی جا رہی ہے اسی طرح اس سنٹر میں کال کے لئے جنوبی انیکرمیا کا نمبر رکھا گیا ہے۔ یہاں سے جنوبی انیکرمیا کا نمبر ملایا جائے گا لیکن کال اس سنٹر میں ہو گی۔“ گلبٹ نے جواب دیا۔

”کیا نمبر ہے؟“ جولیا نے پوچھا تو گلبٹ نے رابطہ نمبر اور پھر ایک نمبر بتا دیا۔

”صالحہ۔ فون اٹھا کر لاؤ۔“ جولیا نے صالحہ سے کہا تو صالحہ اٹھی اور ایک طرف موجود فون پیس اٹھا کر اس نے جولیا کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

”اب بھی وقت ہے سوچ لو۔ اگر تم نے غلط نمبر بتایا ہے تو صحیح نمبر بتا دو کیونکہ اگر اس نمبر پر مارش نے جواب نہ دیا تو میں تمہیں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کوئی مارشوں کی۔“ جولیا نے فراتے ہوئے کہا۔

”میں نے درست نمبر بتایا ہے۔ تم بے شک اس نمبر پر میری مارش سے بات کرو۔“ گلبٹ نے کہا۔

”تم مارش کو کیا کہو گے؟“ جولیا نے کہا۔

”میں اسے بتاؤں گا کہ میں انیکرمیا سے واپس آ گیا ہوں اور اس سے پوچھوں گا کہ وہ اب کب دارالحکومت آ رہا ہے تاکہ جشن منایا جا سکے۔ وہ بھی میری طرح جشن منانے کا بیحد شوقین ہے۔“ گلبٹ نے جواب دیا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور اٹھایا اور

یہ کوئی آدمی نظر آیا۔ پھر وادی میں پہنچ کر مارش نے جیب روک دی اور جیب سے ایک آلہ نکال کر اس نے ایک بیڑی سی چٹان پر رکھا اور اس آلے کا ٹیٹن دبا دیا تو چٹان کسی صندوق کے ڈسکن کی طرح اوپر کو اٹھتی چلی گئی۔ آگے پختہ سڑک جا رہی تھی۔ اس سڑک کا اختتام بھی ایک پہاڑی چٹان پر ہوا۔ وہاں بھی اس نے اس آلے کو رکھ کر ٹیٹن دبا دیا تو یہ چٹان بھی پہلے کی طرح کھل گئی۔ یہاں سے نیچے میڑھیاں جاتی تھیں ہم میڑھیاں اتر کر ایک بیڑے کمرے میں پہنچے جہاں مسلح افراد موجود تھے۔ میں وہاں ایک روز رہا۔ وہاں انتہائی جدید ترین مشینیں نصب ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتی البتہ میں نے وہاں سے انیکرمیا میں اپنے بھائی سے فون پر بات چیت کی۔ پھر دوسرے روز اسی طرح ہم واپس آ گئے اور مارش نے مجھے چھوڑ دیا۔ بس مجھے اتنا ہی معلوم ہے۔“ گلبٹ نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مارش سے رابطہ تم کس فون نمبر پر کرتے ہو؟“ جولیا نے کہا۔

”جنوبی انیکرمیا کا نمبر ہے۔“ گلبٹ نے کہا۔

”جنوبی انیکرمیا کا نمبر کیا مطلب؟“ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”مارش نے مجھے بتایا تھا کہ اس سنٹر کا تعلق براہ راست جنوبی انیکرمیا سے رکھا گیا ہے تاکہ کسی کو اس سنٹر کے بارے میں علم نہ ہو سکے۔ یہاں سے کال کی جائے اور کسی مشین سے اسے چیک کیا جائے

رابطہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے پھر وہ نمبر ڈائل کیا جو گلبٹ نے بتایا تھا اور رسیور صالحہ کی طرف بچھا دیا۔ صالحہ نے رسیور اس کے ہاتھ سے لے کر سی پر بندھے بیٹھے گلبٹ کے کان سے لگا دیا جب کہ جو لیا نے لاؤڈر کا بٹن آن کر دیا۔ دوسری طرف کھٹی بیچے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

”ہیس“ — چند لمحوں بعد رسیور اٹھائے جانے کی آواز کے ساتھ ہی ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔

”سیکورٹی آفیسر مارٹن سے بات کراؤ۔ میں اس کا دوست پرنس رابرٹ بول رہا ہوں“ — گلبٹ نے کہا۔

”ہولڈ آن کریں“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

”ہیلو۔ مارٹن بول رہا ہوں“ — چند لمحوں بعد ایک دوسری آواز سنائی دی۔

”پرنس رابرٹ بول رہا ہوں مارٹن۔ میں اٹیکر میا سے واپس آیا ہوں میں نے سوچا کہ تمہیں اطلاع کر دوں“ — گلبٹ نے کہا۔

”اچھا۔ کب آئے ہو“ — مارٹن نے کہا۔

”دو روز ہوئے ہیں۔ پھر اب کب آ رہے ہو جشن منانے کے لئے“ — گلبٹ نے کہا۔

”فی الحال ممکن نہیں ہے“ — مارٹن نے جواب دیا۔

”کیوں۔ کیا ہوا“ — گلبٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہیڈ کوارٹر سے انتہائی سخت آرڈر آئے ہیں۔ سنٹر سے تاحکم ثانی نہ کوئی باہر جاسکتا ہے اور نہ کوئی اندر آ سکتا ہے“ — مارٹن نے جواب دیا۔

”وہ کیوں۔ کیا وجہ“ — گلبٹ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کچھ کام نہیں جاسکتا شاید کوئی خاص وجہ ہوگی۔ بہر حال فی الحال تو میں نہیں آ سکتا“ — مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تک یہ صورت حال رہے گی“ — گلبٹ نے کہا۔

”معلوم نہیں۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں“ — مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے ٹھیک ہے۔ پھر جب بھی اجازت ملے تم مجھے فون کر دینا“ — گلبٹ نے کہا۔

”ٹھیک ہے“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صالحہ نے اس کے کان سے رسیور ہٹا لیا۔

”اب تو تمہاری تسلی ہو گئی ہے“ — گلبٹ نے جواب دیا۔

”یہ پرنس رابرٹ کا کیا سلسلہ ہے“ — جو لیا نے پوچھا۔

”یہ کوڈ نام ہے۔ مارٹن نے یہی نام اپنے سنٹر کے کپیوٹر میں فیڈ کیا ہوا ہے تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے“ — گلبٹ نے جواب دیا تو جو لیا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”صالحہ۔ گلبٹ کو رہا کر دو“ — جو لیا نے کہا تو صالحہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک طرف رکھا ہوا خون آلود چاقو اٹھا لیا۔

”جلدی رساں کاٹو۔ میرا تو جسم سن ہو گیا ہے۔“ گھبرٹ نے سرت بھرے لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے صالو کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ گھبرٹ کے حلق سے نکلنے والی خوفناک اور کھٹک چخ سے گونج اٹھا۔ چاقو کا بڑا سا پھل اچانک اس کے سینے میں دسے تک اتر گیا تھا۔ گھبرٹ کے حلق سے دوسری چخ پوری طرح نہ نکل سکی اور اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں اور گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔

”گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ قتل کرنے میں تمہیں کافی مہارت حاصل ہے۔ ٹھیک دل میں چاقو اتارا ہے تم نے۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس جیسے عیاش اور شیطان صفت آدمی کے دل میں چاقو اتارتے ہوئے نہ جانے مجھے کیوں سرت سی ہوئی ہے جیسے میں نے اس دنیا میں موجود بے شمار شیطانوں میں سے ایک کا تو خاتمہ کر ہی دیا۔“ صالو نے ایک جھٹکے سے چاقو واپس کھینچنے ہوئے کہا۔

”اب اس گرٹا کا کیا کریں؟“ جولیا نے ہونٹ چپاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے اس کی شہ رگ میں چاقو اتار دیں اور پھر یہاں کے سلمان کو الٹ پلٹ دیں۔ یہاں موجود اپنی رقم کے ساتھ ساتھ مزید اگر رقم موجود ہو تو وہ بھی اٹھالیں۔ اس طرح یہی سمجھا جائے گا کہ یہاں کوئی واردات ہوئی ہے۔“ صالو نے کہا۔

”اور پھر ہمیں فوری طور پر ہوش چھوڑنا پڑے گا اور نہ صرف میک اپ تبدیل کرنا پڑے گا بلکہ لباس وغیرہ بھی درنہ خاصا مسئلہ بن جائے گا۔“ جولیا نے ہونٹ جھینچتے ہوئے کہا۔

”یہاں سے چارٹرڈ سروس نہیں مل سکتی۔“ صالو نے کہا تو جولیا چونک پڑی۔

”ارے ہاں۔ ٹھیک ہے۔ ہم فوری طور پر چارٹرڈ سروس سے یہاں سے نکل سکتی ہیں۔ اوکے ٹھیک ہے ڈن۔“ جولیا نے کہا تو صالو نے آگے بڑھ کر بڑی سفاکی سے مسلسل بے ہوش گرٹا کی گردن میں چاقو اتار دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں خاموشی سے قلیٹ سے نکلیں اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

ایک بھی جبری نہ تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سرخ سی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نوجوان آدمی نے سر پر سفید بالوں کی دگ لگا رکھی ہو۔ بخنویں بھی سفید تھیں اور بڑی بڑی مونچھیں بھی سفید تھیں۔ وہ اس طرح بیٹھا ہوا تھا جیسے کوئی شہنشاہ اپنے مفتوحہ علاقے کا جائزہ لے رہا ہو۔ عمران اور ٹائیگر جیسے ہی ہال میں داخل ہوئے اس آدمی نے انہیں دیکھا اور پھر وہ واضح طور پر چونک پڑا۔ اس کی نظریں ان دونوں پر جیسے جم سی گئی تھیں۔ ٹائیگر آگے تھا اور عمران اس کے پیچھے۔ ٹائیگر اور عمران دونوں کے جسموں پر سیاہ چمڑے کی جیکٹیں تھیں۔ ٹائیگر نے اپنے گلے میں گہرے زرد رنگ کا رومال بھی باندھا ہوا تھا۔ ٹائیگر تو اپنی اصل شکل میں تھا لیکن عمران نے میک اپ کر رکھا تھا اور یہ میک اپ عام سے آدمی کا تھا۔ اس سے کوئی خاص تاثر نہ ابھرتا تھا۔

”تم دادا گل جان ہو“۔ ٹائیگر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر اس سفید بالوں والے سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا لمبہ خاصا کثرت تھا۔

”ہاں۔ اور تم کون ہو۔ میں نے پہلے تو تمہیں یہاں کبھی نہیں دیکھا“۔ اس آدمی نے ٹائیگر اور عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے لمبے میں بے پناہ کرنٹلی تھی۔

”ہم دارالحکومت سے آئے ہیں اور ہمیں بادشاہ خان نے بھیجا ہے“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”مکون بادشاہ خان“۔ دادا نے منہ پٹاتے ہوئے بڑے عقارت بھرے لمبے میں کہا۔

عمران اور ٹائیگر ناشن کے ایک تنگ سے بازار میں سے گزرتے ہوئے ایک چھوٹے سے ہوٹل کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ پر ناشن ہوٹل کا بڑا سا بورڈ موجود تھا۔ جس کے آدھے سے زیادہ حروف اجداد زمانہ کی وجہ سے صاف ہو چکے تھے۔ ہال تنگ اور گلی نماسا تھا جو آگے جا کر قدرے مڑ جاتا تھا لیکن وہاں بیٹھنے والوں کا رش اس قدر تھا کہ یوں لگتا تھا جیسے اس ہوٹل میں چیزیں مفت ملتی ہوں ایک طرف ایک بڑا سا کاؤنٹر تھا جو کسی مشروبات ساز کمپنی نے شاید کسی زمانے میں بنوا کر دیا تھا کیونکہ اس پر بھی اس کمپنی کا اشتہار آدھے سے زیادہ مٹ چکا تھا اور کاؤنٹر کے سامنے کے حصے میں جگہ فنگہ بڑے بڑے سے سوراخ نظر آ رہے تھے۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک آدمی ایک اونچے سٹول پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سر کے بال برف کی طرح سفید تھے لیکن چہرہ نوجوانوں سے بھی زیادہ روشن اور سرخ و سفید تھا۔ پورے چہرے پر

کلاؤٹ اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی جس کا نام فیاض تھا اغوا کیا۔ ہم نے صرف یہ پوچھا ہے کہ انہیں تم نے کہاں پہنچایا ہے۔“ ٹائیگر نے پاٹ لہجے میں کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میرے آدمیوں نے نہیں۔ میرے آدمی اس قسم کا کوئی کام نہیں کرتے۔“ دادا نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”اداکاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے دادا۔ بادشاہ خان کو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کسی عام آدمی کو کلاؤٹ نہیں دیا کرتا۔ مجھے پوری طرح معلوم ہے کہ یہ کام تم نے کیا ہے اور بادشاہ خان کے کلاؤٹ کے بعد تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔“ ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا۔

”تم کون ہو۔ سرکاری آدمی ہو۔“ دادا نے ہونٹ ہنچتے ہوئے کہا۔

”سرکاری آدمی اس طرح کلاؤٹ لے کر نہیں آیا کرتے۔ وہ تمہیں ویسے ہی اٹھا کر لے جاتے اور تمہاری گردن میں ڈنڈا اور رسی ڈال کر تم سے سب کچھ اگوا لیتے۔ یہ دیکھ لو کہ دارالحکومت میں بادشاہ خان جیسے آدمی کو بھی ہمیں کلاؤٹ دینا پڑا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”تم کیا جاننا چاہتے ہو۔“ تفصیل بتاؤ۔“ دادا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”وہی جو میں نے پہلے پوچھا ہے اور یہ بھی سن لو کہ ہم بادشاہ خان کی وجہ سے اس طرح تم سے ملے ہیں اور تم سے باتیں ہو رہی ہیں

”راج پورے کا بادشاہ خان۔“ ٹائیگر نے جواب دیا تو دادا بکھٹ اچھل کر شول سے نیچے اتر آیا۔ اس کے چہرے پر استغاثی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کیا ثبوت ہے تمہارے پاس۔“ دادا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے جیب سے ایک کلاؤٹ نکالا جو تہہ شدہ تھا اور دادا کی طرف بڑھا دیا۔ دادا نے کلاؤٹ کھولا اور اسے غور سے دیکھ کر اس نے ایک طویل سانس لیا اور پھر کلاؤٹ دوبارہ تہہ کر کے اس نے اسے کلاؤٹر کے نچلے خانے میں رکھ دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم میرے مسمان ہو۔ آؤ ادھر میرے ساتھ۔“ دادا نے کلاؤٹر سے باہر آتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ساتھ ہی پتلی سی گلی میں مڑ گیا۔ ٹائیگر اور عمران اس کے پیچھے چل پڑے۔ آگے جا کر کلاؤٹ کی پرانی سی سیڑھی اوپر جا رہی تھی جس کا انتظام ایک بند دروازے پر ہو رہا تھا۔ دادا اس سیڑھی پر چڑھ کر اوپر گیا اور اس نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ ٹائیگر اور عمران اس کے پیچھے بیڑھیاں چڑھتے ہوئے کمرے میں پہنچ گئے۔ کمرہ خاصا بڑا اور کھلا تھا اور اس میں ایک میز اور چھ کرسیاں بھی موجود تھیں۔

”بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ میں مسمانوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ دادا نے کرسیوں کا طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اب

اس کا لہجہ پہلے کی نسبت سید نرم ہو گیا تھا۔
 ”تمہارے آدمیوں نے دارالحکومت کے کلاؤٹ ہوٹل کے مالک

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں ان دونوں کو اغوا کرنے کا بھی شہباز خان نے ہی کہا تھا“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ خود تو اس قسم کے کام نہیں کرتا۔ وہ تو صرف پارٹیاں پھنساتا ہے“ — دادا نے جواب دیا۔

”اس کام کے لئے اس نے کوئی پارٹی پھنکائی تھی“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”مجھے کیا معلوم۔ شہباز خان سے پوچھو“ — دادا نے کہا۔

”سنو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کام کرنے سے پہلے اس پارٹی کو چیک کرتے ہو۔ اس لئے تمہیں معلوم ہو گا کہ یہ کام شہباز خان کو کس پارٹی نے دیا تھا۔ جب میں نے کہہ دیا ہے کہ بادشاہ خان کے کانڈ کے بعد تمہیں کسی طرح بھی نہیں ڈرنا چاہئے تو پھر تم کیوں ڈر رہے ہو“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”میں اس پارٹی کی تفصیل نہیں جانتا۔ ایک آدمی شہباز خان کے پاس آیا تھا۔ وہ ایک بھینس تھا اس کا نام جیکب تھا۔ وہ بہادرستان سے اکثر شہباز خان کے پاس آتا جاتا تھا“ — دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ جیکب کہاں رہتا ہے“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”بہادرستان کی پارٹی ہے۔ وہاں دارالحکومت میں اس نے ایکریہ میوں کے لئے خفیہ شراب خانہ بنایا ہوا ہے“ — دادا نے

دور نہ ہمیں حلق میں ہاتھ ڈال کر سب کچھ اگلوانا آتا ہے“ — ٹائیگر کا لہجہ پہلے سے زیادہ کڑھٹ ہو گیا۔

”تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ دادا گل جان کو اور اسی کی ہشک میں۔ اگر میں نے تمہیں مہمان نہ کہا ہوتا تو تم زندہ یہاں سے واپس نہ جاتے“ — دادا نے یلکھت فرماتے ہوئے کہا۔

”ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ اداکاری کی ضرورت نہیں ہے۔ صاف صاف بات کرو۔ انکار کرو تو زیادہ اچھا ہے۔ اس طرح ہم بادشاہ خان سے سرخرو ہو جائیں گے“ — ٹائیگر نے اسی طرح بے خوف لہجے میں کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے“ — دادا نے ایک بار پھر نرم پڑتے ہوئے کہا۔

”ناموں کو چھوڑو۔ جتنا ہمارے متعلق کم جانو گے اتنا ہی فائدہ میں رہو گے۔ بولو۔ کہاں پھنچایا تھا کاؤنٹ اور اس کے ساتھی کو“ — ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا۔

”شہباز خان نے کیا تھا ان دونوں کو“ — دادا نے کہا۔

”کہاں لے گیا تھا“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”اپنے ڈیرے پر۔ اس کا ڈیرہ گوگور میں ہے“ — دادا نے کہا۔

”شہباز خان یہاں ٹاشان میں کہاں رہتا ہے“ — ٹائیگر نے

پوچھا۔

”جہاں خان بازار میں اس کا ہوٹل ہے۔ شہباز ہوٹل“ — دادا

جواب دیا۔

”یہ شہباز خان میاں تمہارے پاس آجائے گا“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ نہیں آئے گا“ — دادا نے جواب دیا۔

”اس وقت وہ ہوٹل میں ہو گا“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”ہاں۔ وہ صرف اس وقت موگور جاتا ہے جب وہ کسی پارٹی کے لئے بندے لے کر جائے ورنہ وہ ہمیں ہوٹل میں ہی رہتا ہے۔“ — دادا نے جواب دیا۔

”اس کا حلیہ بتاؤ“ — عمران نے پہلی بار پوچھا تو دادا نے اس کا حلیہ بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں“ — عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور اسے دادا کے ہاتھ پر رکھ دی۔

”نہیں۔ بادشاہ خان کے کلفز کے بعد میں یہ نہیں لے سکتا۔“ — دادا نے ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

”یہ ہم اپنی مرضی سے دے رہے ہیں“ — ٹائیگر نے کہا تو دادا نے نہ صرف گڈی لے لی بلکہ اس نے اس بار بڑے مودبانہ انداز میں سلام بھی کیا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ چند لمحوں بعد عمران اور ٹائیگر ہوٹل سے باہر آ گئے۔

”اس شہباز خان سے معلوم ہو گا کہ اس نے کس کے کہنے پر یہ

کام کیا ہے“ — ٹائیگر نے کہا۔

”وہ تو دادا نے بتا دیا ہے کہ ہمارے ستان کے جیکب نے یہ کام کرایا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جہاں انہیں پہنچایا گیا ہے وہ جگہ ہم نے نہیں کئی ہے“ — عمران نے کہا۔

”یہ تو شاید وہی جیکب ہی بتا سکے گا“ — ٹائیگر نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ شہباز خان کا کوئی آدمی ساتھ گیا ہو“ — عمران نے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ناشان چونکہ چھوٹی سی جگہ تھی اس لئے وہ پیدل چلتے ہوئے تھوڑی دیر بعد شہباز ہوٹل پہنچ گئے۔ یہ بھی دادا کے سائل کا ہی ہوٹل تھا۔ تنگ و تاریک اور انتہائی غلیظ تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ دونوں ہوٹل کے اندر داخل ہوئے دو بڑی بڑی مچھلیوں والے آدمی ان کے سامنے دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے۔

”واپس جاؤ۔ یہ ہوٹل نہیں ممان خانہ ہے اور صرف ممان میاں آ سکتے ہیں“ — ان میں سے ایک نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہم بھی ممان ہیں شہباز خان کے۔ ہمیں دادا گل جان نے بھیجا ہے“ — ٹائیگر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”اوه اچھا۔ پھر ٹھیک ہے“ — دونوں نے مطمئن لہجے میں کہا اور ایک طرف ہٹ گئے۔

”شہباز خان کہاں ہے ہمیں وہاں لے چلو“ — ٹائیگر نے کہا۔

”جاؤ انہیں لے جاؤ۔ دادا نے بھیجا ہے تو خاص ہی آدمی ہوں گے“ — ایک نے دوسرے سے کہا۔

”آؤ“ اس نوجوان نے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر ایک سائیز پر راہداری سے گزر کر بیڑیاں اتر کر ایک اور راہداری میں لے آیا۔

”وہ سامنے دروازہ ہے خان کے دفتر کا“۔ اس نے راہداری کے آخر میں بند دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور واپس نہ گیا۔ عمران اور ٹائیگر دونوں اس دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھٹا چلا گیا اور ٹائیگر اندر داخل ہوا تو ایک لمبے قد اور انتہائی موٹے سے جسم کا آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس نے حقہ رکھا ہوا تھا اور حقے کی نے اس کے منہ میں تھی۔ دروازہ کھٹنے کی آواز سن کر اس نے سر اٹھایا اور دوسرے لمبے حقے کی نے اس کے منہ سے نکل گئی۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس کا حلیہ وہی تھا جو دادا نے بتایا تھا۔

”تمہارا نام شہباز خان ہے“۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر حرکت لیے میں کہا۔

”ہاں اور تم کون ہو۔ اور تم یہاں تک کیسے آ گئے میرے آدمیوں نے تمہیں روکا کیوں نہیں“۔ شہباز خان نے انتہائی حیرت بھرے لیے میں کہا۔

”ہمیں دادا گل جان نے بھیجا ہے“۔ ٹائیگر نے کہا تو شہباز خان کے چہرے پر اطمینان کی لہری دوڑ گئی۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ بات ہے۔ بیٹھو بیٹھو۔ بولو کیا کام ہے“۔ شہباز خان نے ہاتھ بڑھا کر نیچے گری ہوئی حقے کی نے اٹھائی اور اسے ہاتھ سے صاف کر کے دوبارہ منہ کے کونے میں دیا لیا۔

”تم نے دارا حکومت کے کاؤنٹ اور اس کے ساتھ ایک سرکاری آدمی کو دادا گل جان سے اغوا کرایا اور پھر تم ان دونوں کو اپنے ڈیرے کو گور لے گئے۔ اس کے بعد انہیں کہاں پہنچایا گیا ہے“۔ ٹائیگر نے اسی طرح کرخت لمبے میں کہا تو شہباز خان کا منہ ایک بار پھر حیرت سے کھل گیا اور حقے کی نے اس کے منہ سے نکل کر نکلی سمیت نیچے فرش پر جا گری۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا یہ بات تمہیں دادا نے بتائی ہے“۔ شہباز خان کے چہرے پر غصے کا لاڈ سا جل اٹھا تھا اور بڑی بڑی سیاہ مونچھیں بے اختیار پھڑپھڑانے لگی تھیں۔

”دادا نے یہ بتایا ہے کہ اس نے یہ کام تمہارے کہنے پر کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ تم نے یہ کام ہمارے ستان کے چیک کے کہنے پر کیا ہے۔ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ ان دونوں آدمیوں کو تم نے کہاں پہنچایا ہے“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”تم ہو کون۔ پہلے اپنے متعلق تو بتاؤ“۔ شہباز خان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”دارا حکومت کے بادشاہ خان کو جانتے ہو“۔ ٹائیگر نے کہا۔

”ہاں ہاں۔ کیوں نہیں جانتا۔ وہ تو ہمارا سردار ہے“۔ شہباز

آوازیں نکلنے لگی تھیں۔ عمران نے پیر کو واپس موڑ دیا تو شہباز خان کا چہرہ جس تیزی سے بگڑا تھا اسی تیزی سے بحال ہونے لگ گیا۔

”بولو کہاں گئے ہیں وہ دونوں۔ بولو ورنہ ایک ایک رگ چنچ جائے گی تمہاری“ — عمران نے غرات ہونے کہا۔

”وہ۔ وہ جیکب لے گیا تھا۔ دونوں کو جیکب لے گیا تھا“۔ شہباز خان نے رک رک کر کہا۔ اس کے بولنے کا انداز ایسے تھا جیسے وہ لاشعوری طور پر بول رہا ہو۔

”کہاں۔ جلدی بتاؤ“ — عمران نے پیر کو ذرا سا موڑتے ہوئے کہا۔

”مم۔ میرا ایک آدمی ساتھ گیا تھا۔ مجھے اس نے آکر بتایا تھا کہ وہ انہیں پہلے دارالحکومت لے گئے۔ وہاں سے ایک آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گیا یہ ایکری تھا پھر انہیں واقا شر لے جایا گیا۔ واقا سے ضلع کوچک میں داخل ہو کر ایک شر واصل پہنچے۔ واصل سے وہ ایک پہاڑی گاؤں تالان پہنچے۔ تالان سے میرے آدمی، جیکب اور اس کے ساتھیوں کو دوسری جیب میں واپس بھیج دیا گیا اور وہ ایکری انہیں لے کر آگے چلا گیا۔ بس مجھے اتنا ہی معلوم ہے اور مجھے کچھ معلوم نہیں ہے“ — شہباز خان نے رک رک کر تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے پیر کو ایک جھکے سے موڑ دیا اور دوسرے لمحے شہباز خان کے حلق سے ہلکی سی خراخراہٹ نکلی اور اس کی آنکھیں بے نور ہوتی چلا گئیں۔

خان نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اس کا کانفہ ہم نے دادا کو دیا تھا“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”میرے لئے کانفہ لے آئے ہو“ — شہباز خان نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”ہمیں تمہارے متعلق علم ہی نہ تھا ورنہ تمہارے لئے بھی کانفہ لے آتے“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تو پھر جاؤ۔ پہلے سردار بادشاہ خان سے کانفہ لے آؤ۔ پھر بات ہو گی“ — شہباز خان نے پات لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ یلکھت چپٹن ہوا میز کے اوپر سے گھٹ کر فرش پر آگرا۔ ٹائیگر نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ایک زوردار جھٹکے سے اسے میز کے اوپر سے گھٹ کر نیچے پھینک دیا تھا۔ نیچے گرتے ہی شہباز خان نے ہلکی کی سی تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے موڑ دیا اور اس بار اٹھتا ہوا شہباز خان کا جسم جھٹکا کھا کر واپس گرا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے عمران کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کے دونوں بازو بے جان ہو کر نیچے گر گئے۔

”دروازے کا خیال رکھو“ — عمران نے ٹائیگر سے کہا اور ٹائیگر تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ شہباز خان کی حالت اس دوران بید خستہ ہو گئی تھی اس کی آنکھیں ابل کر آدمی سے زیادہ باہر آگئی تھیں اور چہرہ بری طرح مسخ ہو گیا تھا گلے سے خراخراہٹ کی

جیکب کو ٹیس کر کے اس انگریزی کو ٹیس کرے جو ان دونوں کو آگے لے گیا تھا اس طرح اصل ٹارگٹ کے بارے میں معلومات مل سکتی ہیں۔“ — عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اصل ٹارگٹ اور اس کی تفصیل مجھ تک پہنچ چکی ہے اس لئے مزید معلومات کی ضرورت نہیں ہے تم فوراً واپس آ کر مجھے رپورٹ کرو تاکہ آئندہ مہم کے سلسلے میں تمہیں ضروری ہدایات دی جاسکیں۔“ دوسری طرف سے ایکسٹو نے بڑے سرد مزاجانہ لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور رسیور رکھ دیا۔

”پھر تو ہم خواہ مخواہ بھاگ دوڑ کرتے رہے اور چیف صاحب کو وہاں پاکیشیا میں بیٹھے بیٹھے سب کچھ معلوم بھی ہو گیا ہے۔“ — عمران نے منہ پٹاتے ہوئے کہا۔

”انہیں کس طرح معلوم ہوا ہو گا ہاں۔ اگر انہیں وہاں سے معلوم ہو سکا تھا تو پھر انہوں نے آپ کو یہاں کیوں بھیجا تھا۔“ ٹائیگر نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ چیف ٹاپ کے لوگ کسی ایک پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھ جاتے یقیناً انہوں نے مجھے یہاں بھیجنے کے ساتھ ساتھ اور بھی ذرائع استعمال کئے ہوں گے اور اب یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ان میں سے کسی ذریعے نے ہم سے پہلے اصل ٹارگٹ کا سراغ لگا لیا اور ہمیں مجبوراً پچھلے گئے چوسنے پڑے۔“ — عمران نے منہ پٹاتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بے اختیار

”آؤ۔۔۔ عمران نے جیڑی سے مڑتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اس کے ہوٹل سے نکل کر آگے بڑھ گئے۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک چھوٹی سی رہائشی کالونی میں داخل ہوئے اور چند لمحوں بعد وہ ایک چھوٹی سی کونویں کے گیٹ پر پہنچ چکے تھے۔ گیٹ پر تالا لگا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے جیب سے ایک نوٹن کے ساتھ لگی ہوئی چابی نکالی اور تالا کھول کر اس نے پھانک کھولا اور عمران اندر داخل ہوا تو وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوا اور اس نے مڑ کر پھانک بند کر دیا جبکہ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا اندر دنی جے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے کرسی کھسکائی اور اس پر بیٹھ کر سامنے رکھی ہوئی میز پر موجود فون کا رسیور اٹھا لیا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ اسی لمحے ٹائیگر بھی اندر آ گیا۔

”ایکسٹو۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جناب۔ ناشان سے۔ ہم نے سراغ لگا لیا ہے کہ فیاض اور کاؤنٹ کو بہادرستان کے ضلع کوچک کے ویران پہاڑی علاقے میں پہنچایا گیا ہے لیکن اصل جگہ کا پوری طرح علم نہیں ہو سکا اس سلسلے میں بہادرستان کے ایک انگریزی جیکب نے کام کیا ہے جس کا بہادرستان کے دارالحکومت میں خفیہ شراب خانہ ہے اس کے ساتھ کوئی اور انگریزی شامل ہوا اور پھر وہ فیاض اور کاؤنٹ کو اصل ٹارگٹ پر لے گئے آپ بہادرستان میں اپنے کسی ایجنٹ سے کہہ دیں کہ وہ

نہیں پڑا۔

”اس وقت آپ نے واقعی درست محاورہ بولا ہے باس۔ چیف کی بات سن کر واقعی میرے منہ کا ذائقہ بھی پیکا پڑ گیا ہے۔“ ٹائیگر نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”شکر کرو صرف پیکا پڑا ہے۔ اگر چیف ڈائریکٹ کہہ دیتا کہ ہم نے کیوں وقت ضائع کیا ہے تو ذائقہ ایسا کڑوا ہوتا کہ شاید باقی ساری عمر کڑوا ہی رہتا۔ بہر حال اب ہمیں میک اپ بھی تبدیل کرنا پڑے گا اور لباس بھی کیونکہ شہباز خان کی لاش دریافت ہو چکی ہو گی اور اس چھوٹے سے شہر میں اس کے آدمی ہمیں پاگل کتوں کی طرح تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔“ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

جوڑی ساحل سمندر پر رست پر نیم دراز تھا اس کے جسم پر مختصر سا لباس اور آنکھوں پر گامگل لگی ہوئی تھی اور وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے بیٹے مطمئن انداز میں پڑا ہوا تھا کہ اچانک ساتھ ہی پڑے ہوئے اس کے بیک میں سے ہلکی سی سٹی کی آواز سنائی دی تو نیم دراز جوڑی بے اختیار ایک جھٹکے سے اچھل کر سیدھا ہو بیٹھا۔ اس نے جلدی سے بیک اپنی طرف کھینچا اس کی زپ کھولی اور اندر سے ایک چھوٹا سا کھڈ فریکوئنسی کا جدید ترین ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ سٹی کی آواز اسی ٹرانسمیٹر سے نکل رہی تھی اس نے ٹرانسمیٹر کاٹش آن کیا۔

”ہیڈ کوارٹر کالنگ۔ اور۔“ جین آن ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”آر اے سی انڈنگ یو۔ اور۔“ جوڑی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”فورا ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرو فوراً۔ اور اینڈ آل“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور جوڑی نے ٹرانسیر آف کیا۔ اسے واپس بیک میں رکھا اور پھر بیک اٹھائے وہ تقریباً دوڑتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔ پارکنگ میں پہنچ کر اس نے بیک سے چابی نکالی اور کار کا دروازہ کھول دیا اور بیک اندر ڈال کر وہ ایک جھنگے سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور دوسرے لمبے کار شارٹ ہو کر پہلے بیک ہوئی پھر اس نے تیزی سے موڑ کاٹا اور پھر پارکنگ گیٹ سے نکل کر وہ خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ جوڑی اسی طرح صرف زیر جامہ اور کاکل پہنے کار چلا رہا تھا لیکن وہاں اکثر لوگ اسی لمبے میں ہی کاروں میں سفر کر رہے تھے اس لئے کسی نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ کچھ دور جانے کے بعد جوڑی نے کار کو ایک سائیڈ روڈ پر موڑا اور پھر آندھی اور طوفان کی طرح وہ کار دوڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ایک چھوٹے سے رہائشی پونٹ کے کٹے پھانک سے اندر داخل ہو رہی تھی پورچ میں اس نے کار روکی اور پھر اسی طرح نیچے اتر کر اس نے بیک اٹھایا اور تیزی سے دوڑتا ہوا اس کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک کمرے میں پہنچا تو اس نے بیک ایک طرف ڈالا اور سیدھا ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھ روم سے باہر آیا تو نہ صرف وہ غسل کر چکا تھا بلکہ اس کے جسم پر اب براؤن رنگ کا سوٹ بھی موجود تھا۔ دوسرے لمبے وہ قدم بڑھانا کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحوں

بعد اس کی کار ایک بار پھر اس سائیڈ روڈ پر آندھی اور طوفان کی طرف دوڑتی ہوئی مین روڈ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تقریباً نصف گھنٹے کی مسلسل اور تیز ڈرائیونگ کے بعد اس کی کار ایک بارہ منزلہ کمرشل پلازہ کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہو کر پارکنگ کی طرف بڑھ گئی پارکنگ میں اس نے کار روکی اور نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر تیز قدم اٹھاتا وہ پلازہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا وہاں چار لفٹیں مسلسل اوپر نیچے لوگوں کو لے آ جا رہی تھیں البتہ ایک کونے میں ایک لفٹ تھی جس پر پینٹل کے الفاظ لکھے ہوئے تھے اس کے پاس ایک باوردی لفٹ ہوائے کھڑا ہوا تھا۔ جوڑی اس پینٹل لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جوڑی کو لفٹ کی طرف بڑھتے دیکھ کر لفٹ کے باہر کھڑا باوردی لفٹ ہوائے چوہک کر سیدھا ہوا اور اس نے نہ صرف اس موویاں انداز میں سلام کیا بلکہ آگے بڑھ کر اس نے لفٹ کا دروازہ کھول دیا تو جوڑی اندر داخل ہوا اس کے پیچھے لفٹ ہوائے داخل ہوا اور اس نے ٹین دیا کر دروازہ بند کر دیا اور پھر دوسرا ٹین دیا دیا۔ لفٹ اوپر جانے کی بجائے تیزی سے نیچے اترتی چلی گئی چند لمحوں بعد جب لفٹ رکی تو لفٹ ہوائے نے ٹین دیا کر لفٹ کا دروازہ کھولا اور جوڑی سرھلاتا ہوا باہر آ گیا۔ یہ ایک راہداری تھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا راہداری کے آخر میں موجود ایک دروازے کی طرف بڑھنے لگا دروازہ بند تھا دروازے کے ساتھ ہی دیوار پر ایک فون پیس بک سے لٹکا ہوا تھا۔ جوڑی نے ریسور بک سے نکالا اور اس پر موجود نمبر پر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”یس“ — رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری لیکن سرد آواز سنائی دی۔

”آرے سی جوڑی“ — جوڑی نے کہا۔

”اوکے“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور جوڑی نے فون آف کر کے فون پیس دوبارہ ہک سے لٹا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ خود بخود کھل گیا اور جوڑی اندر داخل ہو گیا یہ بھی ایک راہداری تھی اس راہداری کے اختتام پر بھی ایک دروازہ تھا یہ دروازہ بھی بند تھا یہاں بھی دیوار سے ایک فون پیس ہک سے لٹکا ہوا تھا۔ جوڑی نے فون ہک سے نکالا اور اس پر ایک بار پھر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے پھر جیسے ہی اس نے آخری نمبر دیا تو دروازے کے اوپر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب روشن ہو گیا۔ جوڑی نے فون آف کیا اور پھر اس کا پٹن آن کر کے اس نے دوبارہ نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے پھر جیسے ہی اس نے آخری نمبر پریس کیا بلب ایک جھمکے سے بجھ گیا اور جوڑی نے فون پیس دوبارہ ہک سے لٹکا دیا۔ چند لمحوں بعد بلب دوبارہ روشن ہو گیا لیکن اب اس کا رنگ سبز تھا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ جوڑی نے دروازہ کراس کیا یہ ایک تنگ اور چھوٹی سی راہداری تھی جس کے فرش پر سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا چھت پر جگہ جگہ بلب لگے ہوئے تھے جوڑی جیسے جیسے آگے بڑھتا جا رہا تھا بلب خود بخود جلتے اور پھر بجتے جا رہے تھے راہداری کے آخر میں ٹھوس دیوار تھی جوڑی اس دیوار کے سامنے جا کر رک گیا چند لمحوں

بعد دیوار خود بخود ایک طرف سرک گئی اور جوڑی نے قدم بڑھا دیئے اب وہ ایک کافی کشادہ کمرے میں پہنچ گیا یہاں ایک کونے میں بڑی سی میز کے پیچھے چوڑے جہیزوں اور بھاری چرے والا ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کا چہرہ اس طرح سپاٹ تھا جیسے وہ انسان کی بجائے کسی پتھر کے بنے ہوئے مجسمے کا چہرہ ہو البتہ آنکھیں زندہ انسانوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

”میٹھو جوڑی“ — اس پتھر پر چرے والے نے کہا۔ لہجہ بھاری تھا اور جوڑی سر ملاتا ہوا میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

”عمران کو ہمدردستان کے ساسک سنٹر کے بارے میں معلومات مل گئی ہیں اور اب وہ لانا پاکیشیا سیرٹ سروس کی ٹیم سمیت وہاں کام کرے گا اس لئے اب تمہیں وہاں فوراً جانا ہو گا“ — اس پتھر پر چرے والے نے اسی طرح بھاری لیکن سپاٹ لہجے میں کہا۔

”کیا تفصیل ہے یاس“ — جوڑی نے مطمئن سے لہجے میں کہا۔

”ہمدردستان کے ایکریمین سفارت خانے کے سیکٹر سیکرٹری گلبرٹ کی لاش وہاں کے ایک ہوٹل کی اسٹنٹ مینجر گریٹا کے رہائشی فلیٹ سے ملی ہے۔ گریٹا کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے لیکن ان کی لاشیں کرسیوں سے بندھی ہوئی حالت میں ملی ہیں گلبرٹ کے دونوں بازوؤں پر زخم لگے ہوئے تھے اور وہاں نمک اور مرچ سے بھرے ڈبے بھی موجود تھے لیکن انہیں استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ گلبرٹ کے سینے میں چاقو اس طرح مارا گیا تھا کہ وہ سیدھا دل میں اتر گیا اور وہ فوراً ہی

کے فوراً بند ہوئیں سے سلمان لے کر چلی گئیں اور مزید انکوائری کے نتیجے میں یہ بات بہر حال طے ہو گئی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے بہادرستان کے سنٹر کے محل وقوع کا سراغ لگا لیا ہے۔“ پاس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن انہیں شک کس طرح ہوا جبکہ فیاض کو وہاں سے جنوبی انڈیا لے جایا گیا اور وہاں سے رہا کیا گیا۔ اس صورت میں تو عمران کو مطمئن ہو جانا چاہئے تھا۔“ جوڑی نے کہا۔

”اس کے ساتھ ہی ایک اور رپورٹ پاکیشیا کے علاقے ناٹھان سے ملی ہے۔ اس فیاض کو ناٹھان سے اغوا کر کے بہادرستان کے ایم ٹارگٹ کے خفیہ سنٹر میں پہنچایا گیا تھا۔ جس آدمی کے ذریعے اسے اغوا کیا گیا تھا اس آدمی کی لاش اس کے ہوٹل کے کمرے سے ملی ہے اور اس کی شہ رگ پھیل کر اسے ہلاک کیا گیا ہے جن دو آدمیوں کے بارے میں شک ظاہر کیا گیا ہے ان میں سے ایک کا قتلہ قاتل عمران سے ملتا جلتا تھا۔“ چیف نے کہا تو جوڑی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس سے یہ سنٹر خفیہ نہیں رہا لیکن اب آپ کیا چاہتے ہیں۔“ جوڑی نے کہا۔

”اس سنٹر کی حفاظت۔ یہ انڈیا کے لئے انتہائی اہم ہے۔“ چیف نے کہا۔

ہلاک ہو گیا جبکہ گرٹا کے گلے میں چاقو مار کر اس کی شہ رگ کاٹی گئی ہے۔ مقامی انکوائری سے معلوم ہوا ہے کہ دو عورتیں ہوٹل آٹھان میں آکر ٹھہریں جن میں ایک سوئس نژاد تھی جبکہ دوسری ایشیائی تھی۔ گالڈزات کی رو سے وہ سیاح تھیں اور کافرستان سے آئی تھیں۔ ایک کا نام جولیانہ اور دوسری کا نام صالحہ تھا۔ انہوں نے ایک ویٹر سے انگریز سفارت خانے کے آدمیوں کے بارے میں پوچھ سمجھ کی تو اس ویٹر نے انہیں گرٹا کی شپ دی انہوں نے گرٹا کی رہائش گاہ کا پتہ اس ویٹر سے معلوم کیا اس کے بعد ان دونوں کو اس رہائش گاہ میں مارک کیا گیا وہ وہاں گیسٹ روم میں بھی بیٹھی رہیں۔ گرٹا کا فون انگریز سفارت خانے میں شپ کیا گیا تھا اس نے گلبرٹ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن گلبرٹ اپنی رہائش گاہ پر تھا پھر گرٹا نے وہاں فون کیا اور گلبرٹ اپنی رہائش گاہ سے گرٹا کے قلیت پر پہنچا اس کے بعد ان کی لاشیں ملیں۔ مزید انکوائری سے معلوم ہوا ہے کہ اس گلبرٹ کی دوستی ساسک سنٹر کے سیکورٹی آفیسر مارٹن سے تھی اور اس نے مارٹن کو فون بھی کیا جس کا ماخذ ٹریس کیا گیا تو وہ گرٹا کا قلیت تھا اس کی موت کا وقت تقریباً فون کال کے وقت سے تھوڑی دیر بعد کا ہی بنتا ہے بہر حال سیکورٹی آفیسر مارٹن نے بتایا ہے کہ گلبرٹ کو نہ صرف اس سنٹر کے محل وقوع کا علم تھا بلکہ وہ ایک بار مارٹن کے ساتھ اس سنٹر کا چکر بھی لگا چکا ہے اور یہ جولیانہ عمران کی ساتھی ہے اکثر کیمز میں اسے عمران کے ساتھ دیکھا گیا ہے اور وہ دونوں لڑکیاں اس واردات

دے گی لیکن واقعی جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بھی درست ہو سکتا ہے۔“ چیف نے کہا۔

”اس عمران کی ذہانت اور شاطرانہ پن سے آپ بھی واقف ہیں اور میں بھی۔ یہ بات میرے ذہن میں آ سکتی ہے تو یہی بات عمران بھی سوچ سکتا ہے۔“ جوڑی نے کہا۔

”لیکن اگر ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے فوراً اس پر حملہ کر دیا تو پھر۔“ چیف نے کہا۔

”اس کا میرے نزدیک ایک ہی حل ہے کہ اس سنٹر کے سیکورٹی سٹاف کو حکم دے دیا جائے کہ وہ کسی قسم کی مشکوک صورت حال پر ہمیں کال کر لیں اور کیا ہو سکتا ہے۔“ جوڑی نے کہا۔

”نہیں۔ یہاں سے بہادرستان اور پھر اس ویران علاقے تک ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی وہ اپنا کام مکمل کر لیں گے۔ یہ لوگ انتہائی تیز رفتاری سے کام کرنے کے عادی ہیں مجھے کچھ اور سوچنا ہو گا۔“ چیف نے کہا اور جوڑی سر ہلا کر رہ گیا۔ چیف کافی دیر تک خاموش بیٹھا رہا اس کی پیشانی پر تفکرات کی لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔

”چیف۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خاتے کا مشن لے کر فوری طور پر پاکیشیا چلے جائیں تاکہ یہ خطرہ ہی پیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔“ کچھ دیر بعد جوڑی نے کہا۔

”مفقول جیسی باتیں مت کیا کرو۔ کیا عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چند افراد کے خاتے سے پاکیشیا ختم ہو جائے گا یا اس کا

”لیکن کب تک یہ سنٹر کام کرتا رہے گا فرض کیا کہ عمران یا پاکیشیا سیکرٹ سروس فوری طرف پر یہاں حملہ نہیں کرتی پھر ہم کب تک اس کی حفاظت کریں گے اور دوسری بات یہ کہ ہم اس سنٹر کی حفاظت کس طرح کریں گے۔ اس کے اندر رہ کر یا باہر سے۔“ جوڑی نے کہا۔

”میں نے اس سنٹر کے حفاظتی انتظامات کی جو تفصیل معلوم کی ہے اس کے مطابق باہر سے تو پورا علاقہ ویران ہے وہاں تو کسی کا رہنا سنٹر کو مشکوک کرتا ہے اندر سے ہی اس کی حفاظت ہو سکتی ہے اور تمہاری یہ بات بھی درست ہے کہ ریڈ ایجنٹ کب تک اس کی حفاظت کریں گے پھر کیا کیا جائے۔ تمہارا کیا مشورہ ہے۔“ چیف نے کہا۔

”میں آپ کو کیا مشورہ دے سکتا ہوں چیف۔ میرا کام تو حکم کی تعمیل ہے لیکن یہ سوچ لیج کہ فرض کیا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس چھ ماہ تک ادھر کا رخ نہیں کرتی ایک سال تک نہیں کرتی انہیں اس سنٹر سے خطرہ تو یہی ہے کہ فون انٹرنیٹ کالز چیک کی جاتی ہیں وہ اس کا کوئی ایسا انتظام کر لیتے ہیں کہ انہیں اس سنٹر پر حملہ کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔“ جوڑی نے کہا تو چیف کے چہرے چہرے پر پہلی بار پریشانی کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔

”تمہاری بات درست ہے۔ میرے ذہن میں یہ زاویہ نہیں آیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس فوراً اس پر حملہ کر

سرکاری ادارہ ختم ہو جائے گا کیا میرے ہلاک ہو جانے سے ریڈ انجنی ختم ہو جائے گی ٹانسس۔۔۔ چیف نے غصیلے لہجے میں کہا تو جوڑی نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔

”او کے۔ تم جاؤ۔ میں اس سلسلے میں مزید سوچ کر کوئی لائحہ عمل تیار کروں گا جس سے اس کا درست حل سامنے آ جائے گا۔“ چند لمحوں بعد چیف نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو جوڑی اٹھا اور سلام کر کے مڑا اور تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وائس منٹل کے آپریشن روم میں عمران اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ بلیک ڈیروپکن میں اس کے لئے چائے بنانے کے لئے گیا ہوا تھا۔ عمران سرخ جلد والی ضخیم ڈائری دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس ڈائری میں پتے اور فون نمبر لکھے ہوئے تھے۔ عمران کچھ دیر تک ڈائری دیکھتا رہا پھر اس نے ڈائری بند کر کے میز پر رکھی اور فون کارسیور اٹھا کر اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”روز کلب۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ خالعتا انگریزی ہی تھا۔

”روٹانڈ اب بھی اس کلب کا مینجر ہے یا کہیں اور شفٹ ہو گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کون صاحب ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”روسیہ۔ اور تو آپ روسیہ ہی ہیں۔ آپ کیسے انکار ہیما میں جا
پنچیں۔“ — عمران نے کہا۔
”روسیہ نہیں لوسیا۔“ — اس بار لڑکی نے قدرے جھلائے ہوئے
لہجے میں کہا۔

”او کے۔ میں آپ کی سفارش ضرور کروں گا۔“ — عمران نے
سمکراتے ہوئے کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے لڑکی کا بتایا ہوا نمبر
تیزی سے ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

”ڈی کس کلب۔“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے
ایک اور نسوانی آواز سنائی دی۔

”رونالڈ سے بات کریں۔ میں اس کا دوست ٹمبکو بول رہا ہوں
پاکیشاے۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا کیا نام بتایا ہے آپ نے؟“ — لڑکی نے انتہائی حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

”پرنس ٹمبکو۔“ — عمران نے کہا۔

”ہولڈ آن کریں۔“ — دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی
کے بعد کہا گیا۔ جیسے وہ اتنی دیر ہی دل میں ٹمبکو کے جیسے یاد کرتی
رہی ہو اور عمران بے اختیار سمکرا دیا۔ اس دوران بلیک زیرو چائے
کے دو گ اٹھائے آگیا۔ اس نے ایک گ عمران کے سامنے رکھا اور
دو سراپے سامنے رکھ کر وہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ہیلو رونالڈ بول رہا ہوں۔“ — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے

”میرا نام پرنس ٹمبکو ہے اور میں ریاست ٹمبکو سے بول رہا
ہوں۔“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ کیا نام بتایا ہے آپ نے؟“ — لڑکی کے
لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

”پرنس ٹمبکو۔ اور ریاست ٹمبکو۔ اگر تم کو تو میں ٹیپ کرا کر
تمہیں بھجوا دوں لیکن میری آواز ظاہر ہے تمہیں پسند نہیں آئے
گی۔“ — عمران نے سمکراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر پرنس۔ رونالڈ تو ایک سال پہلے روز کلب چھوڑ چکے ہیں۔
انہوں نے اپنا کلب کھول لیا ہے جس کا نام ڈی کس کلب
ہے۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اس کا نمبر دے دیں۔“ — عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں۔“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں

بعد اس نے ایک نمبر بتا دیا۔

”ویسے کیا آپ ڈی کس کلب میں شفٹ نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ
ظاہر ہے مجھے وہاں رونالڈ کی وجہ سے بار بار کال کرنا پڑے گی اور ہو
سکتا ہے کہ وہاں آپ جیسی خوبصورت اور دلکش آواز سنائی نہ
دے۔“ — عمران نے سمکراتے ہوئے کہا۔

”اس تعریف کا شکریہ۔ اگر رونالڈ آپ کی بات مان لے تو اسے
میری سفارش ضرور کر دیں۔ میرا نام لوسیا ہے۔“ — لڑکی نے بڑے
بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

ایک دھماقتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔ بولنے والے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ حلق پھاڑ کر بول رہا ہو۔

”ارے اتنے زور سے بول رہے ہو۔ کیا سرے ہو گئے ہو کہ اپنی ہی آواز تمہیں سنائی نہیں دیتی“ — عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کون ہیں آپ۔ آپ کی آواز اور لہجہ تو کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے لیکن نام آپ کا عجیب سا ہے۔ گمانو کیا نام ہوا۔ میں تو کسی گمانو کو نہیں جانتا“ — اس بار دوسری طرف سے قدرے نرم لہجے میں کہا گیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”اسی لئے کہتے ہیں کہ انٹرویو لیتے وقت آنکھیں بند اور کان کھلے رکھنے چاہیں۔ لیکن تم نے شاید استقبالیہ لڑی کا انٹرویو لیتے وقت آنکھیں کھول رکھی تھیں اور کان بند رکھے تھے چنانچہ وہ خوبصورت حقیقہ ہو گی لیکن عقل سے برحال پیدل ہی ہے کہ اسے دو بار بتانے کے باوجود اس نے پرنس فیکٹو کو پرنس گمانو بتا دیا“ — عمران نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ تم عمران ہو۔ اوہ۔ اوہ۔ اسی لئے تو میں الجھ گیا تاکہ آواز اور لہجہ تو پہچانا ہوا ہے لیکن یہ گمانو کیا بلا ہے لیکن قصور میری سیکرٹری کا نہیں ہے۔ وہ تو بڑی ذہین لڑکی ہے لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ تم نام ہی ایسے رکھتے ہو۔ ڈھمپ، فیکٹو۔ اب بھلا کوئی شریف آدمی تو ایسے نام نہیں رکھ سکتا“ — اس بار رونالڈ نے ہنسنے سے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ رونالڈ شریف آدمیوں کا نام ہو سکتا ہے۔

رونالڈ کا مطلب جانتے ہو“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ کیوں نہیں۔ رونالڈ ہماری زبان میں خوبصورت نظم یا خوبصورت موسیقی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں“ — رونالڈ نے جواب دیا۔

”وہ روٹو لفظ ہوتا ہے جس کا معنی خوبصورت نظم یا خوبصورت موسیقی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ رونالڈ سکاٹش زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے مکان کی چھت کا گندہ پانی نکالنے والا گھڑ جسے روف گھڑیا ہماری مقامی زبان میں پرنا لہ کہا جاتا ہے اور اگر یہ معنی تمہیں پسند نہ ہو تو پھر ٹیکسٹ نے اس لفظ کو اپنے ایک ڈرامے میں عورتوں کو بے عزت کرنے والے کے معنی میں استعمال کیا ہے اب جو مطلب تمہیں پسند ہو وہی بتا دو“ — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم سے خدا سمجھے۔ تم نے جو معنی بتائے ہیں اس سے تو مجھے اپنے نام سے ہی نفرت ہونے لگ گئی ہے۔ اگر میری بیوی جینی کو تم نے یہ معنی بتایا تو وہ فوراً نام تبدیل کرنے کا حکم دے دے گی اور تم جانتے ہو پھر چاہے قیامت کیوں نہ آجائے مجھے برحال نام تبدیل کرنا پڑے گا۔ اس لئے تم اس بحث کو چھوڑو اور بتاؤ کہ تم نے فون کیسے کیا اور میرے اس نمبر کا پتہ کیسے چلا تمہیں“ — رونالڈ نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”روز کلب فون کیا تھا کیونکہ میری ڈائری میں تمہارا پتہ اور فون نمبر دی تھا۔ وہاں ایک محترمہ سے بات ہوئی جس نے اپنا نام لوسیا بتایا

”اور تم اس سفر کا محل وقوع معلوم کرنا چاہتے ہو“ — رونالڈ نے کہا۔

”نہیں۔ وہ تو مجھے معلوم ہے۔ میں دراصل یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس سفر میں جو مشینری استعمال کی جا رہی ہے وہ کس کمپنی کی تیار کردہ ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیا کام ہوا۔ کیا مطلب“ — رونالڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”حکومت اس قسم کی مشینری خود تیار نہیں کرتی اور انگریزیا میں بے شمار کمپنیاں ہیں جو اس قسم کی مشینری تیار کرتی ہیں۔ اور فروخت کرتی ہیں لازماً حکومت نے ان میں سے ہی کسی کمپنی سے یہ مشینری خریدی ہوگی۔ مجھے اس کمپنی کا نام چاہئے۔“ — عمران نے کہا۔

”اس سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا۔“ — رونالڈ نے پہلے کی طرح حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہماری حکومت بھی پاکستان میں اس قسم کا سفر قائم کرنا چاہتی ہے اور ہم بھی اس کمپنی سے مشینری خریدنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ برحال ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ انگریزیا کا انتخاب بہترین ہو گا ہم اس انتخاب سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ہماری حکومت نے سفارتی سطح پر کوشش کی لیکن حکومت انگریزیا نے نجانے کیا سمجھ کر سرے سے اس سفر کے وجود سے ہی انکار کر دیا۔ اور ہماورستان کی حکومت بھی اس سفر سے لاعلمی کا اظہار کر رہی ہے اس لئے ہم خود وہاں جا کر مشینری کو چیک

ہے اس نے مرہانی کرتے ہوئے تمہارے لئے کلب کا نام اور فون نمبر بتا دیا اور ساتھ ہی یہ فرمائش بھی کر دی ہے کہ میں تم سے سفارش کروں تاکہ تم لوہیا کو ڈی گس کلب میں میں سروس دے دو۔“ — عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو رونالڈ بے اختیار ہنس پڑا۔

”مجھے معلوم ہے تم نے اس بھاری کی آواز کی تعریف کی ہوگی اور ساتھ ہی کہا ہو گا کہ اتنی دلکش آواز تم مستقل طور پر سننا چاہتے ہو۔ میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ ٹھیک ہے اگر کوئی جگہ خالی ہوگی تو میں لوہیا کو کال کر لوں گا۔ برحال تم بتاؤ کیسے فون کیا ہے۔“ — رونالڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کسی زمانے میں تمہاری شہرت تھی کہ تم وہ کام بھی کر لیتے ہو جو دوسروں کے لئے ناممکن ہوتے ہیں۔ کیا اب بھی وہ شہرت قائم ہے یا۔۔۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم خود یہ سمجھتے ہو کہ تمہارا کام نہیں ہو سکتا۔“ — رونالڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”کام تو کسی نہ کسی انداز میں ہو ہی جاتے ہیں۔ مسئلہ اس کے حتیٰ انداز میں ہونے کا ہوتا ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ کام تو بتاؤ۔“ — رونالڈ نے کہا۔

”انگریزیا نے ہماورستان میں ایک خفیہ سائنسی سفر قائم کیا ہوا ہے۔ یہ اس قدر خفیہ ہے کہ ہماورستان کی حکومت کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا۔

کھٹے بعد مجھے فون کر لینا پھر میں بتا سکوں گا کہ اس کام میں کتنا وقت لگ سکا ہے۔“ — روناٹھ نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”مجھے تمہاری صلاحیتوں کا علم ہے اس لئے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ دو گھنٹے بعد مجھے حتیٰ رپورٹ ہی مل جائے گی۔ تم بے فکر رہو۔ تمہارا معاوضہ ایسی صورت میں ڈبل ہو جائے گا۔ گڈ بائی۔“ — عمران نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا۔

”آپ کی چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔“ — بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کوئلہ کافی کی طرح کوئلہ کی کاہمی مغرور ڈالتے ہوتا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس نے میز پر رکھے ہوئے قلمدان سے قلم اٹھایا اور ڈائری کھول کر وہ صفحہ نکالا جہاں روناٹھ کا پتہ روز کلب اور اس کا فون نمبر درج تھا۔ اس نے کلب کا نام اور فون نمبر کاٹ دیا اور کلب کا نیا نام اور نیا فون نمبر درج کیا اور پھر ڈائری بند کر کے اس نے چائے کا کاک اٹھالیا۔

”جب آپ کو اس سنٹر کا محل وقوع معلوم ہو گیا تو پھر آپ اس کی مشینری وغیرہ کی تفصیل معلوم کرنے کے چکر میں کیوں پڑ گئے ہیں۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”دانش منحل میں رہنا اور بات ہوتی ہے اور دانش مند ہونا اور بات ہوتی ہے۔“ — عمران نے چائے کی چسکی لے کر مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

نہیں کر سکتے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ جسیں کال کیا جائے مجھے یقین ہے کہ اگر تم کو شش کو تو یہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھ گیا ہوں تمہاری بات۔ اب یہ بتاؤ کہ یہ سنٹر کس قسم کا ہے۔“ — روناٹھ نے پوچھا۔

”اسے سائنسی زبان میں سائیک سنٹر کہتے ہیں۔ اس میں جو مشینری نصب ہوتی ہے وہ ٹرانسمیٹر کلاٹر اور مصنوعی سیاروں کے ذریعے ہونے والی فون کلاٹر کو مانیز کرتی ہے۔ اس طرح ملک میں ہونے والی ہر قسم کی کلاٹر کو مسلسل مانیز کیا جاتا ہے تاکہ ملک کی سلامتی یا حکومت کے خلاف کسی قسم کی کوئی سازش ہو رہی ہو تو اسے چیک کیا جاسکے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ سنٹر کس قسم کی مشینری کے تحت ہو گا۔ میں وہاں سے اس کمپنی کے بارے میں معلوم کر لوں گا اور پھر اس کمپنی سے اس مشینری کی تفصیلات آسانی سے مل جائے گی۔“ — روناٹھ نے جواب دیا۔

”مجھے کتنے سال انتظار کرنا پڑے گا تمہاری طرف سے رپورٹ کا۔“ — عمران نے کہا تو دوسری طرف سے روناٹھ بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہاری یہ عادت مجھے پسند نہیں ہے کہ جب بھی کوئی کام بتاتے ہو تو پھر صبر نہیں کرتے۔ بس ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو جاتے ہو۔ دو

”مجھے ہیں کہ آپ جیسی ذہانت کم از کم مجھ میں نہیں ہے اور مجھے اس کا اعتراف بھی ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ذہن اللہ تعالیٰ نے سب کو دیئے ہیں مسئلہ اس کے استعمال کا ہوتا ہے۔ جب آدمی کے سوچنے کا انداز ایک خاص انداز میں رہتا ہے تو پھر وہ اسی طرح سوچتا ہے۔ تم صرف سطحی انداز میں سوچتے ہو۔ اور پھر فوراً نتیجہ نکال کر اس پر عمل کرنے کے درپے ہو جاتے ہو۔ میں ایسا نہیں کرتا۔ میں شطرنج کے ماہر کی طرح ہر آئیڈئے کو مختلف زاویوں سے سوچتا ہوں اور پھر کسی نتیجے پر پہنچتا ہوں۔“ عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ میں شرمندہ ہوں۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”مجھے یاد ہے ایک بار میں نے تمہیں تفصیل سے بتایا تھا کہ سوچنے کا صحیح انداز کیا ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ تم نے میرے اس سارے لیکچر کو نظر انداز کر دیا۔ بہر حال اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے کیا سوجھا ہے یہ درست ہے کہ جولیا اور صالحہ نے واقعی محنت کی ہے اور انہوں نے نہ صرف اس سنٹر کا صحیح محل وقوع معلوم کر لیا ہے بلکہ کسی حد تک اس کے سیکورٹی اقدامات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لی ہیں اور اب ٹیم جا کر اس کی جانی کا مشن پورا کر سکتی ہے۔ لیکن میں نے پہلے کہا ہے کہ کیا اس طرح واقعی مسئلہ حتمی طور پر حل ہو جائے گا۔ نہیں۔ ایک ایسا دوسرا سنٹر بنالے گا۔ تیسرا بنا

”کیا مطلب۔ کیا میں نے کوئی غلط بات کی ہے۔“ بلیک زیرو نے منہ ہٹاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا خیال ہے کہ یہ کوئی لیبارٹری ہے اور وہاں کسی خاص فارمولے پر کام ہو رہا ہے کہ ہم اس لیبارٹری کو تباہ کر کے اس فارمولے کو ختم کر دیں گے اور اس طرح یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ نہ ہی انکریمیا کے پاس سرمائے کی کمی ہے اور نہ ہی ایسے سنٹر بنانے والے ماہرین کی۔ فرض کیا کہ میں نے یہ سنٹر تباہ کر دیا۔ کیا اس کے بعد حکومت انکریمیا ایسا دوسرا سنٹر نہیں بنا سکے گی۔ اس بار تو فیاض کی وجہ سے ہمیں اس سنٹر کا علم ہو گیا۔ پھر کیسے علم ہو گا اور اگر وہ بھی جانے تو ہم کب تک یہ کام کرتے رہیں گے۔“ عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”اودہ واقعی۔ میں نے اس زاویے پر تو غور ہی نہیں کیا تھا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”اسی لئے تو تمہیں چیف بنایا گیا ہے کیونکہ چیف صاحبان غور کرنے کے عادی نہیں ہوتے۔ صرف حکم دینے کے عادی ہوتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ مجھے تسلیم ہے کہ آپ جیسی ذہانت مجھ میں تو کیا کسی میں بھی نہیں ہو گی۔ آپ جس انداز اور جس گہرائی میں ہر معاملے کے بارے میں سوچتے ہیں اس میں آپ کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ لیکن کم از کم اتنی بات تو آپ بھی

لے گا۔ چوتھا بتا لے گا۔ اس لئے یہ کوئی حتمی حل نہیں ہے۔ اس سنٹر سے ہمیں نقصان کیا ہے۔ یہی کہ اس سنٹر میں موجود مشینری کے ذریعے پاکیشیا کی فوجی اور سول ٹرانسپورٹ اور فون کالز مانیر کی جاری ہیں۔ اگر کوئی ایسا انتظام ہو جائے کہ ایسا نہ ہو سکے تو پھر ظاہر ہے ایکریمیا کیا کرے گا۔ معاملہ ختم ہو جائے گا۔“ — عمران نے کہا۔
 ”اوہ۔ واقعی اگر ایسا ہو جائے تو واقعی اس سنٹر کی افادیت ہی ختم ہو جائے گی اور پاکیشیا کی سلامتی اور دفاع محفوظ ہو جائے گا۔“ — بلیک زیرو نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

”اب تم نے پھر نتیجہ نکالنے میں جلدی کر دی ہے۔ تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا کہ اس صورت میں ظاہر ہے ایکریمیا کو علم ہو جائے گا کہ ہم نے اس کے کالز مانیر کرنے میں کوئی رکاوٹ ڈالی ہے اور اس کے ماہرین اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے کام شروع کر دیں گے اور جب انہوں نے یہ رکاوٹ دور کر دی تو یہ سنٹر پھر پاکیشیا کی سلامتی اور دفاع کے لئے نقصان دہ ثابت ہو گا اور ہمیں اس کا علم بھی نہ ہو سکے گا اور ہم مطمئن بیٹھے رہیں گے کہ ہماری کالز وہ مانیر نہیں کر رہے جبکہ وہ کر رہے ہوں گے۔“ — عمران نے کہا تو بلیک زیرو کے چہرے پر ایک بار پھر شرمندگی کے تاثرات ابھر آئے۔

”آپ کی بات درست ہے۔“ — بلیک زیرو نے اس بار صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا۔

”اس لئے اصل حل یہ ہے کہ کالز تو اسی طرح مانیر ہوں جس

طرح ہو رہی ہیں لیکن کالز کا مفہوم سائنسی طور پر بدل جائے۔ یہ کالز وہاں کپیڈٹر کے ذریعے کچھ ہوتی ہیں اور کپیڈٹر ہی انہیں کچھ کر کے ریکارڈ کرتا ہے اور پھر ٹیپ ہوتی ہیں۔ براہ راست آواز ٹیپ نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس طرح تو لاکھوں کڑوڑوں کالیں روزانہ ٹیپ ہوتی رہیں اس قدر وسیع ٹینک عملی طور پر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے اس کا طریقہ یہ رکھا جاتا ہے کہ کپیڈٹر میں چند خاص پوائنٹ فیڈ کر دیئے جاتے ہیں کہ جس کال میں ان میں سے کوئی پوائنٹ موجود ہو صرف اسی کال کو ٹیپ کیا جائے۔ مثال کے طور پر پاکیشیا نے دفاعی طور پر میزائل تیار کر لئے ہیں جن کا کوڈ نام مثلاً ایکس میزائل ہے۔ اب ظاہر ہے ایکریمیا کے لئے ایسے کوڈ معلوم کرنا مشکل نہیں ہو تا۔ چنانچہ وہ کپیڈٹر کو ہدایت دے دیتے ہیں کہ جس کال میں ایکس میزائل کا لفظ ہو اسے ٹیپ کر لیا جائے ورنہ نہیں۔“ — عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔ ورنہ واقعی میرا یہی خیال تھا کہ ہر کال کو ٹیپ کیا جاتا ہو گا۔“ — بلیک زیرو نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے کہا۔

”چنانچہ اگر ایسی مشینری پاکیشیا میں نصب کر دی جائے کہ جو نہ صرف ہمدردستان کے اس سنٹر بلکہ یوں سمجھو کہ پورے ہمدردستان کافرستان اور ایسے ہی تمام ملحقہ علاقوں میں جہاں جہاں اس قسم کے خفیہ سنٹر قائم ہوں ان کی مشینری میں سائنسی طور پر تبدیلیاں پیدا کر

میں طویل عرصہ درکار ہے تو پھر ہمارے لئے یہ ضروری ہو گا کہ ہم فوری طور پر اس سنٹر کو تیار کر دیں تاکہ جب تک وہ دوسرا سنٹر قائم کریں ہمیں موقع مل جائے اور ہم بھی ان کی کارکردگی ناکام بنانے والا سنٹر قائم کر سکیں۔“ عمران نے کہا۔

”وہ سر جان آر نلڈ اور گرٹ لینڈ حکومت کا وہ منصوبہ۔ اس کا کیا ہوا؟“۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”سر جان آر نلڈ کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کی لاش فیاض نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس لئے سرکاری طور پر حکومت گرٹ لینڈ کو اس کی اطلاع کر دی گئی ہے۔ اس کی صاحبزادی ریشا کو میں نے بلوا کر فیاض سے ملوایا تھا اس نے اپنے والد سر جان آر نلڈ کی شکل و صورت اور قہر قائم کے بارے میں فیاض سے پوری تسلی کر لی ہے تاکہ کہیں فیاض کو غلط فہمی نہ ہوئی ہو اور ریشا بھی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ فیاض نے واقعی سر جان آر نلڈ کی ہی لاش دیکھی تھی اب ظاہر ہے ریشا سے سوائے تعزیت کرنے کے اور ہم کچھ کر بھی نہ سکتے تھے اور جہاں تک حکومت گرٹ لینڈ کے اس منصوبے کا تعلق ہے تو یہ بات اگوازی کے بعد سامنے آگئی ہے کہ حکومت گرٹ لینڈ پاکیشا کے مفاد کے لئے سنٹر قائم نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ یہاں اپنے مفاد کے لئے سنٹر قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ ایکٹرمیا کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی اس علاقے میں ہونے والی تمام سرگرمیوں سے واقف ہوتے رہیں۔ انہوں نے سیکرٹری وزارت سائنس ڈاکٹر بشارت کو استعمال کرنے کی کوشش

کئے تو ظاہر ہے کالز تو مانیں ہوں گی لیکن ان کے مفہوم بدل جائیں گے اور اس طرح اصل راز ان تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اس سلسلے میں میری تفصیلی بات سرداور سے ہوئی اور سرداور نے یونائیٹڈ کارمن کے ایک سائنس دان سے خود اس معاملے پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ آخری نتیجہ یہ نکلا کہ جب تک اس سنٹر میں موجود کمپیوٹر کی ریخ اور اس کی سائنسی ساخت کا علم نہ ہو۔ اس وقت تک یہ کام ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں نے روناٹلہ سے بات کی ہے۔ روناٹلہ کے تعلقات بچہ و وسیع ہیں اور انہی تعلقات کی وجہ سے وہ ایسی خبریں نکال لیتا ہے کہ جو عام حالات میں ممکن ہی نہیں ہوتیں۔ اب اگر مجھے اس کمپنی کا علم ہو جائے تو پھر ایکٹرمیا کے کسی بھی کاروباری آدمی سے یہ تفصیلات کسی بھی طرح حاصل کی جاسکتی ہیں اور ان کے مطابق اس سنٹر کو سائنسی طور پر ناکام بنایا جاسکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ آپ یہ مشن سائنسی طور پر ہی حل کریں گے۔ اس سنٹر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔“۔ بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”ابھی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ ابھی تو صرف آئیڈیوں پر بات ہو رہی ہے۔ فرض کیا کہ اگر ہم اپنے آئیڈے میں سے کامیاب نہیں ہو سکتے تو پھر فوری طور پر تو اس کا یہی حل ہو سکتا ہے کہ اس سنٹر کو ہی تیار کر دیا جائے اور اس کے بعد کوشش کی جائے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماہرین ہمیں بتائیں کہ ایسی مشینری کی تنصیب اور اس کے لئے سنٹر کے قیام

کی تھی اس لئے وہ منصوبہ تو ظاہر ہے ختم ہو گیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے انہوں نے دو گھنٹے سے بھی زیادہ کا وقت گزار لیا تو عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”ڈی لکس کلب“ — دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دی۔

”پرنس ٹیکسو بول رہا ہوں پاکستانیہ۔“ رونالڈ سے بات کراؤ۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ لیس سر۔ ہولڈ آن کریں۔ — دوسری طرف سے کہا گیا اور لائن خاموش ہو گئی۔

”ہیلو۔“ رونالڈ بول رہا ہوں۔ — چند لمحوں بعد رونالڈ کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ بتاؤ کیا رپورٹ ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”تم نے چونکہ ڈبل معاوضے کی خوشخبری سنائی تھی اس لئے تمہارا کام واقعی دو گھنٹے کے اندر ہو گیا ہے۔ ایکریمیا نے جہاں جہاں بھی ساسک سفر بنائے ہیں وہاں مشینری ایک ہی کمپنی کی لگائی گئی ہے اور میں نے جب اس کمپنی کے بارے میں تفصیلات حاصل کیں تو مجھے یہ جان کر بیحد حیرت ہوئی کہ بظاہر یہ کمپنی کمرشل ہے لیکن یہ مطلوبہ مشینری صرف حکومت ایکریمیا کو ہی سپلائی کرتی ہے اور کسی کو نہ ہی یہ مشینری سپلائی کرتی ہے اور نہ ہی اس کی تفصیلات مہیا کی جاتی ہیں۔

اسے ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا ہے بہر حال ڈبل معاوضے نے واقعی کام دکھایا ہے کیونکہ میں نے اس کمپنی کے ایک آدمی کو اس بات پر رضامند کر لیا ہے کہ وہ اس مشینری کے بارے میں سائنسی پیچیدگی کا کیا معلوم معاوضے میں فروخت کر دے۔ اب تم جیسے کو۔“ — رونالڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا نام ہے اس کمپنی کا۔“ — عمران نے پوچھا۔

”کمپنی کا نام ہاپ کرک کارپوریشن ہے اس کا ہیڈ آفس ونگٹن کی مشہور کمرشل شاہراہ پافلی اینڈ پر ہے اور جس کمرشل پلازہ میں یہ ہیڈ آفس ہے۔ اس پلازہ کا نام سوان ہال پلازہ ہے۔“ — رونالڈ نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”اس قدر تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے اور میں صرف اس کمپنی کا نام جاننا چاہتا تھا۔ بہر حال تم جو بھی معاوضہ معقول سمجھو اسے دے کر وہ سائنسی پیچیدگی اس سے لے لو اور پھر مجھے بھجوا دینا اور اپنا بیک اکاؤنٹ نمبر اور بیک کے نام کی تفصیل بھی بتا دو تاکہ اس رقم کے ساتھ ساتھ تمہارا معاوضہ بھی تمہیں بھجوا دیا جائے۔“ — عمران نے کہا۔

”کس پتے پر پیچیدگی بھیجے جائیں۔“ — رونالڈ نے پوچھا تو عمران نے رانا ہاؤس کا پتہ بتا دیا تو جواب میں رونالڈ نے اپنا بیک اکاؤنٹ اور بیک کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔

”کل تک یہ پیچیدگی تم تک پہنچ جائیں گے۔ بے فکر رہو۔“ — رونالڈ

عمران یزیز میں انتہائی دلچسپ، یادگار اور منفرد ناول

حصہ دوم

سازگار سنٹر

مصنف --- منظر کلیم ایم اے

○ کیا عمران نے سازگار سنٹر کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا یا اس نے اس کا خیال ہی ترک کر دیا؟

○ وہ لمحہ جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت ریڈ اینجٹ کے ہاتھوں بے بس ہو گیا اور ریڈ اینجٹ اس کی بے بسی پر فخرانہ قہقہے لگا رہا تھا۔

○ وہ لمحہ جب کیپٹن کھیل کی کوشش کے باوجود موت عمران اور اس کے ساتھیوں پر جھپٹ پڑی۔

○ وہ لمحہ جب ریڈ اینجٹ عمران اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں پر جشنِ مسرت منانے سازگار سنٹر پہنچ گئے۔

○ وہ لمحہ جب سازگار سنٹر کے سائنس دانوں نے خود اپنے ہاتھوں سازگار سنٹر کو تباہ کر دیا۔ کیوں اور کیسے؟

انتہائی دلچسپ، مسپیشن اور ایکشن سے بھرپور یادگار ناول
☆ - شائع ہو گیا ہے - ☆ -

یوسف برادرز - پاک گیٹ، ملتان

نے کہا اور عمران نے اس کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”اے معاوضہ وغیرہ بھجوا دینا۔ اب میں چلتا ہوں۔ کل جب یہ بھیجے نہ مل جائیں گے تو پھر سردار سے بات کر کے کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔“ عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ بھی احتیاطاً کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ختم شد

ساتھ ساتھ تخیل کی بھی کار فرمائی شامل ہوتی ہے۔ امید ہے اب بات پوری طرح واضح ہو گئی ہوگی۔

سندری سے محترم کلیل صاحب لکھتے ہیں۔ ”میں چند سالوں سے آپ کے ناولوں کا قاری ہوں۔ آپ کے ناول بچوں جوانوں بڑھوں ہر طبقے میں یکساں مقبول ہیں البتہ آپ سے یہ شکایت ضرور ہے کہ آپ سیکرٹ سروس کے ممبران کو شادی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے حالانکہ اگر آپ اجازت دے دیں تو ان کی شادیاں ضرور ہو جائیں گی کیونکہ بہر حال آپ ایکس دن ہیں۔ امید ہے آپ کو ان پر جلد ہی رحم آجائے گا اور آپ انہیں خوشی کا یہ موقع ضرور فراہم کریں گے۔“

محترم کلیل صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بھید شکریہ۔ جہاں تک آپ کی شکایت کا تعلق ہے تو شادی کا مطلب خوشی ہوتا ہے اور مجھے تو سیکرٹ سروس کے ممبران ہر وقت خوش اور شاد ہی نظر آتے ہیں۔ میں نے تو کبھی انہیں غمزدہ افسردہ اور رنجیدہ نہیں دیکھا اور رحم تو ایسے ہی لوگوں پر آتا ہے جو غمزدہ اور رنجیدہ ہوں۔ کیا خیال ہے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص

مظفر کلیم ایم۔ اے

جوڑی اپنے کمرے میں میز کے پیچھے رکھی ہوئی ریو الونگ کرسی پر بیٹھا ایک ضروری سرکاری کام میں مصروف تھا کہ میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ جوڑی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہی۔۔۔ جوڑی بول رہا ہوں“۔۔۔ جوڑی نے کہا۔

”لائفنز بول رہا ہوں ہاس“۔۔۔ دوسری طرف سے اس کے ایک ساتھی ریڈ ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔ چونکہ وہ چیف ریڈ ایجنٹ تھا اس لئے باقی سارے ساتھی اسے ہاس کہہ کر پکارتے تھے۔

”لائفنز تمہ کیسے فون کیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔“

جوڑی نے چونک کر پوچھا۔

”آپ نے پچھلے دنوں ہمدردستان میں ساسک سنٹر اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سلسلے میں بات کی تھی“۔۔۔ لائفنز نے کہا۔

”ہاں کھن“۔۔۔ جوڑی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

انکوائری کی تو پتہ چلا کہ ایسی کوئی لائری پٹری کی نہیں نکل چنانچہ میں
 جزیرہ ہوانا پہنچ گیا۔ وہاں پٹری سے ملاقات ہوئی۔ تھوڑی سی پوچھ گچھ
 سے مجھے احساس ہو گیا کہ معاملہ کڑ بڑ ہے چنانچہ میں نے اس پر
 مخصوص حربے آزمائے جس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ
 ایک مہیا کے ساتھ سفر میں نصب مخصوص مشینری کے سائنسی پیچرز
 کی نشت اس نے ہماری محلوں کی عوض فروخت کی ہیں۔ مجھے
 اس بات پر حیرت ہوئی کہ آخر کسی نے اس قدر ہماری معاونہ ایسے
 پیچرز کے لئے کیوں ادا کیا ہے اور اس سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔
 چنانچہ میں نے اس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کیں جس نے
 یہ پیچرز خریدے تھے تو پتہ چلا کہ وہ درمیانی آدمی تھا۔ اصل خریدار
 ڈی کس کلب کا مالک روناٹلڈ ہے۔ روناٹلڈ کے بارے میں مجھے معلوم
 تھا کہ وہ ڈی کس کلب کے علاوہ اونچے بتانے پر معلومات فروخت
 کرنے کا وعدہ بھی کرتا ہے اور اس کے تعلقات بھروسہ سچ ہیں اور اکثر
 اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو کام دوسروں کے لئے ناممکن ہوتا
 ہے وہ کام روناٹلڈ کے لئے ممکن ہوتا ہے چنانچہ میں نے روناٹلڈ کو جا
 گھیرا۔ روناٹلڈ نے پہلے تو کچھ بتانے سے انکار کر دیا لیکن برحال میں
 نے اسے زبان کھولنے پر مجبور کر لیا۔ اس نے یہ انکشاف کیا ہے کہ یہ
 سائنسی پیچرز اصل پاکیشیا کے علی عمران نے خریدے ہیں۔“ لافٹر
 نے کہا تو جوڑی بے اختیار اچھل پڑا۔

”عمران نے خریدے ہیں۔ کیوں۔ وہ ان کا کیا کرے گا۔“ جوڑی

”مجھے چونکہ معلوم تھا کہ ہمیں برحال اس سفر کی حفاظت کے لئے
 جانا ہو گا۔ اس لئے میں نے اپنے طور پر اس کہنی کا سراغ لگایا۔ جس
 نے وہاں مشینری نصب کی ہے اور اس کے بیوقوف اقدامات کے لئے
 خصوصی مشینری بھی سلائی کی ہے۔ میں دراصل یہ چاہتا تھا کہ وہاں کی
 بیوقوفی کے سلسلے میں تفصیلی معلومات حاصل کر سکوں۔“ لافٹر
 نے کہا۔

”گڈ شو۔ تمہارے یہی کام تو ہمیں دوسروں سے متاثر کر دیتے ہیں
 لافٹر۔“ جوڑی نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔
 ”شکریہ یاس۔ برحال اس کہنی کا نام باپ کرک کارپوریشن ہے۔
 میں اس سلسلے میں کام کرتا رہا اور آج مجھ پر انتہائی حیرت انگیز انکشاف
 ہوا اور وہ یہ کہ اس مشینری کے سائنسی پیچرز خفیہ طور پر فروخت کئے
 گئے ہیں۔“ لافٹر نے کہا۔

”سائنسی پیچرز فروخت کئے گئے ہیں۔ کیا مطلب۔ میں تمہاری
 بات نہیں سمجھا۔“ جوڑی نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
 ”اس کہنی کا ایک انتہائی ذمہ دار آدمی جس کا نام پیٹرس ہے۔ اس
 کے بارے میں اچانک مشہور ہو گیا کہ اس کی کوئی ہماری لائری نکل
 آئی ہے اور اس کے پاس یلکھت بہت سی دولت آگئی ہے اور اچانک
 آفس سے چھٹی لے کر وہ اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ جزیرہ ہوانا تفریح
 کے لئے چلا گیا ہے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے ذہن پولیس والوں
 کی طرح ہوتے ہیں۔ چنانچہ مجھے بھی شک پڑ گیا۔ میں نے جب مزید

”ہیلو“ — چہ لمحوں بعد چیف کی بھاری آواز سنائی دی تو جوڑی

نے لافز کی رپورٹ تفصیل سے دوہرا دی۔

”سمو۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران وہاں حملہ کرنے کی بجائے کوئی اور سانس کی چکر چلانا چاہتا ہے“ — چیف نے پریشان سے لمبے میں کند

”مس چیف۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ شیطانی ذہن کا مالک ہے۔“
 ”جی ہاں، سوچتا ہے جو کسی کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی۔“ — جوڑی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں باپ کرک کارپوریشن والوں سے وہ سانس پیچہ ز
 ”حکومت کرچک کرتا ہوں کہ عمران ان سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس
 کے بعد ہی کچھ سوچیں گے۔“ — چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی
 رابطہ ختم ہو گیا۔ جوڑی نے رسیور رکھا اور پھر سامنے رکھی ہوئی فائل
 پر نظریں جمادیں لیکن دوسرے لمبے اس نے سر اٹھایا تو اس کے
 ہونٹ ہنسنے ہوئے تھے اور اس کی پیشانی پر لکیریں سی ابھر آئیں تھیں
 جیسے وہ کسی خاص الجھن میں پھنسا ہوا ہو اور کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا
 ہو۔ چہ لمبے وہ اسی حالت میں رہا پھر اس نے بے اختیار کندھے
 جھکے اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ رسیور اٹھا کر بھی وہ چند لمبے بیٹھا
 رہا پھر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”جی کس کلب“ — رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز
 سنائی دی۔

نے حیرت بھرے لمبے میں کہا۔

”میں نے اپنے طور پر جو اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ عمران ان
 پیچہ ز کی مدد سے اپنے ملک کے سائنس دانوں سے مل کر ایکریٹیا کے
 اس سنٹر کی مشینری کو فیل کرنے یا ناکام کرنے کی کوئی کوشش کرے
 گا۔“ — لافز نے کہا۔

”لیکن وہ اس سنٹر کو تباہ بھی کر سکتا ہے اور جاہی کے لئے مشینری
 کے سائنسی پیچہ ز حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک طاقتور بم ہر
 قسم کی مشینری کے پرچے اڑا سکتا ہے۔“ — جوڑی نے جواب دیتے
 ہوئے کہا۔

”بہر حال میں نے آپ کو اطلاع دے دی ہے۔ اب آپ جس
 طرح چاہیں اس بارے میں سوچ لیں۔“ — لافز نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں چیف پاس سے بات کرتا ہوں۔ عمران بغیر کسی
 مقصد کے کوئی کام نہیں کیا کرتا۔“ — جوڑی نے کہا اور کیڑیل دبا کر
 اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”ہیڈ کوارٹر“ — رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مشینی آواز سنائی
 دی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی مشین کی گرایاں چل رہی ہوں اور ان
 گرایوں کے چلنے کی وجہ سے آواز پیدا ہو رہی ہو۔

”آر اے سی بول رہا ہوں۔ چیف سے بات کراؤ۔“ — جوڑی
 نے کہا۔

”ہولڈ آن کریں۔“ — وہی آواز سنائی دی۔

”روناٹھ سے بات کراؤ۔ میں جوڑی بول رہا ہوں۔“ جوڑی نے کہا۔ روناٹھ سے اس کے بڑے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور وہ آپس میں کافی بے تکلف تھے اور جوڑی یکی فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ وہ عمران کے سلسلے میں روناٹھ سے بات کرے یا نہیں اور آخر کار اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ روناٹھ سے بات کرے گا۔ چنانچہ اس نے اسے کال کر لیا تھا۔

”ہیلو۔ روناٹھ بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد روناٹھ کی آواز سنائی دی۔

”جوڑی بول رہا ہوں روناٹھ۔“ جوڑی نے کہا۔

”میں نے سن لیا ہے تمہارا نام۔“ دوسری طرف سے روناٹھ نے سرودھجے میں جواب دیا تو جوڑی بے اختیار ہنس پڑا۔

”تاراض معلوم ہوتے ہو۔ کیسے لافٹر نے بد تمیزی تو نہیں کر دی۔“ جوڑی نے ہنستے ہوئے کہا وہ سمجھ گیا تھا کہ لافٹر کی وجہ سے روناٹھ کا موڈ آف ہو گا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ روناٹھ کو معلوم ہے کہ لافٹر کا تعلق ریڈ ایجنسی سے ہے اور وہ جوڑی کا ماتحت ہے۔

”لافٹر بھارے نے مجھ سے کیا بد تمیزی کئی تھی۔ مجھے تو فصد اس بات پر ہے کہ اگر تمہیں معلومات چاہئے تھیں تو تم براہ راست مجھ سے بات کر سکتے تھے تمہیں کیا ضرورت تھی لافٹر کو بھیجے کی اور باقاعدہ رقم آفر کرنے کی۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہیں انکار کر دتا۔“ روناٹھ نے استہائی خصلے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تمہیں لافٹر نے رقم کی آفر کی تھی۔“ جوڑی نے حیران ہوتے ہوئے کہا اس کے واقعی ذہن میں یہ بات نہ تھی کہ لافٹر نے ایسا کیا ہو گا۔

”ہاں۔ وہ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تم نے اسے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جو رقم چاہئے لے لو لیکن مجھے اصل معلومات مہیا کر دو۔ ایک بار تو میرا دل چاہا تھا کہ لافٹر کو دھکے مار کر دفتر سے باہر نکال دوں لیکن پھر مجھے تمہارا اور تمہارے چیف باس کا خیال آ گیا۔ تمہارے چیف باس نے ایک بار مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں ریڈ ایجنسی کے آڑے نہ آؤں اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔“ روناٹھ نے کہا۔

”سوری روناٹھ۔ لافٹر نے جو کچھ کیا اپنے طور پر کیا ہے اسے شاید یقین نہیں ہو گا کہ تم اسے اصل معلومات مہیا کر دو گے اور تم سے وہ زیادتی بہر حال کر نہیں سکتا تھا کیونکہ اسے یہ معلوم ہے کہ تمہارے تعلقات کس قدر وسیع ہیں مجھے تو اس نے صرف اتنا بتایا کہ اس نے اپنے مخصوص حربے استعمال کر کے تم سے اصل معلومات حاصل کی ہیں اور اس کے مخصوص حربوں کے بارے میں مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ موقع محل دیکھ کر اپنا کام بہر حال نکال لیتا ہے۔“ جوڑی نے کہا۔

”اگر یہ بات ہے تو پھر میں اس لافٹر سے خودی پوچھ لوں گا۔ تم بتاؤ تم نے فون کیسے کیا ہے۔“ روناٹھ نے کہا۔

”او۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ پھر تو عمران نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے ورنہ میں کسی صورت بھی اس کا کام نہ کرتا کیونکہ میں ایک ریٹائرمنٹ کے ناطے ایک ریٹائرمنٹ کے مفادات کے خلاف کیسے کام کر سکتا ہوں۔ ٹھیک ہے تم فکر نہ کرو۔ میں عمران سے رابطہ کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں ایک پلاننگ آگئی ہے جس میں اس پلاننگ کے تحت اس سے اصل بات

”عمران نے یہ سائنسی پیچڑ بہادرستان میں انگریزین سنٹر کو ناکام کرنے کے لئے حاصل کئے ہیں اور اس سنٹر کی حفاظت ریڈ ایجنسی کے ذمے ہے اب میں براہ راست تو اس سے بات نہیں کر سکتا اگر تم کسی طرح معلوم کر سکو کہ ان سائنسی پیچڑ سے وہ کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اس کے مقابل اسی طرح کا لائحہ عمل بنالیں گے“۔ جوڑی نے کہا۔

”میری اس سے بات ہوئی تھی اس نے مجھے بتایا تھا کہ جیسا سفر انکمہ میا نے تیار کیا ہے ویسا ہی ایک سفر وہ پاکیشیا میں بنانا چاہتے ہیں اس لئے وہ اس کہنی کا نام معلوم کرنا چاہتا تھا جس کی مشینری اس سفر میں نصب ہے تاکہ اس کہنی سے وہی سی مشینری خرید سکے میں نے

”کیا پلانک ہے مجھے تو بتاؤ“ — جوڑی نے بے چین ہو کر کہا۔

”بھی نہیں۔ پہلے عمران سے بات کر لوں۔ پھر بتاؤں گا۔“ رونا لاند نے جواب دیا۔

”خیال رکھنا میرا دم درمیان میں نہ آئے۔“ جوڑی نے کہا۔
 ”مجھے معلوم ہے۔ تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ روناؤ نے
 جواب دیا۔

”کب تک معلومات حاصل کر لو گے“۔۔۔ جوڈی نے پوچھا۔

”دیکھو۔ اس سے رابطہ ہو جائے تو پھر ہر حال میں جلد از جلد یہ کام کر لوں گا تم بے فکر رہو“ — رونا لڈ نے جواب دیا۔

”او کے میں تمہاری کال کا شکر رمیوں گا۔ گڈ بائی“۔ جوڑی نے کہا اور ریسور دکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر مگرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زمرہ احرام اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو"۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور خود بھی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

نہ کیا نتیجہ نکلا مرد اور سے ملاقات کا۔ آپ کی سنجیدگی بتا رہی ہے کہ معاملات آپ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔ ”— بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”میری خجیدگی دراصل میرے لئے مسئلہ بن جاتی ہے۔ واقعی معاملات الجھ گئے ہیں۔ ان سائنسی پیرزے ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس کمپیوٹر کو کسی صورت بھی ڈان نہیں دیا جاسکتا۔ یہ انتہائی طاقتور اور خاص ساخت کا کمپیوٹر ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی ایسی مشینری ابھی تک ایجاد نہیں ہو سکی اس لئے جو کچھ ہم نے سوچا تھا

پہلے ٹکٹ پر فون کیا۔ وہاں سے سلیمان نے بتایا کہ آپ صبح سے مجھے بھونچے ہیں۔ اسی لئے میں نے یہاں فون کیا ہے۔“ جوزف نے ہنسنا شروع کیا۔

”جوانا کہاں ہے؟“ عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

”جوانا دوپہر کا کھانا کھانے گیا ہوا ہے۔ میں رانا ہاؤس میں اکیلا ہوں۔ اسی لئے تو میں نے یہاں فون کیا ہے۔“ جوزف نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے بھی یہ بات اسی لئے پوچھی تھی کہ اس معاملے میں محتاط رہا کرو۔“ جوانا کو اس سیٹ اپ کا علم نہیں ہوتا تھا۔

”جس پر؟“ عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں رونا لڈ سے بات کر لیتا ہوں۔“ عمران نے

کہا اور کئی لمحوں کے بعد فون اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”ہی ٹی ٹی کس کلب؟“ رابطہ قائم ہوتے ہی نسوانی آواز سنائی

دی۔

”پاکیشیا سے پرنس جیکسو بول رہا ہوں۔ رونا لڈ سے بات کراؤ۔“

عمران نے کہا۔

”ہاں سر۔ ہولڈ آن کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ رونا لڈ بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد رونا لڈ کی آواز

سنائی دی۔

اس سب پر بانی پھر گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تو پھر اب یہی صورت رہ جاتی ہے کہ اس سنٹر کو ہی اڑا دیا جائے۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ بظاہر تو اب یہی صورت نظر آتی ہے لیکن یہ چونکہ مسئلے کا کوئی حتمی حل نہیں ہے اس لئے میں ذہنی طور پر بیحد الجھا ہوا ہوں۔

سردارو سے میں نے ایک ممکنہ زاویہ پر ڈسکس کیا ہے۔ اب اس زاویہ پر وہ غیر ملکی ماہرین سے بات کر رہے ہیں۔ وہ جب اس بارے

میں مجھے جواب دیں گے پھر میں حتمی لائحہ عمل طے کروں گا۔“ عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر اس سے پہلے کہ ان

کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ پوسا کر ریسور اٹھا لیا۔

”ایکسو“ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”جوزف بول رہا ہوں۔ باس اگر یہاں ہوں تو ان سے میری بات

کرا نہیں۔“ دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے جوزف۔ کیوں فون کیا ہے؟“ اس بار عمران

نے اصل آواز میں کہا۔

”باس۔ ایکریما سے آپ کے دوست رونا لڈ کا فون آیا ہے۔ اس

نے کہا ہے کہ اس نے جو سائنسی چہرہ رانا ہاؤس کے چپے پر بیٹھے تھے

ان کے بارے میں آپ کو انتہائی اہم بات بتانی ہے اس لئے میں آپ

تک پیغام پہنچا دوں کہ آپ اسے فون کر کے بات کر لیں۔ میں نے

”کیا بات ہے روناٹھ۔ کیوں فون کیا تھا۔ کیا معاوضہ نہیں پہنچا جو اس قدر بے چین ہو رہے ہوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔ معاوضہ تو مجھے مل چکا ہے۔ میں دراصل تمہیں ایک خاص بات بتانا چاہتا تھا مجھے بھی بعد میں معلوم ہوا ہے کہ جو سائنسی پیچڑ میں نے تمہیں بھیجے ہیں یہ سائنسی پیچڑ نامکمل ہیں۔ ان میں سے چند کائنات اس آدمی نے رکھ لئے تھے اور اب وہ مزید رقم مانگ رہا ہے۔ میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اگر باقی رہنے والے کائناتوں کے بغیر تمہارا کام نہ چل سکتا ہو تو میں خود اپنی طرف سے اسے معاوضہ دے کر اس سے یہ کائنات لے کر بھجوا دوں۔“ — روناٹھ نے کہا۔

”نہیں۔ اس آدمی نے چکر دیا ہے جو پیچڑ تم نے بھیجے ہیں وہ مکمل ہیں۔“ — عمران نے جواب دیا لیکن اس کی پیشانی پر یقینت لکیریں سے ابھر آئی تھیں۔

”مکمل ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے اس نے مجھے خود پانچ کائنات دکھائے ہیں۔“ — روناٹھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جب میں کہہ رہا ہوں کہ وہ مکمل ہیں تو پھر تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم چونکہ سائنس دان نہیں ہو۔ اس لئے اس نے ویسے ہی چند کائنات تمہیں دکھا کر مزید معاوضہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔“ — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ ویری سیڈ۔ اب میں اس سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔ ویسے تم سناؤ تمہارا کام تو ہو گیا ہے ناں ان پیچڑ سے۔“ — روناٹھ نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”کیا کام۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہی جو تم کہہ رہے تھے کہ ان پیچڑ کی مدد سے تم دسی ہی مشینری نصب کروا گے پاکیشیا سنٹر میں۔“ — روناٹھ نے کہا۔

”ان پیچڑ سے وہ کام کیسے ہو سکتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا یہ پیچڑ فضول ہیں۔“ — روناٹھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پیچڑ فضول نہیں ہیں لیکن وہ کسی کام کے نہیں ہیں کیونکہ جو مشینری ان پیچڑ کے مطابق ہے وہ تو پاب کرک والے سوائے حکومت ایکرمیا کے اور کسی کو سپلائی ہی نہیں کرتے اور ایسی مشینری ظاہر ہے اور کوئی کہتی بتاتی ہی نہیں۔ ان کی مشینری بہر حال اس سے مختلف ہو گی۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر تم نے یہ پیچڑ کیوں منگوائے تھے۔“ — روناٹھ نے کہا۔

”صرف اس لئے کہ تمہاری محنت ضائع نہ ہو اور تمہیں اس کا

معاوضہ مل جائے۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ میں نے وہ معاوضہ خود تو نہیں رکھنا تھا۔ اس آدمی کو ہی دینا تھا۔ تم ایسا کرو کہ اس ایکریمیں سنٹر میں جا کر وہاں سے وہ مشینری اٹھا لاؤ۔ حکومت خود ہی دوسری منگوائی پھرے گی اور تم

جیسے آدمی کے لئے کوئی مشکل بھی نہیں۔“ روناٹھ نے کہا۔

”اس سفر پر انتہائی سخت حفاظتی اقدامات ہیں۔ وہ کوئی سیرگاہ تو نہیں کہ میں کھلتا ہوا وہاں جاؤں گا اور وہاں سے مشینری اٹھا لاؤں گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔“ حفاظتی اقدامات تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر تم کو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔“ روناٹھ نے کہا۔

”کس طرح۔“ عمران نے کہا۔

”جس انجینی کے پاس اس سنفر کی سیکورٹی ہوگی اس کے کسی آدمی کو توڑا جا سکتا ہے۔“ روناٹھ نے جواب دیا۔

”یہ لمبا کام ہے پہلے اس انجینی کا پتہ چلے۔ پھر اس کا آدمی تلاش کیا جائے پھر اسے توڑا جائے۔ اس کے بعد کام آگے بڑھے۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے انجینی کا تو علم ہے۔ صرف آدمی ٹریس کرنا پڑے گا۔ وہ میں کر لوں گا۔“ روناٹھ نے کہا۔

”کون سی انجینی ہے۔“ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

”ریڈ انجینی۔“ مجھے اس آدمی نے بتایا تھا جس سے میں نے پیچہ خریدے تھے۔“ روناٹھ نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”پھر تو تم یہ کام آسانی سے کر سکتے ہو۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ

ریڈ انجینی کے چیف ایجنٹ جوڈی سے تمہاری بڑی گہری دوستی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔ وہ بڑا با اصول آدمی ہے۔ اس سے تو بات ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو مجھے کوئی اور آدمی توڑنا پڑے گا جو معاوضہ لے کر کام کرے۔“ روناٹھ نے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں کسی نے فائدہ بتا دیا ہو کیونکہ میری معلومات کے مطابق اس سنفر میں ریڈ انجینی کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ اس کا سیکورٹی آفیسر مارٹن ہے اور مارٹن کا تعلق ریڈ انجینی سے نہیں ہے۔“ عمران نے کہا۔

”بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہاں کوئی ایسا سسٹم موجود ہو کہ ریڈ انجینی کو فوراً کال کیا جا سکتا ہو۔ ریڈ انجینی انکری میا کی سب سے فعال اور تیز ترین انجینی ہے۔ وہ وہاں پہنچ بھی سکتی ہے۔“ روناٹھ نے کہا۔

”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن یہ منصوبہ بھی ناقابل عمل ہے۔ اس سنفر سے ہمیں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے خلاف اتنا بڑا اقدام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہادرستان حکومت جانے اور انکری میا حکومت۔ ہم تو اپنا سنفر بنانا چاہتے ہیں۔ اب دیکھو حکومت کس کہنی سے بات کرے گی۔ آخر کام تو ہو ہی جاتے ہیں۔ میں تو یہ چاہتا تھا کہ مشینری اسی معیار کی ہو جس معیار کی اس سنفر میں نصب ہے لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو نہ سہی۔“ عمران نے

رگ رگ ہے واقف ہوں۔ اس کا لہجہ ہی بات کرتے ہوئے کھوکھا تھا۔ اسی لئے میں نے بات لمبی کی تاکہ اصل بات سامنے آجائے اور آخر کار وہ بات سامنے آگئی۔ رونالڈ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس سنٹر کے بارے میں ہمارا آئندہ اقدام کیا ہو گا۔ کیا ہم اس کے خلاف صرف سائنسی اقدام کریں گے یا سنٹر پر حملہ کر کے اسے تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن رونالڈ کو یہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”جب اس نے بتایا کہ ریڈ ایجنسی کے ذمے اس سنٹر کی حفاظت کی ذمہ داری ہے تو میں ساری بات سمجھ گیا تھا۔ یقیناً جوڈی کو اس ساری کارروائی کا علم ہو گیا ہو گا۔ وہ بید تیز آدمی ہے۔ اس نے یقیناً رونالڈ کے ذریعے ہمارے پیچھے حاصل کرنے کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہوں گی اور جو کچھ ہم سوچ رہے ہیں کہ اس سنٹر کو تباہ کرنے سے ہمارا مشن حتیٰ طور پر مکمل نہیں ہو تا یہی بات جوڈی نے سوچی ہو گی اس لئے وہ معلوم کرنا چاہتا ہو گا کہ ہم آخر کیا کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ بھی ہمارے خلاف حتیٰ لائحہ عمل طے کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے رونالڈ کو یہ کہہ دیا ہے کہ ہمارا اس سنٹر پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے اس طرح جوڈی مطمئن ہو جائے گا ورنہ اگر واقعی ریڈ ایجنسی وہاں پہنچ جاتی ہے تو پھر ہمارے لئے خاصا مشکل کام ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”او کے۔ اگر تم نہیں چاہتے تو پھر اس بارے میں کوشش کرنا ہی فضول ہے۔ گڈ بائی۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمایاں ہو گئی تھی۔

”یہ رونالڈ دراصل چاہتا کیا تھا۔ مجھے تو اس کی ساری باتیں مشکوک سی لگتی تھیں۔“ بلیک زیرو نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم نے شاید غور نہیں کیا کہ رونالڈ مجھ سے کیا چاہتا تھا۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کے چہرے کی کیفیات تو بتا رہی تھیں کہ آپ اس کی باتوں سے مشکوک ہو گئے ہیں لیکن بات میری سمجھ میں واقعی نہیں آئی۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”تمہاری یہی عظمت ہے کہ تم سچ بات کرنے میں جھکتے نہیں ہو۔ میں نہیں بتاتا ہوں کہ اصل مکمل کیا کھلا گیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ رونالڈ اور جوڈی جو کہ ریڈ ایجنسی کا چیف ایجنٹ ہے کے درمیان گہرے دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلقات ہیں اور رونالڈ کی اس بات کی وجہ سے شروع سے ہی میں مشکوک ہو گیا تھا جب اس نے یہ کہا کہ سائنسی پیچھے ناکمل ہیں۔ مجھے چونکہ ذاتی طور پر علم تھا کہ یہ پیچھے مکمل ہیں اس لئے میں چونک پڑا۔ دوسری بات یہ کہ میں رونالڈ کی

”اب میں سمجھ گیا ساری بات۔ ریڈ ایجنسی نے چونکہ امیر خفی میں وہاں پہنچنا ہے اس لئے وہ پہلے سے معلوم کرنا چاہتے تھے کہ آپ کا سفر کے خلاف کام کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”چلو شکر ہے اللہ نے تمہیں اتنی عقل تو بہر حال دے دی کہ تم بات سمجھ گئے ہو۔“ — عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”دیے عمران صاحب شاید یہ پہلا مشن ہے کہ ٹارگٹ سامنے ہونے کے باوجود آپ اس ٹارگٹ کی طرف رخ نہیں کر رہے حالانکہ پہلے آپ بچہ بے چین تھے۔ لیکن جیسے ہی جولیا نے معلومات حاصل کیں ہیں آپ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”ٹارگٹ کے خاتمے سے مسئلہ حل ہو جاتا تو اب تک وہاں برسرِ کار ہو چکا ہوتا لیکن مجھے نظر آرہا ہے کہ اس سے پاکیشیا کو کوئی حتمی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اس لئے ایکشن میں نہیں آرہا۔“ — عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی تھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ پر بھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکسٹو۔“ — عمران نے مخصوص لمبے میں کہا۔

”سلیمان بول رہا ہوں۔ اگر صاحب ہوں تو ان سے بات کرائیں۔“ — دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔ کیا بات ہے۔ کیسے فون کیا ہے یہاں۔“

عمران نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

”سردار کی کال آئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں آپ کو تلاش کر کے آپ تک پیغام پہنچا دوں کہ آپ ان سے فوری رابطہ کر لیں۔“ — سلیمان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کر لیتا ہوں ان سے بات۔“ — عمران نے کہا اور کیڈل دبا کر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”ہیں۔“ — رابطہ قائم ہوتے ہی سردار کی آواز سنائی دی۔
”تعلیٰ عمران۔ ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”تمہاری یہ ڈگریاں سن کر مجھے واقعی احساس کثرتی سا ہونے لگ جاتا ہے کہ تم اتنے پڑھے لکھے ہو اور میں بچارہ جاہل مطلق۔“ — سردار نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ کے طرز کا رویہ صورت انداز بتاتا رہا ہے کہ اب آپ سائنس کی بجائے آرٹس پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں مجھے یقین ہے کہ جلد ہی طرز مزاج پر ایک دلچسپ کتاب پڑنے کو مل جائے گی۔“ — عمران نے جواب دیا تو سردار بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم سے بات کرتے ہوئے واقعی ذہن خود بخود اس طرف مائل ہو جاتا ہے ورنہ تو سارا دن خشک قسم کی گفتگو میں ہی گزر جاتا ہے بہر حال میں نے تمہیں اس لئے کال کیا تھا کہ تمہارا آئیڈیا میں نے ماہرین سے تفصیلی طور پر ڈسکس کیا ہے نتیجہ زیرو ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ابھی

ایسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہو سکی کہ جو فضا میں ریڈیو لہروں کی فریکوئنسی کو یکفخت پلٹ دے اور اگر ایسا ہو بھی جائے تو ایسا مسلسل ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔۔ سردا ور نے کہا۔

”مجھے پہلے ہی امید تھی کہ آپ کے ماہرین یہی جواب دیں گے۔“
عمران نے منہ ہناتے ہوئے کہا۔

”تو تمہارا مطلب ہے کہ ماہرین نے جان بوجھ کر غلط جواب دیا ہے۔“۔۔۔۔۔ سردا ور کے لہجے میں ہلکے سے غصے کا تاثر ابھر آیا تھا۔

”اصل مسئلہ یہ ہے کہ سائنسی ماہرین کی عادت ہوتی ہے کہ جو دوسرے ریسرچ کر کے انہیں اس ریسرچ کی سائنسی توجیحات سمجھا دیں تو وہ ناقابل عمل ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی نیا آئیڈیا انہیں بتایا جائے جس کی سائنسی توجیہ پر ریسرچ نہ ہوئی ہو تو وہ اسے ناقابل عمل قرار دے دیتے ہیں۔“۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”ظاہر ہے جس کی کوئی سائنسی توجیہ ہی نہ ہو اسے وہ کیسے تسلیم کر لیں۔“۔۔۔۔۔ سردا ور نے کہا۔

”پہلے تو آئیڈیے ہی انہیں میں آتے ہیں پھر ان کی سائنسی توجیحات ریسرچ کے ذریعے حاصل کی جاتی ہیں۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن ان سائنسی توجیحات کی تلاش میں بعض اوقات عرص گزر جاتی ہیں لیکن بعض آئیڈیے ایسے ہوتے ہیں جن کی سائنسی توجیہ ہو ہی نہیں سکتی مجھے یاد ہے تم نے خود ہی مجھے بتایا تھا کہ ایک صاحب نے پہاڑی برف سے آہستہ بھلی پیدا کرنے کا آئیڈیا بتایا

تھا کہ بھلی کی لہریں سفید رنگ کی ہوتی ہیں اور برف بھی سفید ہوتی ہے اس لئے برف سے بھلی بنائی جا سکتی ہے۔ اب تم خود سوچ کر بتاؤ کہ ماہرین اس کی سائنسی توجیحات پر ریسرچ کرنا شروع کر دیں گے۔“ سردا ور نے کہا۔

”لیکن میں نے جو آئیڈیا آپ کو دیا تھا وہ تو برف سے بھلی بنانے والا نہیں تھا۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سردا ور بے اختیار ہنس پڑے۔

”میں نے تو صرف مثال دی ہے بہر حال جو کچھ تم نے کہا تھا ویسا ممکن ہی نہیں ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ٹرانسیر لہروں کو اس کے ریسور تک تو صحیح پہنچایا جائے لیکن دوسرے ریسور پر وہ تبدیل ہو جائیں اگر وہ تبدیل ہوں گی تو دونوں ہی ہوں گی ایک نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی ایسا آلہ بنایا جا سکتا ہے جو فضا میں موجود لاکھوں کروڑوں ٹرانسیر لہروں کو اس طرح تبدیل کرتا رہے۔“۔۔۔۔۔ سردا ور نے کہا۔

”اوکے ٹھیک ہے۔ پھر کیا کیا جا سکتا ہے سوائے ممبر کرنے کے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ممبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو سردا ور بے اختیار ہنس پڑے اور عمران نے خدا حافظ کہہ کر ریسور رکھ دیا لیکن اس کی پیشانی پر شکنیں موجود تھیں۔

”بات تو سردا ور کی درست ہے ٹرانسیر لہروں کو بیک وقت درست اور تبدیل کیسے کیا جا سکتا ہے۔“۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ٹرانسیر کو اپنی طرف کھسکایا اور پھر اس پر

فریکوئی ایڈجسٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ فریکوئی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے اس کاٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اور“۔۔۔ عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیس۔ ٹائیگر انڈنگ یو باس۔ اور“۔۔۔ چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر۔ کچھ دن پہلے تم نے بتایا تھا کہ تم ہارنگ کے ٹرانسمیٹر دیوز پر کوئی خصوصی مقالہ پڑھتے رہے ہو اور میں نے تمہیں کہا تھا کہ یہ مقالہ پڑھنے کے بعد مجھے بجوانا۔ اور“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”لیس باس۔ لیکن میں نے ابھی اسے پوری طرح نہیں پڑھا کیونکہ وہ بوجہ جچیدہ موضوع پر مبنی ہے اس لئے اسے بہت سوچ سمجھ کر پڑھنا پڑتا ہے اگر آپ کہیں تو میں اسے پہلے آپ کو بجھوا دوں جب آپ پڑھ لیں گے تو میں بعد میں پڑھ لوں گا۔ اور“۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”اصل مقالہ تو میں نے پڑھا ہوا ہے۔ وہ تو کافی پہلے چھپ چکا ہے لیکن تم نے بتایا تھا کہ ہارنگ نے اس میں مزید بحث کی جس کا ماحصل بھی شامل کیا ہوا ہے۔ کوئی ایڈوانس آئیڈیا۔ وہ کیا ہے۔ اور“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”وہ وائرلیس لمروں کے لانگ ویوز کے نئے سائیکل کی دریافت پر مبنی ہے۔ میں نے اسے پوری طرح تو نہیں پڑھا لیکن سرسری طور پر پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ لانگ ویوز کے

سائیکلوں کو فضا میں ہی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اور“۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا واقعی ایسا ہی ہے جیسے تم بتا رہے ہو۔ اور“۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن اس کی تفصیل نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ ابھی میں نے اسے پوری طرح نہیں پڑھا۔ اور“۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”بہر حال میں یہ یا تو یہی ہے ناں۔ اور“۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ اور“۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

”او کے۔ تم وہ مقالہ میرے فلیٹ پر بجھوا دینا۔ اور ایڈیٹ“۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”لیس“۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی سردار کو یہی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جناب۔ وائرلیس لمروں پر ایک صاحب اتھارٹی ہیں ڈاکٹر ہارنگ۔ گرینٹ لینڈ کے رہنے والے ہیں۔ کیا ان کا فون نمبر معلوم ہو سکتا ہے“۔۔۔ عمران نے کہا۔

”تو تم ابھی تک اسی خیال میں پھنسے ہوئے ہو۔ بہر حال مجھے تو معلوم نہیں ہے البتہ میں گرینٹ لینڈ سے معلوم کرتا ہوں“۔۔۔ سردار نے کہا۔

”آپ معلوم کریں۔ میں تھوڑی دیر بعد آپ کو دوبارہ فون کر کے

سے کہا گیا اور لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو۔ کیا آپ لائن پر ہیں“ — چند لمحوں بعد وہی نسوانی آواز سنائی دی۔

”ہاں“ — عمران نے کہا۔

”ڈاکٹر ہارنگ سے بات کیجئے۔ لیکن پلیز۔ یہ خیال رکھنا کہ وہ بیمار بھی ہیں اور بہت بوڑھے بھی ہو چکے ہیں“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ میں خیال رکھوں گا“ — عمران نے جواب دیا۔

”ہیلو“ — چند لمحوں بعد ایک لرزتی ہوئی اور کمزور سی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر صاحب۔ میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔“ عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ مجھے سر داور نے ابھی تمہارے متعلق تفصیل سے بتایا ہے مجھے تم جیسے ذہین نوجوان سے مل کر خوشی ہوئی ہے بہر حال کیا پرائیلم ہے“ — ڈاکٹر ہارنگ نے اسی طرح لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے کہ کیا وائزلیس ویوز کے سائیکلز کو اس انداز میں تبدیل کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے رسیور پر تو درست انداز میں نشر ہوں لیکن دوسرے کسی بھی رسیور پر نشر ہوتے ہوئے ان میں کوئی تبدیلی پیدا ہو جائے“ — عمران نے

معلوم کر لوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر ہارنگ یہ مسئلہ حل کر دیں۔“ — عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیں“ — سر داور کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں جناب۔ نمبر معلوم ہوا ہے“ — عمران نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”صرف نمبر معلوم ہو گیا ہے بلکہ میری ڈاکٹر ہارنگ سے بات بھی ہوئی ہے۔ میری ان سے پہلے بھی متعدد بار ملاقات ہو چکی ہے۔ میں نے انہیں تمہارا ریفرنس دے دیا ہے اور تم میرے حوالے سے ان سے بات کر لو“ — سر داور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک نمبر بتا دیا۔

”مجید شکریہ جناب“ — عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور کریڈل دیا کہ اس نے ہاتھ اٹھایا اور ٹون آجانے پر اس نے پہلے گریٹ لینڈ کا رابطہ نمبر اور پھر سر داور کا بتایا ہوا نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

”ہیں ڈاکٹر ہارنگ ہاؤس“ — ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ ابھی ڈاکٹر ہارنگ سے پاکیشیا کے سر داور کی بات ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے مجھے ریفرنس کیا ہے۔“ — عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہولڈ آن کریں۔ میں معلوم کرتی ہوں“ — دوسری طرف

کہا۔

”دوبارہ بتاؤ۔ تم نے کیا کہا ہے اور ذرا آہستہ آہستہ بولو تاکہ میں تمہاری بات پوری طرح سمجھ سکوں۔“ ڈاکٹر ہارنگ نے کہا تو عمران نے اپنی بات کو اسی انداز میں دہرایا جس انداز میں ڈاکٹر ہارنگ نے کہا تھا۔

”نہیں بیٹے۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کی ساخت جیسے ہی تبدیل ہوگی تو پھر ہر ریسور پر تبدیل ہو جائے گی۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ایک ریسور پر تو اس کی ساخت وہی رہے جبکہ دوسرے ریسور پر وہ تبدیل ہو جائے۔“ ڈاکٹر ہارنگ نے جواب دیا۔

”لیکن آپ نے ٹرانسیر و یوز پر اپنے مقالے میں جو ایڈوانس ریسرچ دی ہے اس میں تو آپ نے اس تبدیلی کا ذکر کیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”وہ یہ تبدیلی نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ وہ یہ تبدیلی ہے کہ لاگ و یوز کو شارٹ و یوز میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور شارٹ و یوز کو لاگ و یوز میں۔ میری ریسرچ سے پہلے یہی سمجھا جاتا تھا کہ ٹرانسیر سے جو لہرس ہوا میں بھیجی جاتی ہیں وہ اگر لاگ و یوز میں ہیں تو وہ ہر حالت میں لاگ و یوز میں رہیں گی اور اگر شارٹ و یوز میں ہیں تو ہر حالت میں شارٹ و یوز میں رہیں گی لیکن میں نے اپنے اس مقالے میں اپنی طویل ریسرچ دی ہے کہ ایسا نہیں ہے یہ تبدیلی ممکن ہے۔ تفصیلات البتہ تمہیں خود پڑھنا ہوں گی کیونکہ میں اتنی لمبی بات کرنے

کے قابل نہیں ہوں۔“ ڈاکٹر ہارنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
”لیکن پھر تو یہ لہرس ریسور پر نشر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان کی ساخت تبدیل ہو چکی ہوگی۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ظاہر ہے البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ریسور اس ساخت کے بنائے جائیں جو اس خاص طاقت کی شارٹ و یوز کو کچھ کر کے نشر کر سکتے ہوں جس خاص طاقت کی لاگ و یوز کو ٹرانسیر سے ارسال کیا جائے۔“ ڈاکٹر ہارنگ نے کہا۔

”لیکن جو مشینری تمام طاقت کی کالز کو کچھ کرتی ہے وہ تو اسے بھی کچھ کرے گی پھر اس کا کیا فائدہ ہو گا۔“ عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے میری بات پر دھیان نہیں دیا۔ سر واور نے تو تمہاری ذہانت کی بڑی تعریف کی تھی۔ میں اب مزید بات نہ کر سکوں گا۔ اس لئے اب میری بات دھیان سے سنو اور اب اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔“ ڈاکٹر ہارنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں سر۔“ عمران نے قدرے سسے ہوئے لہجے میں کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زبردے اختیار مسکرا دیا کیونکہ یہی فخرے عمران ان سے کہتا تھا اور آج یہی فخرے عمران کو سننے پڑ رہے تھے۔

”دیکھو نوجوان۔ ٹرانسیر اور ریسور دونوں پر ایک ہی فریکوئنسی ہو گی تو ٹرانسیر سے نشر ہونے والی کال ریسور پر نشر ہوگی۔ اب جبکہ ہوا میں ہی لاگ و یوز فریکوئنسی کو شارٹ و یوز فریکوئنسی میں تبدیل کر دیا جائے گا تو جو سچشل ریسور اس مقصد کے لئے بنایا جائے گا وہاں تو وہ

کال نشر ہو جائے گی لیکن جو مشین اسے کچھ کر رہی ہوگی وہاں چونکہ حسابی طور پر وہی فریکوئیاں کام کر رہی ہوں گی جو عام حالت میں ہوتی ہیں اس لئے وہ لائگ ویوز سے شارٹ ویوز میں تبدیل ہو جائے والی فریکوئنسی تو اس مشین میں سرے سے موجود ہی نہیں ہوگی۔ اس طرح وہاں یہ کال کچھ تو ہو جائے گی لیکن ظاہر ہے وہ ریسور کے برتنوں سے ٹکرا کر جب ارتعاش پیدا کرے گی تو وہ ارتعاش اس لائگ ویوز سے مختلف ہوں گے اس طرح ان ارتعاشات سے پیدا ہونے والی آواز کی لہریں بھی مختلف ہو جائیں گی۔ اس طرح وہ آواز کی لہریں جو ٹرانسمیٹر سے لائگ ویوز میں نشر کی گئی ہوں گی وہ یہاں پیدا ہی نہ ہو سکیں گی۔ اب وہاں کیا ارتعاشات پیدا ہوتے ہیں اور کیا آوازیں پیدا ہوتی ہیں وہ تم خود سمجھ سکتے ہو۔ ڈاکٹر ہارنگ نے اس بار تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ڈاکٹر ہارنگ۔ آپ عظیم ہیں۔ اب میں آپ کی بات پوری طرح سمجھ گیا ہوں۔ وہ بات تو ظاہر ہے کسی صورت میں بھی نشر نہیں ہو سکتی جو ٹرانسمیٹر سے لائگ ویوز میں نشر ہوئی ہوگی۔ ویری گڈ۔ بس میں بھی یہی چاہتا تھا لیکن سر۔ یہ لائگ ویوز کو ہوا میں ہی شارٹ ویوز میں تبدیل کرنے والا آلہ ایجاد بھی ہوا ہے یا یہ صرف ریسرچ تک محدود ہے۔“ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے تو اس کا فارمولا دے دیا ہے۔ ظاہر ہے اب میں نے فیکٹری تو نہیں لگا رکھی کہ آلات بھی تیار کرتا رہوں۔ اس فارمولے

کے تحت مشینری بھی تیار کی جاسکتی ہے اور ایسے آلات بھی۔“ ڈاکٹر ہارنگ نے قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ کا سید شکر یہ جناب۔ میں نے آپ کو تکلیف دی۔ بہر حال میں آپ کی محنت کا قائل ہو گیا ہوں۔ گڈ بائی۔“ عمران نے کہا اور ریسور رکھ کر اس نے ایک طویل سانس لیا۔

”ڈاکٹر ہارنگ واقعی اپنے مضمون میں اتھارٹی ہیں۔ یہ واقعی انتہائی فارمولا ہے۔“ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے پہلی بار آپ کو ڈانٹ پڑے ہوئے سنا ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ایسے عظیم استادوں کی ڈانٹ تو نعمت ہوتی ہے اس ڈانٹ سے شکر دے کہ ذہن کے بے شمار سوسے ہوئے غلبے جاگ اٹھتے ہیں۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

”بہر حال آپ کا مسئلہ حل ہوا یا نہیں۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ حل ہو گیا ہے لیکن ظاہر ہے ان آلات کی تیاری۔ ایسے ٹرانسمیٹروں اور ان کے ریسوروں کی تیاری میں تو بہر حال وقت لگے گا۔ لیکن بات طے ہو گئی ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن پہلے تو ڈاکٹر ہارنگ نے بھی آپ کے آئیڈیے کو ناممکن قرار دے دیا تھا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ وہ آئیڈیہ واقعی ناممکن تھا لیکن جو کچھ میں اس آئیڈیے سے

چاہتا ہوں وہ اس انداز میں حل ہو گیا ہے۔“ — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب آپ مہربانی کر کے میرے ذہن کے سوائے ہوئے غلوں کو بھی بگاڑیں۔“ — بلک زیدو نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔
 ”تمہیں ذرا مزید تفصیل سے سمجھانا پڑے گا۔ تمہیں یہ تو معلوم ہو گا کہ ٹرانسیر کس طرح کام کرتا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ ٹرانسیر پر ایک خاص فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے بات کی جاتی ہے تو آواز کی لہریں وائرلیس لہروں میں تبدیل ہو کر فضا میں پھیل جاتی ہیں اور پھر یہ لہریں جب اسی فریکوئنسی میں ایڈجسٹ شدہ ٹرانسیر کے اندر موجود رسیور سے ٹکراتی ہیں تو یہ رسیور انہیں کچھ کر کے دوبارہ آواز کی لہروں میں تبدیل کر کے نشر کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ریڈیو کام کرتا ہے کہ ریڈیو اسٹیشن سے ایک خاص دیوڑ میں آواز کی لہروں کو ٹرانسیر دیوڑ جنہیں ہم ریڈیائی لہریں کہتے ہیں فضا میں نشر کی جاتی ہیں اور جہاں جہاں ریڈیو اس خاص دیوڑ پر ٹیون ہوتا ہے وہاں یہ لہریں دوبارہ آواز کی لہروں میں بدل جاتی ہیں اور نشر ہوتی ہیں۔“ — بلک زیدو نے اس انداز میں جواب دیا جیسے بچے اپنے استاد کو سبق سناتے ہیں۔

”اب اسی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہیں۔ فریکوئیز دو مختلف سائیکلز پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان میں لاگ دیوڑ بھی ہوتی ہیں اور شارٹ

دیوڑ بھی۔ ان کا ہر فریکوئنسی میں خصوصی تناسب ہوتا ہے اور اس طرح جس رسیور میں وہ فریکوئنسی ایڈجسٹ ہوتی ہے وہاں آواز نشر ہو جاتی ہے۔ میں پہلے یہ چاہتا تھا کہ ہوا میں موجود ان لہروں کو اس طرح تبدیل کیا جائے کہ اصل رسیور میں تو وہ اس فریکوئنسی پر نشر ہو جائیں لیکن دوسرے کسی رسیور پر وہ تبدیل ہو جائیں جسے سرادور نے ناممکن قرار دے دیا ہے اور ڈاکٹر ہارنگ نے بھی۔ کیونکہ ظاہر ہے تبدیلی تو سب کے لئے یکساں ہوگی لیکن ڈاکٹر ہارنگ نے جو فارمولا ایجاد کیا ہے اس کے تحت فضا میں لاگ دیوڑ کو شارٹ دیوڑ میں اور شارٹ دیوڑ کو لاگ دیوڑ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے اس سے وہ سارا تناسب بدل جائے گا اور اس فریکوئنسی پر اسے کچھ نہ کر سکے گا لیکن اگر رسیور میں تبدیلی کر دی جائے کہ جس تناسب سے یہ تبدیلی ہو وہاں بھی اسی تناسب سے تبدیلی پہلے سے ہو تو وہاں تو یہ لہریں کچھ بھی ہو جائیں گی اور نشر بھی ہو جائیں گی لیکن دوسرے کسی بھی ٹرانسیر پر یہ اس طرح نشر نہیں ہوں گی جس طرح ٹرانسیر سے انہیں ارسال کیا گیا ہو گا۔“ — عمران نے کہا۔

”اور۔“ واقعی بالکل اب میں آپ کا مطلب سمجھ گیا کہ اس خاص انداز کے ٹرانسیر کی نشریات کو ایک یمنی سلسلہ سنشری مشینری کچھ تو ضرور کرے گی لیکن جو کچھ کہا جا رہا ہو وہ یکسر تبدیل ہو جائے گا۔ اگر ٹرانسیر مغرب کی بات نشر کر رہا ہے تو وہاں مشرق کی بات نشر ہو رہی ہوگی جبکہ اصل رسیور میں وہ مغرب کی ہی بات ہوگی۔“ — بلک

زیرو نے کہا۔

”بالکل۔ اور میں یہ چاہتا تھا۔ ہمارا اصل مسئلہ دفاعی رازوں کا ہے اس لئے ایسے خصوصی ٹرانسمیٹر تیار کر کے فوج کو دیئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح بہادرستان میں قائم ساسک سنٹر کو ہمیشہ کے لئے ناکارہ بنایا جاسکتا ہے۔ وہ جو پیغامات سنیں گے وہ پیغامات یکسر مختلف ہوں گے۔ اس طرح پاکیشیا کا دفاع محفوظ رہے گا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن ظاہر ہے اس میں تو خاصا وقت لگے گا۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں اور اس کے لئے اب اس ساسک سنٹر کو تیار کرنا ضروری ہو گیا ہے تاکہ جب تک یہ خاص ٹرانسمیٹر تیار ہوں اس وقت تک ہمارے دفاعی راز محفوظ ہو جائیں اور جب تک وہ دوسرا سنٹر قائم کریں گے تب تک ہمارے خصوصی ٹرانسمیٹر بھی تیار ہو جائیں گے۔“ — عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمران نے ہاتھ بیچا کر ریسور اٹھایا اور نمبر وائل کرنے شروع کر دیئے۔

”جولیا بول رہی ہوں۔“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”یکشوس۔“ — عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”تیس سر۔“ — جولیا کا لہجہ یکثرت مودبانہ ہو گیا۔

”تم نے بہادرستان میں جس سنٹر کو نہیں کیا ہے اس کو ختم کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ اس لئے تم صالحہ صفدر، کیپٹن گلگیر اور عویر کو مشن پر جانے کے لئے الٹ کر دو۔ عمران تمہیں لینڈ کرے گا۔“ — عمران نے کہا۔

”تیس سر۔ کب روانہ کی ہے۔“ — جولیا نے کہا۔

”عمران ضروری انتظامات کر رہا ہے۔ وہ خود ہی تمہیں کال کرے گا۔“ — عمران نے کہا اور ریسور رکھ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں سردارو سے ملاقات کرنے جا رہا ہوں تاکہ جو کچھ ڈاکٹر ہارنگ سے ڈسکس ہوا ہے وہ ان کے نوٹس میں لے آؤں۔ اور وہ ایسے خصوصی ٹرانسمیٹر کی تیاری کے سلسلے میں کام شروع کر دیں۔ اس کے بعد میں ٹیم کو لے کر بہادرستان چلا جاؤں گا لیکن تم نے یہاں پوری ہوشیاری سے رہنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ریڈ ایجنسی ہمیں روکنے کے لئے یہاں کوئی خاص آپریشن کرنے کی کوشش کرے۔“ — عمران نے بلیک زیرو سے کہا اور پھر مڑ کر جیمز جی جی قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

کی چٹائی پر نکلتیں نمودار ہو گئی تھیں۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ یہ
مفتگو سن کر ذہنی طور پر خاصا الجھ گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب مفتگو
ختم ہو گئی تو شپ چلنے کی آواز بھی بند ہو گئی۔

”تم نے مفتگو سن لی جوڑی۔ اب تو تمہاری تسلی ہو گئی۔“ روٹلڈ
نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم جو کہہ رہے ہو وہ درست ہے۔ بہر حال
شکریہ۔“ جوڑی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر کافی دیر تک وہ
خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیا اور ہاتھ بڑھا
کر دوبارہ رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”ہیڈ کوارٹر۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی مشینی آواز سنائی دی۔
”آر اے سی جوڑی۔ چیف سے بات کراؤ۔“ جوڑی نے کہا۔
”ہولڈ آن کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور لائن پر
خاموشی طاری ہو گئی۔

”ٹیس۔“ چند لمحوں بعد چیف ہاس کی بھاری آواز سنائی دی۔
”جوڑی بول رہا ہوں چیف۔“ جوڑی نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے روٹلڈ کے ذریعے ہونے والی بات چیت کا مفہوم بتا
دیا۔

”اس سے تم نے کیا نتیجہ نکالا ہے۔“ چیف ہاس نے پوچھا۔
”میرا خیال ہے چیف کہ عمران لانا اس سنٹر پر حملہ کرے گا۔ وہ
انتہائی خطرناک حد تک ذہین آدمی ہے اور اس مفتگو میں اس کا انداز

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی جوڑی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔
”ٹیس۔ جوڑی بول رہا ہوں۔“ جوڑی نے پات لہجے میں کہا۔
”روٹلڈ بول رہا ہوں جوڑی۔ میری عمران سے تفصیلی بات ہو گئی
ہے۔ وہ بہادر ستان والے سنٹر کے بارے میں کوئی اقدام کرنے کا نہیں
سوچ رہا۔“ روٹلڈ نے کہا۔

”کیا بات ہوئی۔“ تفصیل بتاؤ۔“ جوڑی نے کہا۔
”مجھے معلوم تھا کہ تم تفصیل جانتا چاہو گے اس لئے میں نے کل
شپ کر لی ہے۔ تم شپ سن لو۔“ روٹلڈ نے کہا۔

”اوہ۔ یہ تو تم نے بہت اچھا کیا۔ اس طرح ہر لفظ سامنے آجائے
گا۔ سناؤ شپ۔“ جوڑی نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد روٹلڈ کی
آواز سنائی دی۔ اور اس کے بعد عمران کی آواز سنائی دی اور پھر جوڑی
انتہائی اٹھاک سے ان دونوں کی درمیان ہونے والی گفتگو سننے لگا۔ اس

”ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کرو۔ میں اس سنٹر کی فائل تمہارے آفس
بھجوا دیتا ہوں تم اس فائل کو چیک کر لو۔ اس سنٹر کا خصوصی فون نمبر
اور اس کے انچارج کے بارے میں بھی تفصیلات موجود ہیں۔ اسے
میں فون کر کے تمہارے متعلق بتا دوں گا باقی تفصیلات تم خود اس سے
نطے کر لیتا۔ بہر حال یہ بات سن لو کہ اس سنٹر کو ہر صورت میں قائم
رہنا چاہئے اس کی تباہی ایکریسیا کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو
سکتی ہے“۔ چیف نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں چیف۔ اس بار اگر عمران وہاں آیا تو کسی
صورت بھی زندہ بچ کر نہ جا سکے گا“۔ جوڑی نے بڑے با اعتماد لہجے
میں کہا۔

”گنڈ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس بار اگر وہ ریڈ ایجنسی سے ٹکرا
ہی رہا ہے تو پھر اس کا کاٹنا ہمیشہ کے لئے نکل جانا چاہئے“۔ چیف
نے کہا۔

”میں چیف۔ ایسا ہی ہو گا“۔ جوڑی نے کہا۔

”گنڈ لک“۔ چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو
گیا جوڑی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کریٹل دہلایا اور ہاتھ اٹھا کر
فون آجانے پر اس نے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ڈریم لینڈ کلب“۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز
حالی دی۔

”لافتز سے بات کراؤ۔ میں جوڑی بول رہا ہوں“۔ جوڑی نے

بتا رہا ہے کہ وہ روٹنڈ کی باتوں سے محکوک ہو گیا ہے اور اس نے
جس طرح آخر میں بات کی ہے کہ وہ کوئی اقدام نہیں کرے گا اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فوری طور پر اقدام کرنے کا سوچ رہا ہے اس لئے
میرا خیال ہے کہ میں ریڈ ایجنسی سمیت فوری طور پر وہاں پہنچ جاؤں
تاکہ اگر عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس وہاں پہنچے تو اس کا مقابلہ کیا جا
سکے“۔ جوڑی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں اس محفل سے اور
سانسی بچپن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے کوشش کی ہے کہ وہ کسی
مشین کے ذریعے اس سنٹر کو ناکام بنا دے۔ لیکن اب اس کی محفل سے
اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایسا سانس اقدام کرنے میں ناکام رہا ہے اس
لئے اب لاحالہ وہ سنٹر کو تباہ کرنے کی کوشش کرے گا“۔ چیف نے
کہا۔

”میں چیف۔ پھر اجازت ہے“۔ جوڑی نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن تم نے وہاں زیادہ افراد لے کر نہیں جانا۔ کیونکہ اس
سنٹر کے بارے میں جو تفصیلات معلوم ہوئی ہیں اس کے مطابق اس
کے اندر وہ کراس کی سیکورٹی زیادہ بہتر انداز میں کی جاسکتی ہے باہر
آدمیوں کو مقرر کرنا اس سنٹر کی سیکورٹی کے خلاف اقدام ہے“۔ چیف
نے کہا۔

”پھر تو چیف میں صرف لافتز اور گارڈیا کو ساتھ لے کر وہاں چلا
جاؤں“۔ جوڑی نے کہا۔

”اس لئے ملاقات نہیں ہو سکی کہ تمہارے لئے ایک لمبی تفریح کا بندوبست کر رہا تھا“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”اچھا۔ کہاں ہوئی ہے یہ تفریح اور کس کے ساتھ“۔ گارشیا نے سرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بہادرستان میں ایک میا کا خلیہ سائنسی سنٹر ہے جسے ساسک سنٹر کہا جاتا ہے۔ اس سنٹر کی سیکورٹی کی ذمہ داری اس لئے فوری طور پر ریڈ ایجنسی کے سپرد کی گئی ہے کہ پاکستانی سیکرٹ کا ایجنٹ علی عمران اس سنٹر کو تباہ کرنے کے درپے ہے چف سے میں نے تمہیں ساتھ لے جانے کی خصوصی اجازت حاصل کی ہے کیونکہ ظاہر ہے تمہارے بغیر مشن کا لطف ہی نہیں آتا اور ویسے بھی تم اس عمران سے ٹکرانے کے لئے انتہائی بے چین رہتی ہو اب وہ موقع آگیا ہے“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا عمران اور پاکستانی سیکرٹ سروس کا مقابلہ ہم تین کریں گے“۔ گارشیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
 ”اس سنٹر کے حفاظتی انتظامات اس انداز کے ہیں کہ ہم اس کے اندر رہ کر اس کی حفاظت کریں گے اور اس کام کے لئے تین ریڈ ایجنٹ کافی ہیں“۔ جوڑی نے کہا۔

”ارے پھر کیا لطف آئے گا اس مشن میں۔ میرا خیال تھا کہ وہ مقابلہ ہو گا اس عمران سے“۔ گارشیا نے کہا۔
 ”وہ بھی ہو جائے گا تم ایسا کرو کہ فوراً تیار ہو کر میرے دفتر آ جاؤ

”نہیں سر۔ ہولڈ آن کریں“۔ دوسری طرف سے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔
 ”جیلو۔ لافٹر بول رہا ہوں“۔ چند لمحوں بعد لافٹر کی آواز سنائی دی۔

”جوڑی بول رہا ہوں لافٹر۔ میرے آفس میں آ جاؤ۔ ہم نے فوری طور پر بہادرستان جانا ہے عمران اور پاکستانی سیکرٹ سروس کے خلاف مشن مکمل کرنا ہے“۔ جوڑی نے کہا۔
 ”تو فیصلہ ہو گیا ہے اس بارے میں“۔ لافٹر نے سرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تم آ جاؤ تاکہ اس بارے میں تمام تفصیلات طے کی جا سکیں“۔ جوڑی نے کہا اور کیڈل دبا کر اس نے ہاتھ ہٹایا اور ٹون آجائے پر اس نے ایک بار پھر غبر وائل کرنے شروع کر دیئے۔
 ”نہیں“۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مترنم نسوانی آواز سنائی دی۔

”جوڑی بول رہا ہوں گارشیا“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ تم۔ آج کیسے گارشیا یاد آگئی۔ چہ ہے ایک ہفتہ ہو گیا ہے تم سے ملے ہوئے“۔ دوسری طرف سے بڑے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

لا فز بھی آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں فوراً ہی کسی تیز رفتار چارٹرڈ طیارے کے ذریعے بمبارستان جانا پڑے۔“ جوڑی نے کہا۔
 ”اوکے۔ میں پہنچ رہی ہوں۔“ گارشیا نے کہا اور جوڑی نے ریسور رکھ دیا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا اس کے ہاتھ میں ایک سرخ رنگ کی فائل تھی۔
 ”یہ فائل ہیڈ کوارٹر سے بھجوائی گئی ہے پاس۔“ نوجوان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل جوڑی کی طرف بڑھاتے ہوئے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جاؤ۔ لا فز اور گارشیا آرہے ہیں انہیں فوراً میرے پاس بھجوا دینا۔“ جوڑی نے فائل لیتے ہوئے کہا اور نوجوان لیس سرکہ کر مڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ جوڑی نے فائل میز پر رکھ کر اسے کھولا اور پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ فائل میں چار کٹنگز ٹائپ شدہ تھے جبکہ ایک کٹنگ پر سنٹر کا اندرونی اور بیرونی نقشہ تفصیل سے بنایا گیا تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی بمبارستان کے دارالحکومت سے سنٹر تک پہنچنے کا راستہ درج تھا جوڑی نے ٹائپ شدہ کٹنگ پڑھنے کے بعد اس نقشے پر نظریں جمادیں کافی دیر تک وہ غور سے نقشہ اور راستوں کی تفصیل دیکھتا رہا پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کی اور میز پر پڑے ہوئے فون کا ریسور اٹھایا اور تیزی سی نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”لیس۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں ریڈ ایجنسی کا چیف ایجنٹ جوڑی بول رہا ہوں سنٹر کے انچارج ڈائریکٹر فلپر سے میری بات کرائیں۔“ جوڑی نے کہا۔
 ”آپ کا ریڈ ایجنٹ کوڈ کیا ہے۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”آر اے سی۔“ جوڑی نے جواب دیا۔

”اوکے۔ ہولڈ آن کریں۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی چھا گئی۔

”ہیلو۔ ڈائریکٹر فلپر بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔

”ڈائریکٹر فلپر۔ میں چیف ریڈ ایجنٹ بول رہا ہوں۔ ابھی ریڈ ایجنسی کے چیف نے آپ سے بات کی ہوگی۔“ جوڑی نے کہا۔

”ہاں۔ تو آپ آرہے ہیں سنٹر۔“ ڈائریکٹر فلپر نے کہا۔

”جی ہاں۔ ہم تین ریڈ ایجنٹ آرہے ہیں۔ آپ بتائیں کہ سنٹر تک پہنچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا۔“ جوڑی نے کہا۔

”آپ نام بتائیں تاکہ میں آپ کے لئے پیش کیپیڈ کارڈ تیار کرالوں۔“ ڈائریکٹر فلپر نے کہا۔

”میرا نام جوڑی ہے اور میرے ساتھیوں کے نام لا فز اور گارشیا ہیں۔“ جوڑی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کب بمبارستان کے دارالحکومت پہنچیں گے۔“ ڈائریکٹر فلپر نے کہا۔

”ہم آج رات خصوصی چارٹرڈ جیٹ طیارے سے روانہ ہو جائیں گے اس لئے میرا خیال ہے کہ ہم کل صبح بہادرستان کے دارالحکومت پہنچ جائیں گے“ — جوڑی نے کہا۔

”آپ بہادرستان کے دارالحکومت پہنچ کر وہاں کے ہوٹل آستان چلے جائیں۔ ہوٹل کے مینجر رابرٹ کو آپ اپنے نام بتائیں گے تو وہ میرے آدمی کو آپ سے ملوا دے گا میرے آدمی کا نام مارٹن ہو گا مارٹن ہمارے سنٹر کا سیکورٹی چیف ہے وہ آپ کو سنٹر لے آئے گا آپ کے سپیشل کیپیوٹر کارڈ بھی اسی کے پاس ہوں گے“ — ڈاکٹر فیلر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہوٹلوں کے مینجر اکثر ہوٹلوں میں نہیں ملتے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ ہمارا وہاں وقت ضائع ہو“ — جوڑی نے کہا۔

”رابرٹ موجود ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ گڈ بائی“ — جوڑی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر فائل کھول کر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

بہادرستان کے دارالحکومت کی ایک رہائشی کالونی کی کوٹھی میں عمران اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ وہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے یہاں پہنچے تھے۔ عمران نے بہادرستان میں موجود سیکرٹ سروس کے ایجنٹ کے ذریعے پہلے یہ یہ کوٹھی حاصل کر لی تھی اور اس ایجنٹ نے یہاں اس کی ہدایت کے مطابق تمام ضروری سامان بھی پہنچا دیا تھا۔ گیراج میں دو لینڈ کروزر بھیجیں بھی موجود تھیں۔ عمران یہاں آنے کے فوراً بعد صفدر کو ساتھ لے کر چلا گیا تھا اور اس وقت کمرے میں صالحہ جویا، تور اور کیپٹن شکیل موجود تھے۔ وہ سب میک اپ میں تھے لیکن ان سب کے میک اپ مقامی تھے جبکہ جویا انگریزین میک اپ میں تھی۔

”یہ عمران صفدر کو لے کر کہاں چلا گیا ہے“ — صالحہ نے مہنگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”اس گوشے میں بہر حال اتنی وسعت ضرور ہے کہ صالحہ کے ساتھ ساتھ ہم باقی ساتھی بھی وہاں پناہ لے سکتے ہیں۔ اس لئے تم سب جیب میں پیسہ کر فوراً آ جاؤ۔“ — عمران نے کہا۔

”کہاں؟“ — جولیہ نے چونک کر پوچھا۔

”ہماریا تو ہے نرم گوشہ۔ مزید پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟“ — عمران نے جواب دیا۔

”بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح بات کرو۔“ — جولیہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”فیض آباد روڈ پر ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے اس کا نام ہے سافٹ کارنر۔ اور یہ ہوٹل صفدر کو بیحد پسند آ گیا ہے۔ یہاں اس نے صالحہ کے نام سے ایک کمرہ بھی ریزرو کر لیا ہے۔“ — عمران نے اسی طرح چپکتے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ چونکہ فون میں لاؤڈر نہ تھا اس لئے عمران کی باتیں کسی نے نہ سنی تھیں۔ اس لئے وہ سب خاموش بیٹھے جولیہ کو دیکھ رہے تھے۔

”آؤ اٹھو۔ فیض آباد روڈ پر کوئی ہوٹل ہے سافٹ کارنر۔ وہاں جانا ہے۔ عمران نے کہا ہے کہ جیب میں وہاں پہنچو۔“ — جولیہ نے رسیور رکھ کر اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہاں جا کر کیا کرنا ہے؟“ — خور نے منہ ہلاتے ہوئے کہا۔

”اب یہ تو اے ہی معلوم ہو گا۔ بہر حال وہ ہمیں وہاں بلا رہا ہے تو ظاہر ہے اس کی کوئی خاص وجہ ہی ہو گی۔“ — جولیہ نے کہا اور

”میرا خیال ہے کہ وہ راستے میں موجود چیک پوسٹس کے سلسلے میں کوئی کارروائی کرنے گیا ہے۔“ — کیپٹن ٹکلیل نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان اس موضوع پر مزید کوئی بات ہوتی ساتھ ہی رزکے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور وہ سب بے اختیار چونک پڑے۔ کیونکہ وہ تو ابھی یہاں پہنچے تھے اس لئے یہاں فون کون کر سکتا ہے۔ بہر حال جولیہ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیس“ — جولیہ نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خوش بول رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے عمران کی چپکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہ تم نے خود آنے کی بجائے فون کیوں کیا ہے ہم یہاں بیٹھے پور ہو رہے ہیں اور تم چپک رہے ہو۔“ — جولیہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”چپک اس لئے رہا ہوں کہ صفدر نے آخر کار فیصلہ کر ہی لیا ہے اور ظاہر ہے جب صفدر فیصلہ کر لے تو پھر ہمارا نمبر بھی آ جائے گا۔“ — عمران نے کہا تو جولیہ بے اختیار چونک پڑی۔

”کیسا فیصلہ؟“ — جولیہ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”صالحہ کے لئے دل میں نرم گوشہ پیدا کرنے کا فیصلہ۔“ — عمران نے جواب دیا تو جولیہ بے اختیار مسکرا دی۔

”بکواس مت کرو۔ یہ بتاؤ کہاں سے بول رہے ہو؟“ — جولیہ نے جہتے ہوئے کہا۔

طرح بکواس شروع کر دے گا۔۔۔۔۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کیسی بکواس۔ کچھ بتاؤ تو سہی۔ تم نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔“

صالٹ نے واقعی پریشان سے لہجے میں کہا۔

”عمران کی بکواس پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی تو عادت ہے بکواس کرنے کی۔“ ساتھ چلتے ہوئے تویر نے منہ ہاتے ہوئے کہا۔ وہ سب اب ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

”پھر بھی کچھ بتاؤ تو سہی۔۔۔۔۔“ صالٹ نے کہا تو جولیا ایک بار پھر ہنس پڑی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ خود بھی عمران کی باتوں کا لطف لے رہی ہو۔

”عمران نے فون پر کہا تھا کہ صفدر نے صالٹ کے لئے اپنے دل میں نرم گوشہ پیدا کر لیا ہے۔ پھر میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ فیض آباد روڈ پر ہوٹل ہے صاف کارنز۔ اور تم جانتی ہو کہ صاف کارنز کا مطلب نرم گوشہ ہی ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے کہا کہ ہم فوری طور پر جیپ میں بیٹھ کر یہاں پہنچ جائیں۔ یہاں صفدر نے صالٹ کے نام سے کمرہ بک کر لیا ہے۔“ جولیا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو صالٹ بے اختیار ہنس پڑی۔

”عمران صاحب مجھے ہر صورت میں صفدر صاحب کے ساتھ نتھی کرنے پر تے ہوئے ہیں۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اگر عمران صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں تو ایک روز واقعی ہم

بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ باقی ساتھی بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑے اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑی لینڈ کروزر جیپ میں بیٹھے فیض آباد کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر تنویر تھا جبکہ جولیا سائیڈ سیٹ پر بیٹھی تھی اور صالٹ اور کمپین ٹیکس دونوں عقبی سیٹ پر تھے اور تھوڑی دیر بعد وہ اس صاف کارنز نامی ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا لیکن اس کا باقاعدہ کمپاؤنڈ گیٹ تھا اور ایک طرف پارکنگ بھی تھی۔ تویر نے جیپ کمپاؤنڈ گیٹ سے اندر موڑی اور پھر اسے پارکنگ کی طرف لے گیا۔ پارکنگ تقریباً خالی پڑی ہوئی تھی۔ اکا دکا گاڑیاں کھڑی تھیں۔ وہاں کوئی پارکنگ ہوائے بھی نہ تھا۔ تویر نے جیپ ایک سائیڈ پر لے جا کر روکی اور پھر وہ سب نیچے اتر آئے۔

”یہ کس ٹائپ کا ہوٹل ہے اور یہاں صفدر کو کمرہ بک کرانے کی کیا ضرورت تھی۔“ جولیا نے نیچے اتر کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”صفدر نے کمرہ بک کرایا ہے یہاں۔ کیوں۔“ تویر نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اور کمرہ بھی صالٹ کے نام سے بک کرایا گیا ہے۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو پاس کھڑی صالٹ بے اختیار چونک پڑی۔

”کیا مطلب۔ میرے نام سے یہاں کمرہ۔ کیوں وجہ۔“ صالٹ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”وجہ تو تم صفدر سے خود پوچھ لینا۔ عمران سے پوچھا تو وہ تو پہلے کی

”نہیں سر۔ آئیے میڈم“ — رحیم داد خان نے کہا اور تیزی سے کاؤنٹر کے ساتھ ایک راہداری کی طرف مڑ گیا۔ جولیا اور باقی ساتھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ راہداری کے اختتام پر دیوار تھی۔ رحیم داد خان نے وہاں رک کر چھت سے ایک چھوٹا سا لیکن چٹا باکس نکالا اور اسے دیوار کی ایک ابھری ہوئی اینٹ پر رکھ کر اس نے دہایا تو سرور کی آواز کے ساتھ ہی دیوار ایک سائیز پر چلتی ہوئی غائب ہو گئی۔ اب نیچے میڑھیاں جاتی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

”میڑھیاں اتر جائیے۔ اس کے بعد راہداری آئے گی۔ راہداری کے اختتام پر دروازہ ہے۔ وہ کمرہ مس صالطہ کے نام سے جب ہے۔“ — رحیم داد خان نے ایک طرف ہٹے ہوئے کہا تو جولیا سر ہلاتی ہوئی آگے بڑھی اور میڑھیاں اترتی چلی گئی۔ باقی ساتھی بھی اس کے پیچھے میڑھیاں اترنے لگے۔ میڑھیوں کا اختتام بھی ایک راہداری میں ہوا۔ ان سب کے میڑھیوں پر اترتے ہی اوپر کی دیوار برابر ہو گئی۔ لیکن راہداری کی چھت میں لگے ہوئے بلب چونکہ روشن تھے اس لئے دیوار برابر ہو جانے کے باوجود وہاں روشنی موجود تھی۔ وہ راہداری میں چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ راہداری کے اختتام پر واقعی ایک دروازہ موجود تھا۔ جولیا نے آگے بڑھ کر دروازے کو دہایا تو وہ کھٹک چلا گیا اور جولیا اور دوسرے ساتھی اندر داخل ہو گئے لیکن کمرہ خالی تھا۔ ان میں ایک میز اور بارہ کرسیاں موجود تھیں اور کسی قسم کا کوئی فرنیچر موجود نہ تھا۔

”یہ کیا پر اسرار جگہ ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔“ صالطہ نے ہونٹ میچھنے ہوئے کہا۔

”غواغواہ کی ڈرامہ بازی۔ اور کیا ہوتا ہے۔“ — تویر نے جواب دیا اور پھر وہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”میرا خیال ہے کہ ہماری نگرانی کا خطرہ تھا اس لئے عمران صاحب نے اس انداز میں ہمیں یہاں پہنچایا ہے۔“ — کیپٹن کھیل نے کہا تو وہ سب چونک پڑے۔

”نگرانی کا خطرہ کیا مطلب؟“ — جولیا نے چونک کر کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی نظروں میں آگئی ہو اس لئے ہمیں وہاں سے نکال لیا گیا ہے۔“ — کیپٹن کھیل نے کہا۔

”لیکن کس کی نظروں میں؟“ — جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تو آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس سنٹر کی حفاظت کے لئے ایکہ میا کی ریڈ ایجنسی یہاں پہنچی ہوئی ہے۔“ — کیپٹن کھیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو سب چونک پڑے۔

”ریڈ ایجنسی کیا مطلب۔ تمہیں کس نے بتایا ہے۔ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔“ — جولیا نے کہا۔

”مجھے مفرد نے بتایا تھا کہ ایکہ میا کے سب سے خطرناک اور حقیقت یافتہ ایجنٹ جنہیں ریڈ ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ وہ اس سانس سنٹر کی حفاظت کے لئے مامور ہوئے ہیں اور انہیں اس لئے یہاں بھیجا گیا

ہے کہ حکومت اکیرمیا تک یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے نہ صرف اس سنٹر کو ٹریس کر لیا ہے بلکہ اس کو تباہ کرنے کے مشن پر بھی کام کر رہی ہے۔“ کیپٹن کھلیل نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ اس موضوع پر مزید کوئی بات ہوتی دروازہ کھلا اور عمران اور صفدر آگے پیچھے چلتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

”یہ کیا پراسرار چکر چلا رکھا ہے تم نے۔ اور یہ ریڈ ایجنٹ کا کیا قصہ ہے۔ کیپٹن کھلیل بتا رہا ہے کہ ریڈ ایجنسی یہاں پہنچی ہوئی ہے لیکن مجھے تو تم نے بتایا ہی نہیں۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تئوری کی وجہ سے ایسی باتیں چھپائی پڑی ہیں تم سے۔ اب کیا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ بہر حال اپنی مرضی کا مالک ہے۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”پھر وہی بکواس۔ سیدھی طرح بات تو تم کر ہی نہیں سکتے۔“ جولیا نے ایک بار پھر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ریڈ سرخ کو کہتے ہیں اور ولینس شادی کے روز سرخ جوڑا پہنتی ہیں اور ظاہر ہے یہ سرخ جوڑا ریڈ ایجنسی سے ہی خریدنا جاسکتا ہے۔ کیوں صفدر۔ تم نے بھی تو بہر حال کوشش کی ہوگی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مجھے کیا ضرورت تھی سرخ جوڑا خریدنے کی۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے کمال ہے۔ تم مسلمان ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو۔ مسلمان کے لئے تو شہادت باعث فخر ہوتی ہے۔“ عمران نے کہا تو صفدر بھی چونک پڑا۔

”شہادت۔ یہ اس سرخ جوڑے میں شہادت کا کیا ذکر آگیا۔“ صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”کہنا جاتا ہے کہ جو شہید ہوتا ہے اسے اسی لباس میں ہی دفن کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے شہید ہونے والے کو کوئی نہ کوئی زخم تو آتا ہی ہو گا اور زخم سے خون بھی نکلتا ہو گا اور خون اس کے لباس پر بھی پھیلا ہو گا۔ اس طرح سرخ جوڑا اور شہادت ایک ہی بات ہوتی تھی۔“ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ بھی کہاں کی بات کہاں لے جا کر جوڑتے ہیں۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں کون ہوتا ہوں جوڑنے والا۔ جوڑے تو سنا ہے آسمان پر بنتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر ایک بار پھر ہنس پڑا۔

”جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو۔“ جولیا نے ہونٹ پکارتے ہوئے کہا۔

”مس جولیا ناشر وائر۔ کیپٹن کھلیل نے یقیناً تمہیں بتا دیا ہو گا کہ اس سالک سنٹر کی حفاظت کے لئے ریڈ ایجنٹ کی خدمات حاصل کی

گئیں ہیں اور جس ایجنٹ کے ذریعے ہم نے یہ کوٹھی حاصل کی تھی اسے آج صبح اس کی رہائش گاہ سے اغوا کر لیا گیا ہے اس لئے مجبوراً مجھے یہ پکر چلانا پڑا ہے تاکہ ہم لٹنے سے پہلے ہی نہ گرفتار ہو جائیں۔“ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔

”لیکن یہ ایجنٹ تو سیکرٹ سروس کا فارن ایجنٹ تھا۔“ جولیا نے کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے تو مجھے خطرہ پیدا ہوا تھا۔ میں صفدر کے ساتھ اس سے ملنے اس کی رہائش گاہ پر گیا تاکہ سنٹر والے علاقے میں جانے کے لئے اس سے کسی ایسے آدمی کا بندوبست کرنے کے لئے کھوں جو اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہو۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ پراسرار انداز میں غائب ہو چکا ہے چنانچہ مجھے فوری طور پر صفدر سے درخواست کرنی پڑی کہ وہ نرم گوشہ میں صالحہ کے لئے کمرہ بک کرائے۔ صفدر کی مہربانی کہ اس نے میری درخواست مان لی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن تنویر صاحب تو کہہ رہے تھے کہ صفدر صاحب بڑے سخت مزاج آدمی ہیں اس لئے وہ کیسے میرے لئے نرم گوشہ میں کمرہ بک کرا سکتے ہیں۔“ صالحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مس صالحہ۔ آپ عمران صاحب کی عادت تو جانتی ہیں یہ ساری کارروائی انہوں نے خود کی ہے لیکن اب نام میرا استعمال کر رہے ہیں

اس لئے پلیز آپ ان کی باتوں سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔“ صفدر نے فوراً ہی تردید کرتے ہوئے کہا۔

”اے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں صالحہ کے نام سے کمرہ بک کراؤں۔ میں اگر کرانا بھی تو تنویر کے نام پر کرانا۔ کیوں تنویر۔“ عمران نے فوراً ہی کہا اور اس بار سب ہنس پڑے۔

”تمہارا بس چلے تو تم میرے نام قبرستان میں قبر تو لات کرا سکتے ہو ہوٹل میں کمرہ نہیں۔“ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو ان باتوں کو۔ بہر حال بتاؤ کہ مزید کیا پروگرام ہے۔“ جولیا نے فوراً ہی مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”ہم بیس سے ہی اپنے مشن پر روانہ ہو جائیں گے۔ اس ہوٹل کا مالک بھی پاکیشیا سیکرٹ سروس کا فارن ایجنٹ ہے۔ اس کا نام ہمارے خان ہے۔ میں نے اس کے ذمے لگایا ہے کہ وہ ہمارے لئے کوئی ایسا آدمی نہیں کرے جو اس علاقے میں ہمارے لئے کارآمد گائیڈ بن سکے۔“ عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کمرے کے ایک کونے میں رکھے ہوئے فون کی تختی بچ اٹھی اور عمران کرسی سے اٹھ کر فون کی طرف بڑھا۔ اس نے فون پیس اٹھایا فوراً واپس آکر دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ فون پیس اس نے درمیانی میز پر رکھا اور رسیور اٹھالیا۔

”غیرت مند خان بول رہا ہوں۔“ عمران نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہی کہا اس کا لہجہ بھی بدلا ہوا تھا۔

”ہمارا خان بول رہا ہوں۔ تمہارا کام ہو گیا ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”ہونہ۔ اتنی مختصر سی بات کئی تھی تو ویسے ہی کر لیتا۔ خواخواہ مجھے اٹھ کر فون اٹھانے کی تکلیف اٹھانی پڑی۔“ عمران نے کہا تو سب اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑے۔

”مس جولیا نے اس سانسک سنٹر کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کے مطابق تو وہاں تک پہنچنا ہی خاصا مشکل کام ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں کیا پلاننگ کی ہے؟“ صفدر نے کہا۔

”بزرگ سچ کہتے ہیں کہ عورتیں کسی راز کو چھپا نہیں سکتیں۔ اب ذرا سی کارروائی جولیا اور صالحہ نے کر دی ہے تو اب تک شاید انہوں نے تم سمیت پورے پاکیشیا کو اس کی تفصیل بتا دی ہو گی۔“ عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”میں نے اس وقت تفصیل بتائی ہے جب چیف نے وہاں مشن مکمل کرنے کے لئے کہا ہے پھر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ تمہاری تو خواخواہ سپنس پیدا کرنے کی عادت ہے۔“ جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اگر چیف پہلے کی طرح ہم دونوں کو اس مشن پر بھیج دیتا تو ہم زیادہ آسانی سے یہ مشن مکمل کر لیتیں۔“ صالحہ نے کہا۔

”تم کیا کر لیتیں وہاں جا کر۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”کرتا کیا تھا اس سنٹر کو تباہ کرنا تھا اور وہ ہو جاتا۔“ صالحہ نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”باہر سے تو اس سنٹر کو تباہ نہیں کیا جاسکتا اور اندر اس وقت تک کوئی آدمی جا نہیں سکتا جب تک اس کے پاس خصوصی کمپیوٹرائزڈ کارڈ نہ ہو۔ پھر یہ مشن کیسے مکمل ہوتا۔“ عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ ان کی کارکردگی کو چیلنج کر رہا ہو۔

”کچھ نہ کچھ تو کرتی ہی ہم۔ اب ظاہر ہے مشن تعالیٰ میں رکھ کر تو نہیں پیش کیا جاتا۔ اس کے لئے پلاننگ بتانی پڑتی ہے۔ کام کرتا پڑتا ہے۔“ صالحہ بھی ضد پڑ گئی۔

”تو ٹھیک ہے۔ اگر تم دونوں چاہو تو اب بھی ایسی کام کر سکتی ہو۔ ہم تم دونوں کا انتظار ہمیں بیٹھ کر کریں گے۔“ عمران نے کہا۔ ”تم خود فیصلہ کیسے کر سکتے ہو۔ یا تو تم چیف سے کہو اور چیف یہ فیصلہ کرے۔“ جولیا نے کہا۔

”اگر تم بھی اس پر تیار ہو تو میں چیف سے بات کر لیتا ہوں۔“ عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اگر چیف ہاں کر دے تو میں تیار ہوں۔“ جولیا نے کہا۔

”عمران صاحب کیا آپ خود یہ چاہتے ہیں کہ دو گروپ بن جائیں۔“ صفدر نے کہا۔

”میں نے کب کہا ہے۔“ عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

”اب آپ کے ساتھ اتنا عرصہ کام کرتے گزر گیا ہے۔ کم از کم اتنی نفسیات تو ہم بھی آپ کی جان گئے ہیں کہ اگر آپ خود رضا مند نہ ہوتے تو آپ صالحہ کی اس بات کی اتنی حوصلہ افزائی ہی نہ کرتے۔“
صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دو گروپس کی صورت میں تو معاملہ اور الجھ جائے گا۔ اس لئے گروپ تو ایک ہی کام کرے گا۔ ویسے اگر تمہارا خیال ہو کہ جولیا اور صالحہ کے ساتھ کوئی اور ساتھی بھی ہونا چاہئے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ یہ دونوں جس کو چاہیں اپنے ساتھ شامل کر لیں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا انتخاب صفر صاحب ہیں۔“ — صالحہ نے شرارت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو صفر بے اختیار چونک پڑا جبکہ باقی ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

”مبارک ہو صفر۔ یہ تو واقعی نرم گوشہ ہے۔“ — عمران نے کہا تو صفر نے مسکرائے کی بجائے ہنٹ سمجھنے لگے۔

”میں نے مس صالحہ کو سمجھایا تو ہے۔ بہر حال اس بارے میں میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“ — صفر نے قدرے ناخوشوار سے لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔ ابھی سے یہ موڈ طاری کر لیا ہے تم نے۔ یہ منوؤ تو اپنی مون کے بعد جب فیمہ واریاں پڑتی ہیں تب دولہا پر طاری ہوتا ہے۔“ — عمران نے کہا تو صفر اس طرح ہنس پڑا جیسے زچ ہو کر

ہنس دیا ہو۔

”اب میں کیا کہوں عمران صاحب۔“ — صفر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب تک تم نے جو کہنا تھا کہہ لیا۔ اب تو کہنے کی باری صالحہ کی ہوگی۔“ — عمران نے کہا اور کمرہ ایک بار پھر قہقروں سے گونج اٹھا۔ اس بار صفر بھی اس ہنسی میں شامل تھا۔

”ہاں اسی طرح ہنستے بولتے اس مشکل کا سامنا کرو۔ بزرگ کہتے ہیں بہادر وہی ہوتا ہے جو مشکل اور کشن وقت میں بھی ہنستا رہے۔“ — عمران نے کہا اور کمرہ ایک بار پھر قہقروں سے گونج اٹھا۔

”اور میرا انتخاب تو یہ ہے۔“ — جولیا نے اچانک کہا تو خور کا چہرہ یکھٹ چمک اٹھا اور اس کے ساتھ ہی باقی ساتھی بھی بے اختیار ہنس پڑے۔

”پھر تو میں اور کیپٹن کھیل ہی رہ گئے باقی۔ وہ کیا مصرعہ ہے کہ آ عند لب مل کے کریں آہ و زاریاں۔ اس کی بجائے اب یہی کہنا ہو گا کہ آ کیپٹن کھیل مل کے کریں آہ و زاریاں۔“ — عمران نے کہا اور ایک بار پھر کمرہ قہقروں سے گونج اٹھا۔

”عمران صاحب۔ آپ اپنے مقدمہ میں بہر حال کامیاب ہو ہی گئے ہیں۔“ — کیپٹن کھیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ تم بس اسی طرح خاموش ہی رہا کرو۔ جب بھی بولتے ہو۔ بس

بے سرائی بولتے ہو۔۔۔۔۔ عمران نے معنوسی غصے بھرے لہجے میں کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”کیا مطلب کیا کہا ہے کیپٹن ٹکلیل نے۔۔۔۔۔“ صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں۔ میں اور کیپٹن ٹکلیل واقعی یہاں آرام کریں گے۔ تم مشن مکمل کرو۔ پھر ہم اگلے واپس چلے جائیں گے اور مسئلہ ختم۔“

عمران نے ایسے کہا جیسے وہ بات کرنا نہ چاہتا ہو۔

”ہو نہ تو یہ بات ہے۔ تم خود کیی چاہتے تھے کہ ہم سے علیحدہ کام کرو۔۔۔۔۔“ جولیا نے پھٹکارتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے۔ میں نے کب کہا ہے۔ صالطہ نے بات شروع کی اور تم نے اس کی تائید کر دی پھر صالطہ نے صفدر کو منتخب کر لیا اور تم نے تنویر کو۔ صفدر نے تو چلو پھر بھی کسی حد تک احتجاج کیا لیکن مجھے تو احتجاج کرنے کی بھی جرات نہیں ہو سکی اس کے باوجود بھی تم مجھ پر غصہ کھاری ہو۔۔۔۔۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیپٹن ٹکلیل تم بتاؤ کہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ یہ عمران کا منصوبہ تھا۔۔۔۔۔“ جولیا نے کیپٹن ٹکلیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مس جولیا۔ میں نے تو صرف اندازہ لگایا کیونکہ جس طرح پہلے صفدر نے کہا ہے کہ اگر عمران صاحب خود رضامند نہ ہوتے تو صالطہ کو پہلی بات کا ہی جواب اس انداز میں ملتا کہ انہیں دوسری بات کہنے کی بھی جرات نہ ہو سکتی لیکن عمران صاحب نے خود ہی انہیں بات

بڑھانے کا موقع دیا اور پھر فوراً ہی ان کی بات پر رضامند ہو گئے۔ دوسری بات یہ کہ جیسے عمران صاحب نے بتایا ہے کہ ریڈ انجنی کو اس سنٹر کی حفاظت کے لئے مامور کیا گیا ہے اور اس نے یہاں آتے ہی اس قدر تیزی دکھائی ہے کہ عمران صاحب کو فوراً اپنے ایجنٹ کی طرف سے لی ہوئی کوٹھی اس پر اسرار انداز میں چھوٹی پڑ گئی اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ریڈ انجنی ہم سے زیادہ عمران صاحب سے واقف ہو گی اس لئے ان کی پوری توجہ عمران صاحب پر ہی ہو گی۔ وہ انہیں روکنے کی کوشش کرے گی اس لئے میرا اندازہ ہے کہ عمران صاحب خود ہی یہ چاہتے تھے کہ وہ خود علیحدہ رہ کر کام کریں اور سیکرٹ سروس علیحدہ رہ کر۔۔۔۔۔ کیپٹن ٹکلیل نے اپنے تجزیے کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ واقعی یہ بات ہو گی۔ اب بات سمجھ میں آگئی ہے۔ تو تم خود کیی چاہتے تھے اگر ایسا تھا تو تم ہمیں بتا دیجئے۔“ جولیا نے کہا۔

”میں کیا چاہتا ہوں اب اس بارے میں خود کیسے کہہ سکتا ہوں۔ سمجھدار کو تو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے لیکن اب میری قسمت کہ تنویر اشاروں کی پوری کو ڈبک پڑنے کے باوجود مجھنے سے انکار کر دیتا ہے۔۔۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا کے چہرے پر یلکھت سرفخی سی چھا گئی جبکہ باقی ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم جو کچھ چاہتے ہو دیا کبھی نہیں ہو سکتا یہ بات ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا۔۔۔۔۔“ تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ

عمران اس کی بات کا جواب دیتا دروازے پر دھک کی آواز سنائی دی اور وہ سب چونک پڑے۔

”یس کم ان“ — عمران نے اونچی آواز میں کہا تو اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور یکے بعد دیگرے دو حقایق آدی اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک ادھڑ عمر تھا جبکہ دوسرا نوجوان۔ ادھڑ عمر آدمی کے جسم پر لباس خاصا قیمتی تھا جبکہ نوجوان نے سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔

”یہ بہادر خان ہے۔ اس نرم گوشے کا مالک اور بہادر خان یہ میرے ساتھی ہیں“ — عمران نے اس ادھڑ عمر کا اپنے ساتھیوں سے اور اپنے ساتھیوں کا سرسری طور پر بہادر خان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”مجھے فخر ہے کہ آپ سب یہاں تشریف لائے ہیں“ — بہادر خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ قادر خان ہے یہ اس علاقے میں واقع گاؤں سربز کا رہنے والا ہے اور اس پورے ضلع کوپک کی ہر جگہ اس کی دیکھی بھالی ہوئی ہے ویسے بھی یہ پہاڑی لومڑیوں کا شکاری ہے بہادر“ ڈیئر اور قول کا پکا ہے۔ — بہادر خان نے نوجوان قادر خان کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”یہ گاؤں سربز کہاں ہے“ — عمران نے پوچھا۔

”جناب یہ گاؤں ضلع کوپک کی پہاڑیوں میں بننے والے ایک جھوٹے سے پہاڑی دریا لاہوتی کے کنارے پر واقعی ہے“ — قادر

خان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے جیب سے ایک تہہ شدہ نقشہ نکالا اور پھر اس نقشے کو کھول کر میز پر بچھا دیا۔

”لو اب بتاؤ کہاں ہے تمہارا گاؤں۔ یہ صرف ضلع کوپک کا تفصیلی نقشہ ہے“ — عمران نے کہا تو قادر خان نقشے پر جھک گیا۔ پھر کافی دیر تک وہ نقشے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک جگہ انگلی رکھ دی تو عمران نے دیکھا کہ وہاں واقعی ایک پہاڑی دریا اور گاؤں کا نشان بنا ہوا تھا لیکن ان کے نام درج نہ تھے شاید ان کی اتنی اہمیت نہ ہوگی کہ نقشہ بنانے والے ان کا نام دیتے عمران نے جیب سے بال پوائنٹ نکالا اور وہاں دائرہ لگا دیا۔

”مجھے اجازت ہے عمران صاحب۔ میں نے کچھ ضروری کام کرنے ہیں“ — بہادر خان نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بہادر خان سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

”قادر خان دیکھو یہ ہے شہر وافا“ — عمران نے ایک دائرے پر بال پوائنٹ رکھتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ یہ بڑا شہر وافا ہے“ — قادر خان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اور یہ ہے شہر واصل“ — عمران نے بال پوائنٹ اٹھا کر ایک اور جگہ رکھتے ہوئے کہا یہاں بھی دائرہ لگا ہوا تھا۔

”جی ہاں۔ یہ واصل شہر ہے۔ جھوٹا سا شہر ہے“ — قادر خان نے جواب دیا۔

”تم کبھی تالان گاؤں گئے ہو“ — عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ سینکڑوں بار گیا ہوں“ — قادر خان نے جواب دیا۔
 ”کہاں ہے تالان گاؤں۔ یہاں نقشے میں اس کا نام موجود نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا تو قادر خان نے غور سے نقشے کو دیکھنا شروع کر دیا اور پھر اس نے ایک جگہ انگلی رکھ دی۔

”یہ ہے جناب۔ یہ تالان گاؤں ہے۔ یہ جھوٹا سا پہاڑی گاؤں ہے۔“ — قادر خان نے کہا تو عمران نے وہاں دائرہ لگا دیا۔
 ”اب یہ بتاؤ کہ اس جاہ شدہ عمارت کے بارے میں کچھ جانتے ہو جسے سفید قلعہ کہا جاتا ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ اس تالان گاؤں سے شمال مشرق کی طرف کافی سفر کے بعد ایک انتہائی قدیم عمارت آتی ہے جس کا معمولی سا حصہ باقی ہے اسے سفید قلعہ کہتے ہیں۔“ — قادر خان نے جواب دیا۔

”یہ عمارت کہاں ہوگی۔ نقشے میں دیکھ کر بتاؤ۔“ — عمران نے کہا تو قادر خان ایک بار پھر نقشے پر جھک گیا کچھ دیر تک غور کرنے کے بعد اس نے ایک جگہ انگلی رکھ دی تو عمران نے ایک کافی بڑا سا دائرہ لگا دیا۔

”یہاں سے ایک سڑک نیچے وادی کی طرف اترتی ہے اس وادی میں زیر زمین ایکر۔ میوں کا ایک خفیہ سنٹر ہے جس میں بیٹھ کر وہ شیعوں کے ذریعے ہمدردستان اور ارد گرد کے تمام مسلم ملکوں کے فحاشی راز چوری کرتے ہیں۔ کیا تم اس وادی میں کبھی گئے ہو۔“ — عمران

نے پوچھا۔

”ہمیشہ تو ہوں لیکن یہ کافی پہلے کی بات ہے گزشتہ سال البتہ میں ایک پہاڑی لومڑی کا پیچھا کرتے ہوئے پہاڑی کی طرف سے ادھر گیا تو ایک ہمدردی ائیکر میں نے اچانک ایک چٹان کے پیچھے سے نکل کر مجھے روک لیا میری تلاش لی اور پھر مجھے کہا کہ یہ سارا علاقہ حکومت کی تحویل میں ہے اس لئے اب میں آئندہ ادھر کا رخ نہ کروں میں واپس چلا آیا اور اس کے بعد آج تک وہاں نہیں گیا۔“ — قادر خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ حکومت کا سنٹر نہیں ہے ورنہ اس قدر خفیہ نہ رکھا جاتا اور نہ ہمیں پاکیشیا سے یہاں آنا پڑتا۔ حکومت خود ہی اس کا بندوبست کر لیتی۔ ہم نے اس سنٹر کو جاہ کرتا ہے لیکن وہاں انتہائی سخت حفاظتی اقدامات ہیں تمہاری خدمات ہم نے اس لئے حاصل کی ہیں کہ ہم اس علاقے میں کسی ایسے راستے سے داخل ہونا چاہتے ہیں جس کا علم ان ائیکر۔ میوں کو نہ ہو اور ہم بغیر کسی کو نظر آئے وہاں پہنچ جائیں۔“ — عمران نے کہا۔

”پہلے تو ایک ایسی زیر زمین قدرتی سرنگ موجود تھی میں تقریباً چار پانچ سال پہلے کی بات کر رہا ہوں اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ سرنگ ہے یا نہیں کیونکہ ہمدردستان اور روسیہ کے درمیان خوفناک جنگ کی وجہ سے یہاں میزائلوں کی فائرنگ کی وجہ سے بے شمار راستے بند ہو گئے ہیں اور کئی نئے راستے پیدا ہو گئے ہیں اس لئے میں حتمی طور پر

”عمران سے پہاڑی فخر نہیں مل سکتے“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”نفل تو سکتے ہیں لیکن ان کی واپسی کیسے ہو گی“۔۔۔۔۔ قادر خان نے کہا۔

”او کے۔ تم ابھی جاؤ۔ تم بہادر خان کے دفتر میں رہو گے جب میں ضرورت ہو گی ہم تمہیں بلا لیں گے“ — عمران نے کہا تو **بہادر خان** اثبات میں سر ہلاتا ہوا اٹھا اور سلام کر کے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”نہیں۔ میں نے واقعی یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اور کپٹن کلکیل عام اور سیدھے راستے سے اس سفر تک پہنچنے کی کوشش کریں گے جبکہ تم میں قادر خان کے ذریعے وہاں تک پہنچو گے مجھے جو اطلاعات ایکڑ میا سے ملی ہیں ان کے مطابق تین ریڈ ایجنٹ یہاں پہنچے ہیں ان میں ایک ایف ایجنٹ جوڑی ہے ایک اس کی گرل فرینڈ اور ریڈ ایجنٹ گارٹیا

”وہ سرنگ کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں جا نکلتی ہے۔“
 عمران نے نقشے پر جھکتے ہوئے کہا تو قادر خان ایک بار پھر نقشے پر جھک
 گیا۔

”یہاں گاؤں ہے دولت یار۔ اس گاؤں سے مغرب کی طرف آگے
 بیڑو تو ایک پہاڑی آتی ہے جسے چراس کہا جاتا ہے یہ سرگ اس
 چراس پہاڑی سے شروع ہوتی ہے اور اندر ہی اندر چلتی ہوئی اس
 وادی سے مشرق میں جا نکلتی ہے اس وادی کے علاقے کو مارم کہتے ہیں
 اور جہاں یہ سرگ ختم ہوتی ہے اس علاقے کو سنگام کہتے ہیں سنگام
 اور مارم دونوں ایک دوسرے سے ملحقہ علاقے ہیں۔“ — قادر خٹان
 نے جواب دے دئے ہوئے کہا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی راستہ“۔۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
 ”راستے تو بے شمار ہیں صاحب لیکن مکمل طور پر ڈھکا ہوا راستہ
 کوئی نہیں ہے“۔۔۔۔۔ قادر خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھیوں کی رہنمائی کرو اور انہیں سنگم تک اس طرح پہنچا دو کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو سکے۔“ — عمران نے کہا۔

”بالکل پہنچا دوں گا جناب۔ لیکن ہمیں یہاں سے واقف اور پھر واقف سے مگران تک جیب میں جانا پڑے گا مگر اس سے آگے پیدل چلنا ہو گا اور یہ پیدل کا راستہ تقریباً بیس سہاڑی میل کا راستہ بنتا ہے پھر جاکر ہم

لوہر چونکہ اب سفر کے اندر وہ سیکورٹی انچارج ہوگی اس لئے تم نے اس سے ہوشیار رہنا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بچی نہیں ہوں۔ سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہیوں تم اپنا خیال رکھنا۔ ہماری فکر چھوڑو۔“

جولیانے منہ ہاتھ دئے کہا۔

”عمران صاحب ہمارے اور آپ کے درمیان رابطہ کیسے رہے
صفر نے فوراً ہی بات کا رخ بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے
—

”یہ سفر چونکہ ہر قسم کی ٹرانسیر کالز چیک کر لیتا ہے اس لئے محالہ ہمارے درمیان ٹرانسیر کے ذریعہ رابطہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی تم نے وہاں ٹرانسیر استعمال کرنا ہے ورنہ وہ فوراً تمہاری موجودگی کا سراغ لگائیں گے مجھے چونکہ پہلے سے اس بارے میں معلوم تھا اس لئے میں اپنے ساتھ ٹیلی گرافک انسٹرومنٹ لے آیا ہوں احتیاتی تدبیر جنسی کی صورت میں تم نے انٹی ملی گرافک کوڈ میں پیغام دینا ہے۔“ — عمران نے کہا اور صدر نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہے اور تیسرا ریڈ ایجنٹ لائفر ہے یہاں پہنچنے کے بعد لائفر شروع واصل میں رک گیا ہے جبکہ جوڑی اس سفید قلعے میں اور گار شیا اس سفر کے اندر گئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ لائفر اور جوڑی دونوں کا خاتمہ کر کے ان کے میک اپ میں میں اور کینٹن آجائیں۔ اس طرح ہم انتائی آسانی سے اندر داخل ہو جائیں گے اور اس سفر میں اصل بات اندر داخل ہونا ہے پھر ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اس پوری عمارت کو جتھ کریں ہمارا اصل ٹارگٹ اس سنٹر کی مشینری کو جتھ کرنا ہے اگر ہم اپنے مشن میں کامیاب نہ بھی ہو سکے تو کم از کم ان دونوں کو الجھا ضرور لیں گے اس دوران تم وہاں پہنچ جاؤ گے اس کے بعد اگر تم اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تب بھی مشن بہر حال مکمل ہو جائے گا۔ — عمران نے کہا۔

”لیکن وہاں پہنچ کر ہم اندر داخل کیسے ہوں گے“ — صالحہ نے کہا۔

”میرے ذہن میں ایک پلاننگ موجود ہے۔ ہم اس سیکورٹی آفیسر مارش کو استعمال کر لیں گے جس سے انگریزین سفارت خانے کے سیکورٹی سیکرٹری گلبرٹ نے بات کی تھی“۔۔۔۔۔ جو لایا نہ کما تو صالو نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”جو یاتم چونکہ اس گروپ کی انچارج ہوگی اس لئے میں تمہیں صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ ریڈ اینجٹ گارشیا عدد درجہ چالاک، ذہین اور شاطر عورت ہے اور ریڈ اینجٹ انتہائی سفاک بھی ہوتے ہیں

بیٹھے شدید بور ہو چکی ہوں۔“ گارشیا نے پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

”ظاہر ہے ان لوگوں کا انتظار تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا۔ انہیں وہاں تک پہنچنے میں بہر حال وقت تو لگے گا۔ اب وہ جن تو نہیں ہیں کہ بین پلک جھپکنے میں تمہارے سامنے پہنچ جائیں۔“ جوڈی نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”لیکن میں نے یہاں کے جو انتظامات دیکھے ہیں ان کے بعد میرا یہاں رہنا بیکار ہے۔ یہاں تو کوئی کمی بھی بغیر اجازت اور بغیر چیکنگ کے داخل نہیں ہو سکتی۔ انسان تو پھر انسان ہے۔“ گارشیا نے کہا۔

”تم نے ابھی عمران کے بارے میں صرف سنا اور پڑھا ہے تمہارا کبھی اس سے کراؤ نہیں ہوا۔ یہ انتظامات اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تم بہر حال ایک بات کا خیال رکھنا کہ کسی طرح بھی کسی آدمی کو نہ باہر جانے دینا اور نہ کسی کو اندر آنے کی اجازت دینا۔ میں نے ان لوگوں کا سراغ لگا لیا ہے۔ میں ان کو ٹریس کر رہا ہوں جیسے ہی وہ میرے آدمیوں کی نظروں میں چڑھے۔ پھر مجھے لمحہ بہ لمحہ ان کی کارروائی کی رپورٹ ملتی رہے گی۔ اس کے بعد ہم یقیناً ان کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“ جوڈی نے کہا۔

”کیسے سراغ لگا لیا ہے۔ کیا تفصیل ہے۔“ گارشیا نے پوچھا۔

”پاکیشیا سے عمران کے ساتھ دو عورتیں اور تین مرد یہاں

گارشیا سامک سنٹر کے ایک کمرے میں بیٹھی ایک رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھی کہ ساتھ پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

گارشیا نے ہاتھ بڑھا کر رسور اٹھا لیا۔

”لیس۔ گارشیا بول رہی ہوں۔“ گارشیا نے کہا۔

”ماڈم۔ جوڈی صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف سے فون آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

”کراؤ بات اور سنو۔ آئندہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔“ گارشیا نے کہا۔

”لیس میڈم۔“ فون آپریٹر نے جواب دیا۔

”ہیلو۔ جوڈی بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جوڈی کی آواز سنائی دی۔

”یہ تم نے مجھے کہاں پہنچا دیا ہے جوڈی۔ میں یہاں بیکار اکیلے بیٹھے

دارالحکومت پہنچے ہیں۔ اس طرح یہ گروپ دو عورتوں اور چار مردوں پر مشتمل ہے۔ میرے ایک آدمی نے اس آدمی کا سراغ لگا لیا جس نے ان کے لئے ایک رہائش گاہ کا بندوبست کیا تھا۔ لیکن پھر وہ آدمی اچانک غائب ہو گیا اور اس رہائش گاہ سے یہ لوگ بھی غائب ہو گئے ہیں۔ بہر حال ان کے طے ہمیں معلوم ہو گئے ہیں۔ میرے آدمی ان کی تلاش کر رہے ہیں جلد ہی ان کے بارے میں کہیں نہ کہیں سے اطلاع مل جائے گی۔ جوڑی نے جواب دیا۔

”یہاں تمہارے آدمی کہاں سے آگئے۔“ گارشیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہاں ایک انگریزین گروپ ہے۔ میں ان کے بارے میں بات کر رہا تھا چونکہ وہ بھی انگریزین ہیں اس لئے وہ ہمارے آدمی ہی ہوئے۔“ جوڑی نے جواب دیا اور گارشیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”ویسے میرا مشورہ مانو تو تم لافٹر کو لے کر سفر میں آجاؤ۔ ہم تینوں یہاں اطمینان سے بیٹھ کر ان لوگوں کا شکار کھیل لیں گے اور میں بور بھی نہیں ہوں گی۔“ گارشیا نے کہا۔

”کچھ مزید معلومات ان لوگوں کے بارے میں مل جائیں پھر ایسا کر لیں گے۔“ جوڑی نے جواب دیا۔

”او کے۔ اب بتاؤ کہ کال کیوں کی ہے۔ کوئی خاص بات ہے۔“ گارشیا نے کہا۔

”نہیں۔ میں نے سوچا کہ تم اکیلی بور ہو رہی ہو گی۔ اس لئے

تمہیں ساتھ ساتھ حالات سے آگاہ کرتا رہوں۔“ جوڑی نے کہا۔
 ”شکریہ۔ تم نے واقعی اچھا سوچا ہے۔“ گارشیا نے کہا تو جوڑی نے جیسے ہوئے گڈ بانی کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور گارشیا نے ریسور کیٹیل پر دکھا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

”آؤ مارٹن۔ بیٹھو۔“ گارشیا نے اسے دیکھ کر کہا اور آنے والا خاموشی سے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تم نے یہاں کے انتظامات واقعی حیران کن حد تک فول پروف بنا رکھے ہیں لیکن ہر قسم کے انتظامات میں کوئی نہ کوئی خالی یا کوئی نہ کوئی جھول ایسا ہوتا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا لیکن جو طویل عرصے سے کام کر رہا ہو۔ اسے ان کے متعلق بہر حال علم ہوتا ہے اس لئے تم مجھے ان کے متعلق بتاؤ گے۔“ گارشیا نے کہا۔

”جیسی کوئی خالی یا جھول نہیں ہے مادام۔ آپ بے فکر رہیں۔“ مارٹن نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم نے اپنے آپ کو ماتحت نہیں سمجھا۔ جب میں کہہ رہی ہوں کہ ایسے جھول اور خامیاں بہر حال ہوتی ہیں تو تم انہیں کیوں چھپا رہے ہو۔ یہ سن کر سلامتی کے لئے انتہائی اہم ہے اور ہم انگریزوں سے یہاں اس کی حفاظت کے لئے آئے بیٹھے ہیں اور تم اس طرح بات کر رہے ہو جیسے تمہیں ہماری کوئی پرواہ ہی نہ ہو۔“ گارشیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ماہم آپ خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو رہی ہیں۔ میری اور آپ کی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آپ ریڈ ایجنٹ ہیں جو انگریزوں کی ناک ہوتے ہیں اور میں ایک عام سائیکورٹی آفیسر ہوں۔ میرا اور آپ کا کیا مقابلہ۔ میری نظروں میں واقعی یہاں کوئی خالی نہیں ہے۔ اگر آپ کی نظر میں ہو تو میں کہہ نہیں سکتا۔“ مارٹن نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بتاؤ کہ اس سٹرک کے سیورج کاسٹم کہاں ہے۔ گندہ پانی کہاں سے نکلتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔“ گارشیا نے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔

”اس کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں موقع پر آپ کو لے جا کر دکھا سکتا ہوں۔ چاہیں تو زبانی بتا سکتا ہوں۔“ مارٹن نے جواب دیا۔

”تم زبانی بتا دو۔ دیکھ میں خود لوں گی۔“ گارشیا نے کہا۔

”سٹرک پانی یہاں سے ایک انتہائی گہرے کنوئیں میں جاتا ہے اور اس کنوئیں کی تہ میں ایک پائپ کے ذریعے یہ پانی کافی دور ایک پہاڑی نالے میں جا نکلتا ہے۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ اس پائپ کے ذریعے کوئی آدمی کنوئیں تک آسکتا ہے اور پھر کنوئیں سے وہ سٹرک میں پہنچ سکتا ہے تو ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ کنوئیں کی تہ میں باقاعدہ ایک ریز مشین نصب ہے جس کی ریز اس پورے پائپ میں سلا ہوئی ہیں۔ انسان تو ایک طرف کوئی کمپی اور چھر بھی ان ریز کی

وجہ سے اس پائپ میں زندہ نہیں رہ سکتا۔“ مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گنڈ شو۔ اب بتاؤ کہ تازہ ہوا سٹرک میں لے آنے کا کیا سسٹم ہے۔“ گارشیا نے پوچھا۔

”تازہ ہوا کے لئے سکٹنگ پمپ لگے ہوئے ہیں جن کے پائپ بھی اسی طرح زیر زمین یہاں سے کافی دور جا نکلتے ہیں۔ اور ان پائپ میں بھی وی ریز پمپلی ہوئی ہیں۔“ مارٹن نے کہا۔

”اگر ان پائپوں کے دہانے سے کوئی بے ہوش کر دینے والی گیس اندر پھینک دی جائے تو کیا ریز اسے روک سکتی ہیں۔“ گارشیا نے جھمکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہیں ماہم۔ ان ریز کی یہ خاصیت ہے کہ یہ کسی قسم کی بودا ر چیز کو بھی اندر آنے سے روکتی ہیں۔“ مارٹن نے کہا۔

”گنڈ۔ اب یہ بتاؤ کہ اس سٹرک کا کوئی خصوصی اور پیش راستہ بھی ہے جسے بے شک بند کر دیا گیا ہو۔“ گارشیا نے کہا۔

”ہیں ماہم دو راستے تھے لیکن انہیں ریڈ بلاکس سے بند کر دیا گیا ہے۔ اب وہ کسی صورت نہیں کھولے جاسکتے اور نہ توڑے جاسکتے ہیں۔“ مارٹن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کہاں تھے یہ راستے۔ نقشہ لے آؤ اور اس پر نشاندہی کرو۔“ گارشیا نے کہا۔

”ماہم آخر آپ چاہتی کیا ہیں۔“ مارٹن نے اس بار قہرے

جھنڈا لے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جو میں کہہ رہی ہوں وہی کہہ سکتے ہیں اب سیکورٹی انچارج ہوں اور میرے حکم پر تمہیں گولی بھی ماری جاسکتی ہے۔“ گارشیا نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔

”لیس ماوام۔“ مارٹن نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”جاؤ اور نقشہ لے آؤ۔ جلدی واپس آنا۔ مجھے انتظار کرنے کی عادت نہیں ہے۔“ گارشیا نے اسی طرح چیخے ہوئے کہا۔

”لیس ماوام۔“ مارٹن نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا اور واپس موگیا۔ جب وہ کمرے سے باہر نکل گیا تو گارشیا بے اختیار مسکرا دی۔

”ٹائنس۔ خوبصورت آدمی ہے لیکن عورتوں کے جذبات کی زبان ہی نہیں سمجھتا۔ اب جوڑی باہر ہے تو پھر اس سے ہی گزارہ کرنا پڑے گا لیکن یہ تو بالکل ہی احمق ہے۔ الو۔“ گارشیا نے کہا۔ اس کی نظریں مسلسل دروازے پر جمی ہوئی تھیں لیکن جب کافی دیر تک انتظار کرنے کے باوجود مارٹن نہ آیا تو گارشیا کے چہرے پر جھنڈا ہٹ کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے رسیور اٹھایا اور دو نمبر پر لیس کر دیئے۔

”لیس۔“ دوسری طرف سے فون آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

”مارٹن کو تلاش کرو۔ وہ جہاں بھی ہو اسے فوراً میرے پاس بھیجو۔ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔“ گارشیا نے غصیلے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے

رسیور اٹھایا۔

”لیس۔“ گارشیا نے تیز لہجے میں کہا۔

”ماوام۔ مارٹن تو سنٹر سے باہر چلا گیا ہے۔“ فون آپریٹر کی آواز سنائی دی تو گارشیا بے اختیار اچھل پڑی۔

”سنٹر سے باہر چلا گیا۔ کیا مطلب۔ کیسے باہر چلا گیا۔ باہر جانے کی تو کسی کو اجازت نہیں ہے۔ کسی کی اجازت سے گیا ہے وہ۔“ گارشیا نے چیخے ہوئے لہجے میں کہا۔

”وہ سیکورٹی دے سے باہر گیا ہے۔ یہ سیکورٹی دے اس کی نگرانی میں رہتا ہے۔ اس کا تعلق چیکنگ کپیوٹر سے نہیں ہے۔ چیکنگ کپیوٹر صرف مین دے پر کام کرتا ہے۔“ فون آپریٹر نے کہا تو گارشیا کے چہرے کا رنگ یلغٹ بدل گیا۔

”سیکورٹی دے۔ یہ کون سا راستہ ہے۔ مجھے تو اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔“ گارشیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ سیکورٹی سیکنڈ انچارج ہفرے کو بلا کر اس سے پوچھ لیں۔ مارٹن بھی اسے ہی کہہ کر گیا ہے کہ وہ سنٹر سے باہر جا رہا ہے۔ اسی نے مجھے بتایا ہے۔“ فون آپریٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ووہ۔ فوراً اسے میرے پاس بھیجو۔ ابھی اور اسی وقت۔“ گارشیا نے چیخے ہوئے کہا۔

”لیس ماوام۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو گارشیا نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک دہلا پتلا سانو جوان اندر داخل ہوا۔ یہ سیکنڈ سیکورٹی آفیسر ہنفرے تھا۔

”میں مادام“ — ہنفرے نے اندر داخل ہو کر بڑے مودبانہ انداز میں گارشیا کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

”مارٹن کہاں ہے“ — گارشیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ وفاقا شہر گیا ہے مادام۔ اس نے اپنی دوا لینی تھی“ — ہنفرے نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں کہا۔

”وفاقا گیا ہے۔ کس بات کی دوا لینے“ — گارشیا نے چونک کر پوچھا۔

”وہ خون کے ایک پیچیدہ مرض میں مبتلا ہے مادام۔ اور ڈاکٹروں نے اسے ایک خصوصی دوا تجویز کی ہے۔ ویسے وہ ٹھیک رہتا ہے لیکن اگر اسے غصہ آجائے یا ذہنی الجھن پیدا ہو جائے تو اس کے خون میں کیمیائی تبدیلیاں پیدا ہونے لگ جاتی ہیں اور اس کا ذہن چکرانے لگ جاتا ہے۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ دوا نہ کھائے تو اس کی موت واقع ہو سکتی ہے اس لئے وہ ہمیشہ سنٹر میں اس دوا کا شاک رکھتا ہے لیکن اتفاق سے یہ شاک پچھلے ماہ ختم ہو گیا اور وہ سنٹر میں ہنگامی حالات کی وجہ سے دوا نہ لاسکا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ میرے پاس آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا ذہن چکرا رہا ہے اس لئے وہ دوا لینے بڑے شروفاقا جا رہا ہے۔ دوا وہیں سے ملتی ہے۔ وہ سیکورٹی کے خصوصی ہیلی کاپٹر پر گیا ہے سیکورٹی دے سے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر

واپس آجائے گا“ — ہنفرے نے جواب دیا تو گارشیا کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

”سیکورٹی ہیلی کاپٹر۔ سیکورٹی دے۔ یہ سب کیا ہے۔ مجھے تو اب تک اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا گیا حالانکہ میں دو روز سے یہاں ہوں“ — گارشیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یہ انتہائی ہنگامی انتظامات ہیں مادام۔ عام حالات میں تو انہیں استعمال ہی نہیں کیا جاتا۔ اس لئے ذکر نہ کیا گیا ہو گا“ — ہنفرے نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے اب جب مارٹن واپس آئے تو تم نے مجھے فوراً اطلاع کرنی ہے“ — گارشیا نے ہونٹ بھیچتے ہوئے کہا۔

”میں مادام“ — ہنفرے نے کہا اور سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”ٹانسس۔ ذرا سی بات کی تو اس کے خون میں تبدیلیاں آئے لگ گئیں۔ نجانے کیسے کیسے لوگ اس دنیا میں بستے ہیں احق۔ اور مجھے بتایا تک نہیں کہ یہ راستہ بھی ہے اور نہ صرف راستہ ہے بلکہ باقاعدہ سیکورٹی ہیلی کاپٹر بھی ہے۔ میں خواجواہ یہاں پڑی سڑری ہوں اب مارٹن واپس آئے تو میں اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے خود وفاقا جاؤں گی اور مکھموں پھووں گی“ — گارشیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کرسی کی پشت سے کمر لگا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

”وہ جناب ذیشان ہوٹل میں ہیں جس راستے پر ہم نے سفر کرنا تھا۔ اس راستے میں ایک جگہ زلزلہ آیا ہے اور اس سے راستہ بند ہو گیا ہے۔ اس راستے کو صاف کیا جا رہا ہے کل تک صاف ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے انہیں ہوٹل میں ٹھہرا دیا ہے لیکن جناب میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینے آیا ہوں۔“ قادر خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون سی اطلاع۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”یہاں سے قریب ہی ایک میڈیکل سنٹر ہے۔ میں نے وہاں اس آدمی کو دیکھا ہے جس نے شکار کے وقت مجھے اس علاقے میں جانے سے روکا تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔“ قادر خان نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ کہاں ہے وہ۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا میڈیکل سنٹر ہے۔ وہ وہاں موجود ہے۔ میرے سر میں درد تھا۔ میں وہاں سے دوا لینے گیا تو میں نے اسے میجر کے پیشے والے کمرے میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے میں نے سوچا کہ جا کر میڈم جو لیا کو بتاؤں گا لیکن اب آپ اچانک نظر آ گئے ہیں تو میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔“ قادر خان نے جواب دیا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ وہی آدمی ہے۔“ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”ہم پہاڑی لوگ ہیں جناب۔ ایک بار کسی کو دیکھ لیں تو مرتے دم

عمران نے جیب واکا کے ایک ریسٹورنٹ کے سامنے روکی ہی تھی کہ اچانک سائیڈ گلی سے قادر خان دوڑتا ہوا جیب کی طرف آتا دکھائی دیا تو ڈرائیونگ سیٹ پر موجود عمران اسے دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔

”میں آپ کو دیکھ کر آیا ہوں جناب۔“ قادر خان نے قریب آتے ہوئے کہا۔

”تم ابھی تک یہاں واکا میں ہی ہو۔ باقی ساتھی کہاں ہیں۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کے ساتھ کیپٹن ٹکلیل تھا جبکہ باقی سارے ساتھی جولیا کی سرکردگی میں علیحدہ گروپ کی صورت میں کئی گھنٹے پہلے قادر خان کے ساتھ چلے گئے تھے۔ اس لئے عمران قادر خان کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ چونکہ عمران اسی میک اپ میں تھا جس میں اس نے قادر خان سے ملاقات کی تھی۔ اس لئے قادر خان نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔

تک اسے نہیں بھولتے۔۔۔۔۔ قادر خان نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ بیٹھو جیب میں اور ہمیں وہاں لے چلو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو قادر خان جلدی سے جیب کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا اور عمران نے جیب آگے بڑھا دی۔ پھر قادر خان کی رہنمائی میں وہ ایک گلی میں سے گزر کر ایک اور سڑک پر پہنچ گئے۔

”وہ سامنے میڈیکل سٹور ہے۔ الخیر میڈیکل سٹور۔۔۔۔۔ قادر خان نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیب اس دکان کے قریب لے جا کر روک دی اور پھر وہ جیب سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی کیپٹن فکیل اور قادر خان بھی نیچے اتر آئے اور پھر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے دکان میں داخل ہو گئے۔ کافی بڑی دکان تھی۔ ایک طرف شفاف شیشے کا پنا ہوا کیمین تھا جس میں ایک آدمی بیچ پر لیٹا ہوا تھا جبکہ ایک آدمی میز کے چپے کرسی پر بیٹھا کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔

”یہ جو لیٹا ہوا ہے۔ یہ ہے وہ آدمی۔ پہلے بیٹھا تھا۔ اب لیٹ گیا ہے۔۔۔۔۔ قادر خان نے کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا اس کیمین کے دروازے کی طرف بڑھ گیا جس پر میجر کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔

”بس سر۔ کیا چاہئے سر۔۔۔۔۔ سلازمن نے انہیں کیمین کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

”میجر سے ملنا ہے۔ بڑا سودا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے خشک لہجے میں

کہا تو سلازمن سر ہلاتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ عمران نے کیمین کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے بعد کیپٹن فکیل اور آخر میں قادر خان اندر داخل ہوا۔ میجر انہیں دیکھ کر چونک پڑا اور اس نے جلدی سے ریسور کریٹیل پر رکھ گیا جبکہ وہ لیٹا ہوا آدمی ویسے ہی لیٹا رہا۔ اس کے چہرے کا رنگ نارنجی ہو رہا تھا اور لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ وہ انگریزیمین تھا۔ اس کے جسم پر نیلے رنگ کا یونیفارم نما لباس تھا۔ سامنے والی جیب پر چھوٹی سی پلیٹ تھی جس کے اوپر مارش اور آگے سیکورٹی آفیسر لکھا ہوا تھا اور نیچے دو الفاظ ایس سی لکھے ہوئے تھے۔ عمران یہ پلیٹ پڑھ کر بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس پلیٹ سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ساسک سٹور کا سیکورٹی آفیسر مارش ہے۔ وہی مارش جس کا ذکر جولیا سے انگریزیمین سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری گلبرٹ نے کیا تھا۔

”جی صاحب فرمائیے۔۔۔۔۔ میجر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں ڈاکٹر ہوں۔ کیا یہ صاحب بیمار ہیں۔۔۔۔۔ عمران نے مارش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ انہیں خون کی کوئی عجیب سی بیماری ہے۔ ان کو ایک گھنٹے کے اندر اندر ایک مخصوص دوا چاہئے لیکن اتفاق سے یہ دوا ہمارے شاک میں موجود نہیں ہے۔ میں نے دارالحکومت فون کیا ہے۔ وہاں سے دوا ایک سیمپل ہسپتال کے ذریعے آرہی ہے۔ لیکن ان

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اس بیماری میں خصوصی

عام دواؤں سے بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس میں خصوصی ترکیب سے کس کیا جائے۔ یہ ابھی ٹھیک ہو جائے گا اور حیرت انگیز بات یہ ہے

اشارہ کرتے ہوئے کہا تو کینٹن کھیل نے دونوں ہاتھوں سے بازو کی اس جگہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ عمران نے کلائی پر رگ تلاش کرنا شروع کر دی اور پھر ایک جگہ اس کی انگلی تک گئی۔ اس نے ایک شیشی میں موجود سپرٹ نکالی اور اس جگہ پر اچھی طرح مل کر اس نے سوئی سے - نیپ ہٹائی اور سوئی آہستہ سے رگ میں اتار دی۔ تھوڑا سا سرخ کے لیور کو واپس کھنچا تو تاریخی رنگ کا خون سرخ میں داخل ہوتا دکھائی دیا۔

”بس ہاتھ ہٹا دو“ — عمران نے کینٹن کھیل سے کہا تو کینٹن کھیل نے ہاتھ ہٹا دیا۔ عمران نے انتہائی آہستگی سے دوا انجیکٹ کرنا شروع کر دی۔ تقریباً دس منٹ تک وہ انتہائی آہستگی سے دوا انجیکٹ کرتا رہا۔ جب سرخ میں موجود تمام دوا مارش کے جسم میں انجیکٹ ہو گئی تو عمران نے سوئی واپس کھینچ لی اور انگلی سے اس جگہ کو دبا دیا۔ مینجر اس دوران قریب کھڑا رہا لیکن اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ عمران نے خالی سرخ واپس میز پر رکھی اور پھر انگلی اس جگہ سے ہٹائی اور انگوٹھے کی مدد سے اس نے مارش کی آنکھوں کو باری باری کھولا اور اس کے ساتھ ہی اطمینان بھرا ایک طویل سانس لیا۔

”دوا نے اثر شروع کر دیا ہے۔ دس منٹ بعد یہ صاحب مکمل طور پر ٹھیک ہو جائیں گے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کینٹن کھیل بھی بیٹھ گیا اور قادر خان بھی۔ مینجر

کہ اس کے بعد اسے مزید کسی دوا کی ضرورت نہ پڑے گی۔ یہ ہمیشہ کے لئے اس بیماری سے چھٹکارا پالے گا“ — عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ اس موضوع پر مزید کوئی بات ہوتی، مینجر واپس کینٹن میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں چار شیشیاں اور ایک سرخ موجود تھی۔

”یہ لیجئے جناب۔ لیکن جناب۔ خیال رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ“ — مینجر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”تم بے فکر رہو مینجر“ — عمران نے کہا اور پھر اس نے پیکٹ میں سے سرخ نکالی اور اس کے بعد اس نے اس کی سوئی پر سے کپ ہٹا کر شیشیوں میں یکے بعد دیگرے سوئی ڈال کر دوا سرخ میں بھرنا شروع کر دی۔ لیکن ہر شیشی میں سے اس نے علیحدہ علیحدہ مقدار میں دوا سرخ میں بھری اور پھر اس نے سوئی پر کپ چڑھائی اور سرخ کو ایک ہاتھ سے تیز جھٹکے دینے شروع کر دیے۔ کافی دیر تک اور انتہائی تیزی سے وہ ایسا کرتا رہا۔ پھر اس نے سرخ کو غور سے دیکھا۔ دوا کا رنگ گہرا سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر اسے غور سے دیکھنے کے بعد اس نے ایک بار پھر سرخ کو مزید چند جھٹک دیئے اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کر رنج پر لیٹے ہوئے مارش کی طرف بڑھا۔

”اس کی آستین اوپر کرو“ — عمران نے مڑ کر کینٹن کھیل سے کہا تو کینٹن کھیل نے جلدی سے اٹھ کر مارش کی آستین کا ٹخن کھولا اور پھر اسے اوپر اٹھا دیا۔

”یہاں سے اسے زور سے دباؤ“ — عمران نے بازو کی طرف

”دوا تو شام تک پہنچے گی لیکن یہ صاحب آپ کے لئے رحمت کا فرستہ بن کر پہنچ گئے ہیں۔ آپ واقعی استقامتی خوش قسمت آدمی ہیں۔“ میجر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اب تک کی ساری کارروائی تفصیل سے بتادی۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ نے میری زندگی بچائی ہے۔ میں آپ کا بید شکر گزار ہوں جناب۔“ مارٹن نے جلدی سے اٹھ کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”زندگی بچانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مسٹر مارٹن۔ انسان تو صرف وسیلہ بنتا ہے۔ آپ کی دوا تو شام کو آئی لیکن اب اس دوا کے آدھے گھنٹے بعد آپ کو لیمن جوس کا ایک گلاس ضرور پینا پڑے گا تاکہ دوا کے اثرات مکمل ہو جائیں اور یہ بھی بتا دوں کہ اب آپ کو اس دوا کی کبھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ کی بیماری ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے اور میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ بیٹھ کر ایک گلاس لیمن جوس پی لیں۔ اس طرح مزید گپ شپ بھی ہو جائے گی۔ میں نے اس بیماری پر خصوصی ریسرچ کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے اس بارے میں تفصیلی ڈسکس کر سکوں۔“ عمران نے کہا۔

”ضرور جناب۔ آپ تو اب میرے محسن ہیں۔ بہر حال دوا تو مجھے لینی ہی ہوگی میں شام کو آکر لے لوں گا۔“ چلیں جناب۔ لیکن یہ دعوت میری طرف سے ہوگی۔“ مارٹن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بھی اسی طرح ہونٹ بیچنے والوں آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرح اس کی نظریں بھی مارٹن کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور پھر جب اس نے مارٹن کے چہرے کا رنگ بدلتے دیکھا تو اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تیزی سے پھیلتے چلے گئے۔ عمران کے چہرے پر بھی اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اس نے یہ سب کچھ صرف پڑھا تھا آزمایا نہ تھا اس لئے وہ پریشان تو نہیں تھا البتہ فکر مند ضرور تھا۔ مارٹن کے چہرے کا رنگ سرخ ہوتا جا رہا تھا اور اس کا تیز چلتا ہوا سانس بھی اب تیزی سے ہموار ہوتا جا رہا تھا۔

”آپ تو کمال کے ڈاکٹر ہیں جناب۔ لیکن آپ کا کلینک کہاں ہے۔ میں تو یہاں آپ کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔“ میجر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں سائنس کا ڈاکٹر ہوں۔ طب کا نہیں ہوں بس ویسے ہی شغل کے طور پر طب پر بھی ریسرچ کرتا رہتا ہوں۔ میرا تعلق کافرستان سے ہے۔“ عمران نے جواب دیا تو میجر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے مارٹن نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی وہ دیکھنے ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں اب زندگی کی لہریں موجود تھیں۔

”یہ کیا ہوا۔ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں نارمل ہو گیا ہوں۔ کیا دوا آگئی ہے۔“ مارٹن نے میجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”چلیں جیسے آپ چاہیں۔ لیکن ہمارے ساتھی یہاں قریب ہی ایک ہوٹل میں موجود ہیں۔ وہاں چل کر اکٹھے بیٹھیں گے۔“ — عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو مارش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر مینجر سے مصافحہ کر کے وہ سب اس میڈیکل سنور سے باہر آ گئے۔

”آپ کی تعریف جناب“ — مارش نے باہر آ کر جیب میں بیٹھے ہوئے کہا۔

”میرا نام غیرت مند خان ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ آپ نے تو اتنی بات ہی پوچھ لی ہے وہ بچارہ مینجر تو آپ کی وجہ سے اس قدر پریشان تھا کہ نہ ہی اسے نام پوچھنا یاد رہا اور نہ ہی اسے یہ پوچھنا یاد رہا کہ آخر ہم میڈیکل سنور میں آئے کیوں تھے۔“ — عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر قادر خان کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو مارش بے اختیار ہنس دیا۔

”ظاہر ہے ایک ایمریمین اگر اس کی دکان میں ہلاک ہو جاتا تو اسے تو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ لیکن کیا آپ مقامی ڈاکٹر ہیں۔“ — مارش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کہاں جانا ہے صاحب۔“ — قادر خان نے جیب اشارت کرتے ہوئے کہا۔

”ہوٹل زینان۔ ساتھیوں کے پاس۔“ — عمران نے جواب دیا تو قادر خان نے سر ہلاتے ہوئے جیب آگے بڑھا دی اور عمران مارش کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”میرا تعلق کافرستان سے ہے اور میں طب کا ڈاکٹر نہیں ہوں سائنس میں البتہ میں نے ڈاکٹریٹ کر رکھی ہے لیکن ہائی کے طور پر طب پر بھی رہ سچ کرتا رہتا ہوں۔ میں ایک میڈیکل سنور کے مالک کے بارے میں معلوم کرنے مینجر کے پاس گیا تھا وہاں اچانک آپ کی حالت دیکھی تو میں پریشان ہو گیا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی تفصیل تو مینجر نے بتا دی ہے آپ کو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو مارش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”میں نے آج تک رسالوں اور کمائیوں میں ایسے واقعات پڑے تھے اور میں سمجھتا تھا کہ یہ سب غلط ہیں ایسے اتفاقات پیش ہی نہیں آ سکتے۔ لیکن آج جب مجھے خود اس تجربے سے گزرنا پڑا ہے تو مجھے یقین آ گیا ہے کہ یہ سب واقعات واقعی درست ہوتے ہیں۔“ — مارش نے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

”جسے ہم لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے اتفاق کہتے ہیں مارش صاحب۔ وہ دراصل قدرت کی طرف سے واقعی ایک خاص منصوبہ بندی کا نتیجہ ہوتا ہے اب آپ دیکھیں آپ کی زندگی کا رخ جانا ہمارا اچانک وہاں پہنچ جانا اور اب آپ سے تعارف یہ سب باتیں بظاہر تو اتفاق ہیں لیکن دراصل قدرت کی منصوبہ بندی کا شاہکار ہے۔“ — عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا تو مارش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد قادر خان نے جیب ایک ہوٹل کے کپاونڈ گیٹ میں موڑ دی۔ یہ ہمارے منزلہ ہوٹل تھا۔ ایک طرف پارکنگ تھی۔ قادر خان

نے جیب پارکنگ میں جا کر روک دی۔

”تم جا کر ساتھیوں کو بتاؤ کہ مارٹن صاحب بھی آرہے ہیں۔“ عمران نے کیپٹن کھیل سے مخاطب ہو کر کہا تو کیپٹن کھیل سر ہلاتا ہوا قادر خان کی طرف بڑھ گیا جو پارکنگ ہوائے پارکنگ کارڈ لے رہا تھا۔ ظاہر ہے اس نے اس سے اپنے ساتھیوں کے کمرہ نمبر پوچھنے تھے۔

”قادر خان۔ تم ہمارے ساتھ چلو گے۔“ عمران نے کیپٹن کھیل کے والہیں مڑتے ہی قادر خان سے کہا اور قادر خان نے اثبات میں سر ہلادیا جبکہ کیپٹن کھیل تیز تیز قدم اٹھاتا ہوئی کے مین گیٹ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا جبکہ قادر خان عمران اور مارٹن کے ساتھ چل رہا تھا۔ عمران نے کیپٹن کھیل کو اس لئے پہلے بھیج دیا تھا کہ وہ ساتھیوں کو مارٹن کے بارے میں بریف کر دے۔ تھوڑی دیر بعد وہ تیسری منزل کے کمرہ نمبر بارہ میں پہنچ چکے تھے۔ یہاں باقی ساتھی بھی موجود تھے۔

”یہ سب ہمارے ساتھی ہیں مسٹر مارٹن اور یہ مسٹر مارٹن ہیں۔“ عمران نے کمرے میں داخل ہو کر سرسری مآقاہاف کراتے ہوئے کہا اور پھر رسمی جملوں کے بعد وہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”مسٹر مارٹن کے لئے لیمن جوس منگوائیں اور ان کے ساتھ ہی ہم سب ان کی صحت کا جام پئیں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر نے رسیور اٹھا کر روم سروس والوں کو لیمن جوس

لائے کا آرڈر دے دیا۔

”آپ نے صحت کی بات کی ہے اس کا کیا مطلب۔“ صفدر نے کہا تو عمران نے مختصر طور پر میڈیکل سٹور میں جانے اور مارٹن کی بیماری اور اس کے علاج کے بارے میں بتا دیا۔

”اوہ۔ پھر تو نئی زندگی مبارک ہو مسٹر مارٹن۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور باقی سب ساتھیوں نے بھی اپنے مبارک باد دی۔

”یہ سب غیرت مند خان صاحب کی بدولت ہوا ہے جناب۔ میں ان کا احسان ساری زندگی نہ بھلا سکوں گا۔ اگر یہ نہ پہنچ جاتے تو اب تک میں ہلاک ہو چکا ہوتا۔“ مارٹن نے بڑے تفکرانہ لہجے میں کہا۔

”یہ احسان اگر آپ چاہیں تو انارکتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارٹن بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”وہ کس طرح غیرت مند خان صاحب۔“ مارٹن نے حیران ہو کر پوچھا۔

”پہلے آپ جوس پی لیں۔ پھر بتاتا ہوں۔ ویسے فکر نہ کریں۔ میں آپ سے کوئی رقم طلب نہیں کروں گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارٹن بھی مسکرا دیا۔

”آپ رقم کی بات کر رہے ہیں آپ اگر چاہیں تو میں جان بھی دے

سنفر کیا ہوتا ہے۔ میں تو انگریزوں کے ایک ساؤتھ سنفر میں ملازم ہوں۔
فوجی سازو سامان کے ایک سنفر پر۔۔۔ مارٹن نے کہا تو عمران بے
اختیار ہنس پڑا۔

”آپ واقعی ذہن آدمی ہیں کہ آپ نے ایس سی کو ساؤتھ سنفر میں
تبدیل کر دیا ہے حالانکہ اس سے ساک سنفر بنتا ہے۔ آپ بہادرستان
میں انگریزین سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری گلبرٹ کے دوست
تھے۔ وہی گلبرٹ جو ہلاک ہو چکا ہے۔۔۔“ عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا تو مارٹن بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے کے
عضلات یکھٹ سکرے گئے تھے اور چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر
آئے۔

”تشریف رکھیں۔ آپ دوستوں میں ہیں۔ دشمنوں میں نہیں
ہیں۔۔۔“ عمران نے کہا تو مارٹن بے اختیار ہونٹ چٹاتا ہوں بیٹھ گیا
لیکن اب اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
”میرا اصل نام علی عمران ہے اور میرا تعلق پاکستان سے ہے اور یہ
میرے ساتھی ہیں۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارٹن کا
چہرہ یکھٹ زرد پڑ گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ مم۔ مم۔ مم۔۔۔“ مارٹن نے بری طرح
ہکلاتے ہوئے کہا۔

”آپ نے کہا تھا کہ آپ احسان اتارنے کے لئے تیار ہیں تو اب
اس کا وقت آ گیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کی جان کو کوئی خطرو

سکتا ہوں۔۔۔“ مارٹن نے کہا۔

”ابھی معلوم ہو چلے گا کہ آپ کیا دے سکتے ہیں اور کیا
نہیں۔“ عمران نے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور دیگر ایک بڑی
ڑے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ڑے میں جوس کے گلاس رکھے ہوئے
تھے۔ اس نے سارے گلاس درمیانی میز پر رکھے اور ڑے لے کر
واپس چلا گیا۔

”لیجے۔“ عمران نے کہا تو مارٹن نے گلاس اٹھا لیا اور پھر
عمران سمیت سب نے جوس کے گلاس اٹھائے۔ جن میں قادر خان
بھی شامل تھا۔

”مسٹر مارٹن۔ آپ انگریزوں کے سابق سنفر میں سیکورٹی آفیسر
ہیں۔۔۔“ عمران نے جوس سپ کرتے ہوئے کہا تو مارٹن بے
اختیار چونک پڑا۔

”جی۔ آپ کو۔ مم۔ مم۔۔۔“ مارٹن نے بوکھلائے ہوئے لہجے
میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ نے یونیفارم کی قبض پر باقاعدہ پلیٹ لگا رکھی ہے جس پر
آپ کا نام، عہدہ اور سنفر کے بارے میں درج ہے اور آپ حیران بھی
ہو رہے ہیں۔“ عمران نے ہنسنے ہوئے کہا تو مارٹن نے اپنی قبض
کی جیب کی طرف دیکھا اور پھر اس نے بے اختیار ایک طویل سانس
لیا۔

”مجھے احساس ہی نہ رہا کہ میں یونیفارم میں ہوں لیکن یہ ساک

اس راتے سے اندر داخل ہو سکتا ہے۔ وہاں ایک خاتون —
مارٹن بات کرتے کرتے اچانک اس طرح رک گیا جیسے اسے اچانک
خیال آگیا ہو کہ وہ کوئی سیکرٹ آؤٹ کر رہا ہے۔

”جس کا نام گارشیا ہے اور جو ریڈ ایجنٹ ہے اور انکریٹیا سے
خاص طور پر سانسٹر کی حفاظت کے لئے اپنے ساتھیوں جوڑی اور
لاٹر کے ساتھ آئی ہے“ — عمران نے اس کی بات آگے بڑھاتے
ہوئے کہا تو مارٹن کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہو گیا۔ یہ تو ٹاپ سیکرٹ ہے۔“ مارٹن
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمیں تو اور بھی بہت کچھ معلوم ہے مسٹر مارٹن“ — عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارٹن نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”پھر آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں“ — مارٹن نے کہا۔
”پہلے آپ جو کچھ کہہ رہے تھے وہ کہہ ڈالیں۔ پھر بات ہو
گی“ — عمران نے کہا۔

”میں بتا رہا تھا کہ یہ ریڈ ایجنٹ گارشیا اب سنٹر کی سیکورٹی انچارج
ہے لیکن وہ انتہائی خود سر ’یک چر می اور تنک مزاج عورت ہے۔ مجھے
ایسی عورتیں پسند نہیں ہیں اس لئے میں اس کی باتیں سن کر شدید بور
ہو تا ہوں۔ اس نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا اور انتہائی سخت لہجے میں
اس نے مجھ سے اس طرح باتیں کیں کہ مجھے اس پر شدید غصہ آگیا۔
میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اسے گولی مار دوں لیکن ظاہر ہے میں ایسا

نہیں ہے۔ اگر میرا مقصد آپ کی جان لینا ہو تا تو یہ کام وہیں میڈیکل
سنٹر پر خود بخود ہو جاتا۔ ہمیں آپ صرف اس سنٹر کے بارے میں
اندرونی معلومات دے دیں۔ بس ہمارا احسان ختم“ — عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ مم۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے حلف لیا ہوا ہے۔
یہ تو میں اپنی جان کے خوف سے وہاں سے نکل آیا تھا۔ ورنہ“ — مارٹن
نے رک رک کر کہا۔

”مسٹر مارٹن۔ یہاں کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ آپ نے
کیا بتایا ہے اور کیا نہیں۔ اور آپ خاموشی سے دوا لے کر واپس چلے
جائیں گے اور جب دوا لے کر واپس جائیں گے تو ظاہر ہے وہاں موجود
لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ آپ نے کیا بتایا ہے اور کیا نہیں۔
باقی ہماری اپنی جدوجہد کہ ہم اس سنٹر میں داخل ہو سکتے ہیں یا
نہیں“ — عمران نے کہا۔

”وہاں کوئی انجینی کسی صورت میں بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ ایسا
ممکن ہی نہیں ہے۔ اور پھر اب تو وہاں ریڈ الرٹ ہو چکا ہے۔“ مارٹن
نے کہا۔

”لیکن آپ وہاں سے آئے بھی ہیں اور آپ واپس بھی جائیں
گے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تو سیکورٹی آفیسر ہوں۔ وہاں ایک خصوصی سیکورٹی وے ہے۔
جس میں جیلی کاپڑ کے ذریعے ہی آیا جایا جا سکتا ہے اور جیلی کاپڑ ہی

مجھے یہاں دیکھے۔ جب وہ اندر چلا گیا تو پھر میں آگے بڑھ گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد مجھے خالی ٹیکسی مل گئی اور پھر میں میڈیکل شور ہینچ گیا۔ مارٹن نے کہا۔

”کس ہوٹل میں گیا تھا وہ؟“ — عمران نے پوچھا۔

”اب کیا چھاؤں۔ ٹھیک ہے آپ جو کچھ پوچھنا چاہیں مجھ سے پوچھ لیں۔ لیکن جہاں آپ نے میری جان بچا کر مجھ پر احسان کیا ہے وہاں ایک احسان اور بھی کروں کہ کسی کو اس بارے میں معلوم نہ ہو کہ میری آپ سے ملاقات ہوئی ہے یا میں نے آپ کو کچھ بتایا ہے۔“

مارٹن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”میرا وعدہ کہ ایسا ہی ہوگا“ — عمران نے کہا۔

”وہ ہوٹل سراج میں جا رہا تھا۔ یہ یہاں ایک پرانا ہوٹل ہے لیکن وہاں غیر ملکیوں کے لئے خفیہ طور پر تفریح کا تمام سامان مہیا ہوتا ہے اس لئے اکثر وہاں غیر ملکی بھرے رہتے ہیں۔“ — مارٹن نے جواب دیا۔

”آپ کو سنٹر کے اندر مشینری کے بارے میں کچھ علم ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ میں تو سیکورٹی آفیسروں اور میرا سیکٹ کبھی بھی

سائنس نہیں رہا۔“ — مارٹن نے جواب دیا۔

”سنٹر کے اندر کتنے افراد ہیں؟“ — عمران نے پوچھا۔

”بارہ افراد ہیں۔ گارڈیاں تیرہ ہیں۔“ — مارٹن نے کچھ دیر

نہیں کر سکا تھا۔ اس لئے مجبوراً مجھے غصہ چنا پڑا اور بس یہیں سے میری کیفیات بدل گئیں۔ میں وہاں اپنے سنٹر میں دوا کا شاک رکھتا ہوں لیکن ایک ماہ پہلے وہ شاک ختم ہو گیا تھا چنانچہ مجھے اپنی جان بچانے کے لئے ایمرجنسی میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں آنا پڑا۔ اس میڈیکل شور سے میں پہلے بھی دوا لیتا تھا لیکن یہاں بھی اتفاق سے دوا موجود نہ تھی۔ میگزین نے اپنے طور پر دارا حکومت فون کر کے دوا منگوانے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے دوا اتنی جلدی کیسے آ سکتی تھی چنانچہ میری حالت بگڑتی گئی اور پھر مجھے نہیں معلوم کیا ہوا۔ اچانک مجھے ہوش آیا تو آپ وہاں موجود تھے۔“ — مارٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس کے ساتھی جوڑی اور لافز وہ اسے ایسی باتیں کرنے سے نہیں روکتے۔“ — عمران نے کہا۔

”وہ تینوں پہلے سنٹر میں آئے تھے پھر وہ دونوں گارڈیاں کو وہیں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ باہر سے سنٹر کی گرافٹی کریں گے لیکن میں نے جوڑی کو یہاں واقف دیکھا ہے۔ میں اپنا ہیلی کاپٹر یہاں کے ایک پرائیوٹ کمپنی کے ہیلی پیڈ پر اتارتا ہوں اور وہاں سے ٹیکسی میں جڑھ کر بازار آتا ہوں۔ مجھے وہاں سے ٹیکسی نہ ملی تو میں پیدل ہی چل پڑا اور پھر میں نے ایک ہوٹل میں جوڑی کو داخل ہوتے دیکھا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر ہوٹل میں جا رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا تھا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ

سوچنے کے بعد جواب دیا۔ پھر عمران اس سے مختلف سوالات کرتا رہا اور مارٹن جواب دیتا رہا۔ لیکن مشینری کے بارے میں وہ کوئی تفصیل نہ بتا سکا تھا۔

”یہاں سے سنٹر فون کیا جاسکتا ہے“ — عمران نے پوچھا۔
 ”جی ہاں۔ لیکن نمبر آپ کو جنوبی ایکڑ میا کا ملانا پڑے گا جبکہ کال سنٹر میں ہی رسبو ہوگی“ — مارٹن نے کہا اور پھر عمران کے پوچھنے پر مارٹن نے نمبر بتادیا۔
 ”میں تمہارا بتایا ہوا نمبر کنفرم کر لوں“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو مارٹن بے اختیار چونک پڑا۔

”میں نے درست نمبر بتایا ہے۔ آپ وہاں فون کریں گے تو وہاں کی مشینری یہاں کا پتہ چلا لے گی اور میں چونکہ یہاں ہوں اس لئے لاحالہ ان کا شک مجھ پر پڑے گا“ — مارٹن نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
 ”تم خود یہاں سے فون کر کے گارشیا کو بتا دو کہ تمہارے ساتھ کیا پرائیلم ہے اور تم کس وقت وہاں پہنچو گے ورنہ جس طرح تم وہاں سے نکل آئے ہو، ہو سکتا ہے واپسی میں تمہیں سزا دے دی جائے۔“
 عمران نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ مگر میں اسے کیا بتاؤں۔ وہ انتہائی تک چڑھی عورت ہے۔ وہ نجانے کیا جواب دے اور میں پھر بیمار ہو جاؤں اور ابھی دوا میرے پاس نہیں ہے۔“ — مارٹن نے کہا۔
 ”تم بے فکر رہو۔ تمہاری بیماری ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔“

ویسے اپنی تسلی کے لئے تم دوا بے شک شام کو جاتے ہوئے لے جانا۔ لیکن تمہارا فون کرنا ضروری ہے البتہ تم یہ نہ بتانا کہ تمہاری یہ حالت ہوئی اور میں نے تمہیں ٹھیک کیا“ — عمران نے کہا تو مارٹن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے ایک طرف پڑا ہوا فون پس اٹھایا۔ اس کے نیچے لگا ہوا بیٹن دبا کر اسے ڈائریکٹ کیا اور ساتھ ہی اس کے اندر موجود لاؤڈر کا بیٹن بھی آن کر دیا۔ مارٹن نے رسبو اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ وہ واقعی وہی رابطہ نمبر اور نمبر ڈائل کر رہا تھا جو اس نے بتائے تھے۔

”تیس“ — رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔
 ”سیکوئی آفسیمر مارٹن بول رہا ہوں واقف۔“ — مادام گارشیا سے بات کرناؤ جیکب“ — مارٹن نے کہا۔
 ”اوہ اچھا“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”ہیلو“ — چند لمحوں بعد ایک نسوانی آواز سنائی دی لہجے میں بے پناہ خوشنمایاں تھیں۔
 ”میں مارٹن بول رہا ہوں مادام“ — مارٹن نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کہاں سے بول رہے ہو تم“ — گارشیا نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔
 ”واقف کے ایک ہوٹل ڈیشان سے مادام۔ آپ کو اطلاع مل گئی ہو گئی کہ مجھے ایک بیماری ہے مجھ پر اچانک اس بیماری کا حملہ ہوا اور

مجبوراً مجھے فوری طور پر پہلی کاپڑے کر میاں واقف آنا پڑا۔ ورنہ میں ہلاک ہو جاتا لیکن میاں بھی دوا موجود نہیں ہے۔ وہ دارالحکومت سے منگوائی ہے۔ شام تک پہنچ جائے گی۔ میں وہ دوا لے کر فوراً ہی واپس پہنچ جاؤں گا۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ مجھے اس طرح اچانک وہاں سے آنا پڑا۔ اس لئے میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔“ مارن نے کہا۔

”میری جوڑی سے بات ہوئی ہے۔ اب جوڑی یہ فیصلہ کرے گا کہ تم واپس آسکتے ہو یا نہیں اور اگر آسکتے ہو تو کب۔ جوڑی وہاں تمہاری تلاش میں ہو گا۔ تم جوڑی سے مل لو۔“ گارشیا نے کہا۔

”کمال مادام۔“ مارن نے کہا۔

”وہ ہوٹل سراج کے کمرہ نمبر اڑتیس میں ٹھہرا ہوا ہے جبکہ کے نام سے۔ تم فوراً اس سے مل لو۔“ گارشیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو مارن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریسور کریٹل پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”میرا خیال ہے کہ اب تمہاری واپسی ممکن نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ جوڑی تمہیں گولی مار دے۔ کیونکہ یہ ریفریجینٹ ان معاملات میں بے حد سفاک ہوتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”تو پھر۔ پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔“ مارن نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”تم اگر ہم پر اعتماد کرو تو ہم تمہارا مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے۔“ مارن نے چونک کر پوچھا۔

”ہم اس جوڑی کو گھیر لیتے ہیں۔ تمہارا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔ تم گارشیا کو کہہ سکتے ہو کہ تم جوڑی سے ملنے گئے تھے لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن تم جوڑی کو کیا کرو گے۔“ مارن نے کہا۔

”وہی جو یہ لوگ تمہارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”نہیں۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی ہے اور پھر وہ گارشیا۔ وہ سب مجھے یقیناً مار ڈالیں گے۔“ مارن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی۔ جا کر مل لو اس سے۔“ عمران نے کہا تو مارن نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔

”میں تو عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں۔“ مارن نے استغاثی اٹھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اگر تم ہمارا ساتھ دو تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ پھر تم یہاں سے واپس اٹھ کر یہاں بھیج دیتے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”وہ کیسے۔“ مارن نے چونک کر پوچھا۔

”ابھی یہ مت پوچھو۔ بہر حال میں گارنٹی دے سکتا ہوں کہ جو میں کہہ رہا ہوں ویسے ہی ہو گا۔ تم پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔“ عمران

نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مرنا تو دیسے ہی ہے۔ اگر موت آئی مگی ہے تو پھر ان لوگوں کے ہاتھوں تو نہ مروں۔ میں تیار ہوں تم جو کہو اور جیسے کہو میں ویسے کرنے کو تیار ہوں“۔۔۔۔۔ مارش نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر خاموش رہتا۔ بولنا نہیں“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے فون پیس کے نیچے لگا ہوا مین دبا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”سراج ہوٹل“۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”روم نمبر اڑتیس میں مسٹر جیکب سے بات کراؤ۔ میرا نام مارش ہے“۔۔۔۔۔ عمران نے مارش کی آواز اور لہجے میں کہا تو مارش بری طرح چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن بر حال وہ بولا نہیں تھا خاموش ہی بیٹھا رہا۔

”میں سرب۔ ہولڈ آن کریں“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ جیکب بول رہا ہوں“۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد ایک مروانہ آواز سنائی دی۔

”میں سیکورٹی آفسر مارش بول رہا ہوں جناب“۔۔۔۔۔ عمران نے مارش کی آواز میں کہا۔

”تم ابھی تک پہنچے نہیں۔ مجھے مادام گارشیا نے فون کر کے بتا دیا

ہے کہ تم کن حالات میں وہاں سے یہاں آئے ہو اور تم نے اسے ہوٹل ڈیشاں سے فون کیا ہے اور اس نے تمہیں مجھ سے ملنے کو کہا ہے“۔۔۔۔۔ جوڑی کا لہجہ سخت تھا۔

”مم۔ میں نے سوچا کہ پہلے فون کر لوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپ ہوٹل میں موجود ہیں یا نہیں“۔۔۔۔۔ عمران نے سسے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں یہاں موجود ہوں اور تمہارا انتظار کر رہا ہوں تاکہ تم سے سنٹر کی سیکورٹی کے مسئلے میں مزید ڈکس کی جا سکے“۔۔۔۔۔ جوڑی نے کہا۔

”میں سرب۔ میں پہنچ رہا ہوں سرب“۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”تم یہیں رکو گے“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”کیپٹن کھلیل تم میرے ساتھ چلو اور تم اپنے بیگ سے ریڈ سیکیپول بھی نکال کر جب میں ڈال لو۔ ہو سکتا ہے اس کی ضرورت پڑ جائے اور قادر خان تم جیپ ڈرائیو کرو گے“۔۔۔۔۔ عمران نے اٹھ کر کیپٹن کھلیل اور قادر خان سے کہا تو وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کیپٹن کھلیل کو ساتھ لے جانے کی کوئی خاص وجہ ہے۔ پہلے تو تم ایسے موقعوں پر ہمیشہ خور کو ساتھ لے جاتے ہو“۔۔۔۔۔ جوایا نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ریڈ کیپول کیپٹن ٹھیکل کے پاس ہیں اور مقابلے پر بھی ریڈ ایجنٹ ہیں“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

جوڑی ہوئی سراج میں اپنے کمرے میں بڑے بے چین سے انداز میں ٹل رہا تھا۔ وہ بار بار ایک طرف پڑے ہوئے فون کی طرف دیکھتا اور پھر ٹلنا شروع کر دیتا۔ اسے گارشیا کی طرف سے اطلاع مل گئی تھی کہ سنٹر کا سیکورٹی آفیسر مارٹن اچانک سیکورٹی ہیلی کاپٹر کے ذریعے واقف شہر اپنی کسی پراسرار بیماری کے لئے دوا لینے چلا گیا ہے۔ اس نے یہ اطلاع ملتے ہی واقف میں ہانکے گئے اپنے گروپ کو الارٹ کر دیا تھا کہ وہ مارٹن کو چیک کریں کیونکہ جوڑی کے خیال کے مطابق سیکورٹی آفیسر مارٹن کا اس طرح اچانک سنٹر سے فرار یقیناً علی عمران سے ہونے والے گتہ جوڑ کی وجہ سے ہوا ہو گا۔ ابھی تک عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اسے دارالحکومت سے بھی کوئی اطلاع نہ ملی تھی اور اب مارٹن کی واقف آمد سے وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی بھی یقیناً دارالحکومت سے واقف شفٹ ہو چکے ہوں گے۔ اس

لئے اس نے یہاں کے ایک مقامی گروپ کو ہار کر کے مارش کی نگرانی پر لگا دیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ مارش سے عمران ملاقات کرے گا اور چونکہ عمران اور اس کے ساتھی میک اپ میں ہوں گے اس لئے انہیں تو یہاں ٹریس نہیں کیا جاسکتا البتہ مارش کو ٹریس کر کے اس کے ذریعے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹریس کیا جاسکتا ہے اور اب اسے اس گروپ کی طرف سے اطلاع کا شدت سے انتظار تھا۔ چونکہ مارش کا حلیہ اسے معلوم تھا اس لئے اس نے یہ حلیہ اس گروپ تک پہنچا دیا تھا اور اسے معلوم تھا کہ دارالحکومت سے قدرے چھوٹے شہر واقام میں مارش کو فوراً ہی ٹریس کر لیا جائے گا اور پھر وہ یہاں پہلی کاپز میں آیا تھا اس لئے پہلی کاپز کو بھی ٹریس کیا جاسکتا ہے لیکن اسے انتظار کرتے کرتے تقریباً تین گھنٹے گزر گئے تھے لیکن ابھی تک اسے کوئی اطلاع نہ ملی تھی۔ جب اس سے مزید انتظار برداشت نہ ہوا تو اس نے فون کر کے گروپ کے انچارج مائیکل سے بات کرنے کی کوشش کی جو ایک جواخانے کا مالک تھا لیکن اسے بتایا گیا کہ مائیکل بغیر کسی کو بتائے کہیں گیا ہوا ہے۔ اس لئے اس سے بھی بات نہ ہو سکی تھی۔ جب بے چینی اور اضطراب مزید ہو گیا تو جوڑی نے کرسی سے اٹھ کر کمرے میں شلٹنا شروع کر دیا۔ بار بار رک رک فون کی طرف دیکھتا اور پھر شلٹنا شروع کر دیتا۔

”ایک بار تمہارا پتہ لگ جائے عمران۔ پھر دیکھنا ریڈ ایجنٹ کس طرح کام کرتے ہیں۔“ جوڑی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس

کی بڑبڑاہٹ جاری تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور جوڑی بھوکے عتاب کی طرح فون پر جھنڈا۔

”ہیلو۔۔۔ جوڑی نے رسیور اٹھاتے ہی تیز لہجے میں کہا۔

”مائیکل بول رہا ہوں۔۔۔“ دوسری طرف سے نگرانی کرنے والے گروپ کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

”ہیں۔۔۔ جیکب بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے۔“ جوڑی نے امید بھرے لہجے میں بھیجی۔

”ہم نے مارش کو ٹریس کر لیا ہے جناب۔ ہمیں اطلاع ملی کہ مارش کو اخیر حریف نیکل شور میں جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے لیکن یہ اطلاع بہت دیر بعد ملی ہم جب وہاں گئے تو مارش وہاں موجود نہ تھا۔ پوچھ گچھ پر معلوم ہوا کہ مارش کی طبیعت مینجر کے آفس میں ہی شدید خراب ہو گئی تھی کیونکہ جس دوا کے لئے وہ یہاں آیا تھا وہ دوا یہاں موجود نہ تھی اس لئے مینجر نے دارالحکومت سے وہ دوا منگوانے کے انتظامات کئے لیکن ظاہر ہے دوا تو شام کو آئی تھی اور وہ مارش موت کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے بعد اچانک مینجر کے مطابق تین افراد اس کے پاس آئے۔ ان میں ایک کافرستانی تھا اور وہ سائنس کا ڈاکٹر بھی تھا اور اس نے حیرت انگیز طور پر مارش کو شور سے عام ادویات حاصل کر کے انجیکشن لگایا جس سے مارش نہ صرف ہوش میں آ گیا بلکہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا اور پھر مارش ان کے ساتھ چلا گیا۔ ہم نے مزید انکوائری کی تو پتہ چلا کہ یہ لوگ ایک جیب میں گئے ہیں ہم نے اس جیب کو ٹریس کیا تو

یہ جپ ہمیں نشان ہوٹل کی پارکنگ میں کھڑی مل گئی پارکنگ بوائے کے مطابق جپ میں مارٹن کے ساتھ تین افراد تھے جن میں سے ایک پہلے ہوٹل میں چلا گیا جبکہ باقی تین بعد میں اکٹھے گئے۔ میں ہوٹل کے اندر گیا اور وہاں سے پتہ چلا کہ ہوٹل نشان میں دو عورتوں اور تین مردوں نے کمرے بک کرائے تھے پھر ان میں سے ایک آدمی ہوٹل سے باہر چلا گیا جبکہ وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ مارٹن اور دو مقامی آدمی تھے وہ سب ایک کمرے میں موجود ہیں وہاں لیسن جوس سرو کیا گیا ہے جو وٹیر جوس لے کر گیا ہے اس نے بتایا ہے کہ مارٹن کے طے کا آدمی اندر موجود ہے اب ہمارے لئے کیا حکم ہے۔“ مائیکل نے پوری تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا تو جوڑی کی آنکھوں میں یکھٹ چمک سی آگئی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ مارٹن کو ٹھیک کرنے والے اور ان کے ساتھی سب عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں اور اس کا خیال درست ثابت ہوا ہے۔

”تم ان لوگوں کو کسی طرح بیوش کر سکتے ہو۔ یہ سن لو کہ یہ عام لوگ نہیں ہیں یہ دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹ ہیں۔“ جوڑی نے کہا۔

”نہیں جناب۔ ہمارا کام تو گمرانی اور مخبری کا ہے آپ جو کہہ رہے ہیں ایسے کام ہم نہیں کیا کرتے۔“ مائیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر یہاں کوئی ایسا گروپ بتاؤ جو اس کام میں ماہر ہو۔“ جوڑی نے

پوچھا۔

”یہاں کا بلیک کوبرا گروپ ایسا ہے جو قتل و غارت اور بیوش کرنے کے کاموں میں ماہر ہے اس کا چیف بھی بلیک کوبرا ہی کہلاتا ہے وہ یقیناً آپ کی حسب مشاکم کرے گا۔“ مائیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا فون نمبر بتاؤ اور پھر اسے فون کر کے خود ہی میرے متعلق بتا دو تاکہ میرا وقت ضائع نہ ہو لیکن تم نے مسلسل مارٹن اور اس سے ملنے والے ہر آدمی کی گمرانی کرنی ہے انہیں نظروں سے کسی صورت بھی اوجھل نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی انہیں گمرانی کا پتہ چلنا چاہئے۔“ جوڑی نے کہا۔

”گمرانی کی تو آپ فکر نہ کریں۔ وہ تو ہمارا کام ہے البتہ بلیک کوبرا کو میں کہہ دیتا ہوں لیکن وہ معاوضہ پیشگی لیتا ہے جو معاوضہ ملے ہو گا اس کا آدمی آکر آپ سے لے جائے گا اس کے بعد کام آپ کی حسب مشاکم ہوگا۔ آپ دس منٹ بعد اسے فون کر دیں۔ نمبر میں بتا دیتا ہوں۔“ مائیکل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک نمبر بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ جوڑی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”کاش یہاں ریڈ ایجنٹ کا گروپ ہوتا تو لطف آجاتا۔“ رسیور رکھ کر جوڑی نے کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔ پھر دس منٹ بعد اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چونکہ یہاں ہر

”چند کافرستانی ایجنٹ ہیں۔ وہ ہوٹل ڈیشان میں رہائش پذیر ہیں
میں انہیں بیہوش کرا کر اپنے ایک خاص اڈے پر منکوتا چاہتا ہوں
لیکن یہ کام انتہائی احتیاط اور مہارت سے ہونا چاہئے کیونکہ یہ لوگ حد
درجہ خطرناک لوگ ہیں۔“ جوڑی نے کہا۔

”بلیک کوریا سے زیادہ خطرناک تو اس دنیا میں آج تک کوئی پیدا
نہیں ہوا۔ لیکن یہ بیہوش کرنے اور پھر اغوا کر کے پہچانے میں تو خاصا
وقت ضائع ہو گا کیونکہ انہیں گولیوں سے اڑا دیا جائے۔ ہوٹل ڈیشان
کو ہی بموں سے اڑا دیا جائے یہ آسان ہے اور کم وقت میں ہو جائے
گا۔“ بلیک کوریا نے پورے قافرانہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں نے ان سے ضروری پوچھ چکے کہ کئی ہے اس لئے میں
انہیں بیہوش کرانا چاہتا ہوں۔“ جوڑی نے کہا۔
”کتنے آدمی ہیں اور ہوٹل کے کس کمرے میں ہیں۔“ بلیک
کوریا نے کہا۔

”تفصیل تمہیں مائیکل بتا سکتا ہے۔ وہی ان کی نگرانی کر رہا ہے
بہر حال پانچ چھ افراد ہیں جن میں دو عورتیں بھی ہیں۔“ جوڑی
نے کہا۔

”کہاں پہنچانا ہے انہیں۔“ بلیک کوریا نے پوچھا۔
”مغرب روڈ پر ایک عمارت ہے جہاں غورنیہ نامی قوہ خانہ ہے
اس قوہ خانے کے مالک امین غوری کے ذریعے ان لوگوں کو اس قوہ
خانے کے نیچے بے ہوش تہہ خانوں میں پہنچانا ہے۔“ جوڑی نے کہا۔

کمرے میں علیحدہ علیحدہ ڈائریکٹ فون مہیا کئے گئے تھے جبکہ ہوٹل
سروس کے لئے علیحدہ انٹرکام موجود تھا اس لئے جوڑی براہ راست کال
وصول کر رہا تھا اور براہ راست کال کر بھی رہا تھا۔

”بلیک کوریا ہوٹل۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چیخنی ہوئی
آواز سنائی دی لہجہ سیدھا عامیانہ تھا۔

”میں ہوٹل سراج سے جیکب بول رہا ہوں۔ اپنے چیف بلیک کوریا
سے بات کرائیں۔“ جوڑی نے کہا۔

”آپ غیر ملکی ہیں۔“ دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم
لہجے میں کہا گیا۔

”ہاں۔ میں انگریز ہوں۔“ جوڑی نے جواب دیا۔
”اوہ اچھا۔ ابھی ملوثا ہوں۔“ اس بار دوسری طرف سے
بولنے والے کا لہجہ انتہائی نرم ہو گیا تھا۔

”ہیلو۔ بلیک کوریا بول رہا ہوں۔“ چند لمحوں بعد ایک بھاری
لیکن انتہائی کرخت سی آواز سنائی دی۔

”میرا نام جیکب ہے۔ ابھی مائیکل نے تمہیں فون کر کے میرے
مطلق بتایا ہو گا۔“ جوڑی نے کہا۔

”کون مائیکل۔“ دوسری طرف سے اسی لہجے میں کہا گیا۔
”ریڈ لائن کا چیف مائیکل۔“ جوڑی نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ ابھی اس کا فون آیا تھا۔ کیا کام ہے آپ کا۔ کل کر
بتائیں۔“ بلیک کوریا نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایک لاکھ ڈالر دے دو تمہارا کام تمہاری مرضی کے مطابق ابھی اور فوراً ہو جائے گا۔“ بلیک کو برا نے کہا۔

”مجھے متصور ہے لیکن کام تسلی بخش طور پر ہونا چاہئے۔“ جوڈی نے فوراً رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

”بالکل ہو گا۔ تم ہوٹل کے کس نمبر کمرے سے بول رہے ہو۔ میں اپنا آدمی تمہارے پاس بھیج دیتا ہوں وہ تم سے رقم لے جائے گا اور پھر وہیں ہوٹل کے کاؤنٹر سے مجھے فون کر دے گا کہ رقم مل گئی ہے تو میرے آدمی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آجائیں گے۔“ بلیک کو برا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں کمرہ نمبر اڑتیس میں موجود ہوں جیکب میرا نام ہے۔“ جوڈی نے کہا۔

”میرے آدمی کا نام عزیز خان ہے اور یہی کوڈ ہو گا۔“ بلیک کو برا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ رسیور رکھ کر جوڈی اٹھا اور کمرے میں موجود ایک غصیہ سیف کی طرف بڑھ گیا جو ہوٹل کی طرف سے قیمتی اشیاء اور کرنسی وغیرہ رکھنے کے لئے ہر کمرے میں بنایا گیا تھا یہ سیف مخصوص نمبروں سے کھلتا تھا اور یہ نمبر صرف مسافر کو بتائے جاتے تھے۔ جوڈی نے نمبر ملا کر سیف کھولا۔ سیف کا ایک بڑا خانہ کرنسی نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ جوڈی کی عادت تھی کہ وہ اپنے ساتھ پیشہ بھاری کرنسی رکھتا تھا اور اسے فیاضی سے خرچ کرتا تھا اس نے ایک لاکھ ڈالر کا پیکٹ اٹھایا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر اس

نے سیف بند کیا اور دوبارہ کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جوڈی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہائیں۔“ جوڈی نے کہا۔

”گارشیاپول رہی ہوں۔“ دوسری طرف سے گارشیا کی آواز سنائی دی تو جوڈی چونک پڑا۔

”اوہ تم۔ کوئی خاص بات۔“ جوڈی نے چونک کر کہا۔

”ابھی مارٹن کا فون آیا تھا وہ ہوٹل ڈیشان سے فون کر رہا تھا اس نے تفصیل بتائی ہے کہ وہ کس طرح بیمار ہو گیا اور پھر کس طرح کسی اجنبی ڈاکٹر نے اسے ٹھیک کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ اب اس کا فیصلہ تم کرو گے میں نے اسے تمہارا فون نمبر بھی بتا دیا ہے اور کوڈ نام بھی۔ وہ اب تم سے رابطہ کرے گا پھر جس طرح تم مناسب سمجھو اسے ڈیل کر لیتا۔“ گارشیا نے کہا۔

”اوہ۔ یہ تم نے کیا کر دیا۔ میرے متعلق اسے تفصیل بتا دی۔“ جوڈی نے استغاثی غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ کیا ہوا۔“ گارشیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مارٹن عمران اور اس کے ساتھوں کے قبضے میں ہے اور یہ فون کال عمران نے اس سے کرائی ہو گی اور تم نے اسے میرا پتہ اور نام بتا دیا بہر حال یہ اچھا ہوا کہ تم نے مجھے بتا دیا اب میں اپنا بندوبست کر لوں گا لیکن اب تم نے اس سے مزید فون پر بات نہیں کرنی۔“ جوڈی نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں محتاط رہوں گی۔“ گارشیا نے جواب دیا تو جوڑی نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد دروازے پر دھک کی آواز سنائی دی۔ ”میں کم ان“۔ جوڑی نے چونک کر کہا تو دروازہ کھلا اور ایک مقامی آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کی پیڑی پیڑی مونچھیں اور بھری ہوئی داڑھی تھی۔ چہرے پر زخموں کے نشانات اور آنکھوں میں تیز چمک تھی اور وہ اپنی شکل و صورت اور چال ڈھال سے کوئی تفرقہ کلاس بھرم لگتا تھا۔

”میرا نام عزیز خان ہے مجھے بلیک کوبرا نے بھیجا ہے۔ رقم دو“۔ عزیز خان نے اندر داخل ہو کر بڑے دھنگ لہجے میں کہا۔ ”میرا نام کیا بتایا تھا بلیک کوبرے نے“۔ جوڑی نے ہونٹ پیچھے ہونے کہا اس آدمی کا انداز ایسا تھا کہ جوڑی کا دل تو چاہا تھا کہ اٹھ کر اس کی گردن توڑ دے۔ لیکن حالات کی وجہ سے اسے اپنا غصہ پتہ پڑا تھا۔

”جیکب اور کمرہ نمبر اڑتیس“۔ عزیز خان نے کہا تو جوڑی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیب سے نوٹوں کا پیکٹ نکالا اور عزیز خان کی طرف بڑھا دیا۔ عزیز خان نے بھوکے عقاب کی طرح پیکٹ جھنپا اور پھر اس نے تیزی سے نوٹ گننا شروع کر دیے۔ نوٹ گنتے میں وہ واقعی کسی بنگ کا ماہر کیشنگ رہا تھا۔

”تم کسی بنگ میں کام کرتے رہے ہو“۔ جوڑی سے رہانہ گیا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

”میں بلیک کوبرا کا کیشنگ ہوں اور مجھے کسی بڑے بنگ کے کیشنگ سے بھی زیادہ دولت سمجھانا پڑتی ہے“۔ عزیز خان نے دانت نکالتے ہوئے کہا اور جوڑی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”رقم پوری ہے۔ ٹھیک ہے“۔ عزیز خان نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

”سنو“۔ جوڑی نے کہا تو عزیز خان رک کر واپس مڑا۔ ”بلیک کوبرے سے کہنا کہ کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہئے۔“ جوڑی نے کہا۔

”تم فکر مت کرو۔ بلیک کوبرا کا کام انتہائی شاندار ہوتا ہے تمہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی“۔ عزیز خان نے کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی جوڑی نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔

”غورینہ تو وہ خانہ“۔ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مروانہ آواز سنائی دی۔

”امین غوری سے بات کراؤ۔ میں جیکب بول رہا ہوں“۔ جوڑی نے کہا۔

”مہولڈ آن کریں“۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”میلو۔ امین غوری بول رہا ہوں“۔ چند لمحوں بعد ایک بھابھری سی آواز سنائی دی۔

”جیکب بول رہا ہوں غوری“۔ جوڑی نے کہا۔

”ہاں صاحب کیا حکم ہے۔ آپ نے رقم تو دے دی لیکن کام ابھی تک نہیں بتایا۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اب کام کا وقت آگیا ہے چند دشمن ایجنٹوں کو بلیک کوریا کا گروپ بیوشی کے عالم میں ہمارے پاس پہنچائے گا تم نے انہیں بڑے تہہ خانے میں رکھنا ہے اور مجھے فوری طور پر ٹرانسیر پر اطلاع دینی ہے۔“ جوڑی نے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب۔“ امین غوری نے جواب دیا۔

”خیال رکھنا۔ میرے وہاں پہنچنے تک انہیں کسی صورت بھی ہوش نہیں آنا چاہئے۔“ جوڑی نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا صاحب۔ فکر مت کریں۔“ امین غوری نے جواب دیا تو جوڑی نے اُسکے کہہ کر رسیور رکھ دیا ابھی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ انٹرکام کی کھنٹی بج اٹھی تو جوڑی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔ ظاہر ہے یہ کال ہوٹل والوں کی طرف سے تھی۔

”ہی۔“ جوڑی نے کہا۔

”جناب کوئی مارٹن صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں کال ملوا دوں آپ کے فون سے۔“ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”ہاں کراؤ بات۔“ جوڑی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور انٹرکام کا رسیور رکھ دیا چند لمحوں بعد ڈائریکٹ فون کا کھنٹی بج اٹھی تو جوڑی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”ہیلو۔“ جیکب بول رہا ہوں۔“ جوڑی نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میں سیکورٹی آفسر مارٹن بول رہا ہوں جناب۔“ دوسری طرف سے مارٹن کی آواز سنائی دی اور جوڑی بے اختیار مسکرا دیا۔

”تم ابھی تک پہنچے نہیں۔ مجھے ماوام گارشیا نے فون کر کے بتا دیا ہے کہ تم کن حالات میں وہاں سے یہاں آئے ہو اور تم نے اسے ہوٹل ڈیشن سے فون کیا ہے اور اس نے تمہیں مجھے سے ملنے کو کہا ہے۔“ جوڑی نے سخت لہجہ بتاتے ہوئے کہا۔

”مہم میں نے سوچا کہ پہلے فون کر لوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپ ہوٹل میں موجود ہیں یا نہیں۔“ دوسری طرف سے مارٹن کی سہمی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

”میں یہاں موجود ہوں اور تمہارا انتظار کر رہا ہوں تاکہ سنٹر کی سیکورٹی کے سلسلے میں مزید ڈکس کی جاسکے۔“ جوڑی نے کہا۔

”نہیں سر۔ میں پہنچ رہا ہوں سر۔“ دوسری طرف سے مارٹن نے مودبانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جوڑی نے جلدی سے رسیور کریٹل پر رکھا اور پھر اٹھ کر اس نے الماری کھول کر اس میں موجود چھوٹا سا لیکن جدید ساخت کا اپنا کسٹم فریکوئنسی کارٹرانسیر اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے سامنے والا کمرہ بھی ایک فرضی نام سے بک کر رکھا تھا اس نے اس کے فیصلہ کیا تھا کہ وہ فوری طور پر اس کمرے میں شفت ہو جائے۔ اب بات بلیک

کو برا پر تھی کہ اگر وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے شکار کر لیتا ہے تو ٹھیک ورنہ دوسری صورت میں اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان کے سامنے نہ آئے گا ایسا ہی کھٹہ فریکوئی ٹرانسیر اس نے امین غوری کو دیا ہوا تھا۔ امین غوری کے ساتھ بات مانگیل نے کرائی تھی اس کی عمارت کے نیچے بنے ہوئے تہ خانے اس نے حاصل کئے تھے تاکہ جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کا پتہ چلے گا وہ انہیں بیہوش کر کے ان تہ خانوں میں پہنچا دے گا۔ وہ ویسے بھی عمران کے مقابلے میں انتہائی محتاط رہتا چاہتا تھا اس لئے اس نے بلیک کو برا کو بھی انہیں بیہوش کرنے کا کام تھا تاکہ وہ ان کے میک اپ وغیرہ چیک کر کے اور ان سے بات چیت کر کے حتمی نتیجے پر پہنچ جائے کہ ہاتھ آنے والے لوگ واقعی عمران اور اس کے ساتھی ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمران انتہائی شاطر آدمی ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ڈبی بنا کر آگے کئے ہوئے ہوں اور جوڑی انہیں ہلاک کر کے مطمئن ہو جائے تو عمران اور اس کے ساتھی منفر پہنچ جائیں۔ اپنے کمرے سے نکل کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر وہ سامنے والے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جیب سے چابی نکالی اور لاک کھول کر اس نے دروازے کو دھکیلا اور کمرے میں داخل ہو گیا اندر پہنچ کر اس نے کمرہ بند کر کے لاک کیا اور پھر اپنے چہرے، سر اور گردن پر چڑھا ہوا ماسک اتار کر اس نے اسے ایک طرف اچھال دیا۔ کوٹ کی جیب سے ایک دوسرا ماسک نکال کر

اس نے سر اور چہرے پر چڑھایا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اسے مخصوص انداز میں نکس کر کے ایڈجسٹ کر لیا اب اس کی شکل بدل چکی تھی اور اس کے بالوں کا رنگ اور ساخت بھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے طے میں ہو ٹل والے بھی اسے بطور جیکب نہ پہچان سکیں گے چنانچہ وہ اطمینان سے کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ ٹرانسیر اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا البتہ اس کے کان باہر گیٹ کی طرف لگے ہوئے تھے تاکہ اگر عمران اور اس کے ساتھی مارن کے ساتھ آئیں تو اسے معلوم ہو سکے لیکن کافی دیر تک جب اسے اپنے کمرے کے دروازے کی سامنے کسی کے قدموں کی آواز سنائی نہ دی تو وہ قدرے مطمئن ہو گیا کہ بلیک کو برے نے اپنا کام کر دکھایا ہو گا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے کے شدید انتظار کے بعد اچانک ٹرانسیر سے ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی تو اس نے جھپٹ کر ٹرانسیر اٹھایا اور اس کا ٹیبن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ امین غوری بول رہا ہوں۔ اور“۔۔۔۔۔ ٹیبن دبتے ہی امین غوری کی آواز سنائی دی۔

”ہیس۔ جیکب بول رہا ہوں۔ اور“۔۔۔۔۔ جیکب نے کہا۔

”بلیک کو برا کے آدمی وقفے وقفے سے بیہوش افراد کو پہنچا گئے ہیں میں نے انہیں تہ خانے میں ڈال دیا ہے اور انہیں طویل بیہوشی کے انجکشن بھی لگا دیئے ہیں تاکہ وہ ہوش میں نہ آسکیں۔ اور“۔۔۔۔۔ امین غوری نے کہا۔

”وقفے وقفے سے۔ کیا مطلب۔ اور“۔۔۔۔۔ جوڑی نے پوچھا۔

”پہلے اس کے آدمی تین مقامی افراد کو چھوڑ گئے انہوں نے بتایا کہ یہ تینوں افراد ہوٹل سے نکل کر پارکنگ میں موجود جیب میں بیٹھ رہے تھے کہ بلیک کوبرے کے آدمیوں نے انہیں بیہوش کر دیا اور پھر اٹھا کر انہیں یہاں لے آئے اور ان کے باقی ساتھی چونکہ کمرے میں ہی ہیں اس لئے انہیں بعد میں لایا جائے گا اور پھر آدھے گھنٹے بعد وہ دو عورتوں اور دو مردوں کو بیہوشی کے عالم میں چھوڑ گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ آپ کو بتا دیا جائے کہ دونوں گروپوں کی نشاندہی مائیکل نے کی ہے۔ اور“ — امین غوری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ اور اینڈ آف“ — جوڑی نے سرست بھرے لہجے میں کہا اور ٹرانسیریئر بند کر کے وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے ایک بار پھر اپنے سر اور چہرے پر موجود ماسک اتارا اور پہلے سے اترا ہوا ماسک اٹھا کر اسے سر اور چہرے پر چڑھا دیا ایک بار پھر دونوں ہاتھوں سے تھپتھپانا شروع کر دیا چند لمحوں بعد اس کے ہاتھ رکے تو وہ اب جیکب والے طے میں تھا۔ اس نے اتارا ہوا ماسک اٹھا کر اسے بند کر کے جیب میں ڈالا اور پھر ٹرانسیریئر اٹھا کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں چند لمحوں تک تو اس کا ذہن ماؤف ہی رہا لیکن پھر اس کے ذہن پر وہ لمحات قلم کی طرح چلنے شروع ہو گئے جب وہ قادر خان اور کیپٹن ٹھیکل کے ساتھ ہوٹل کی پارکنگ میں موجود اپنی جیب میں بیٹھے ہی تھے کہ اچانک ایک آدمی جیب کے قریب نظر آیا دوسرے لمبے ہٹکا سا دھماکا ہوا اور جیب میں دھواں سا پھیل گیا پھر اس سے پہلے کہ عمران ٹھیکل اس کے ذہن پر سیاہ چادر سی پھیلتی چلی گئی اور اب اسے ہوش آیا تھا اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمبے اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گیا وہ ایک لمبے کی کرسی پر بندھا ہوا بیٹھا تھا اس کے دونوں بازوؤں کو عقب میں کر کے باندھا گیا تھا اور باقی جسم کو بھی کرسی کے ساتھ رسی سے باندھا دیا گیا تھا۔ اس کے جسم کو اس انداز میں باندھا گیا تھا کہ سوائے اپنے سر اور گردن کے وہ اپنے جسم کا کوئی حصہ

قائدہ اٹھا سکا۔ چند خالی کرسیاں البتہ پڑی ہوئی تھیں۔ عمران نے اپنے جسم کو پیچھے کی طرف جھکولادینے کی کوشش کی تاکہ کرسی کو پیچھے مڑا کر وہ ان ٹائٹ رسیوں کو کسی طرح ڈھیلا کر سکے لیکن دوسرے لمبے وہ یہ محسوس کر کے حیران رہ گیا کہ اس کی کرسی کے پائے فرش میں مضبوطی نے گڑے ہوئے تھے جبکہ باقی کرسیاں فرش کے اوپر رکھی ہوئی تھیں اور اسی لمبے اچانک اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اور وہ چونک پڑا۔ اب تک اسے اس بات کا خیال ہی نہ آیا تھا کہ اس کے سارے ساتھی اصل مشلوں میں تھے اس کا مطلب تھا کہ بیوشی کے دوران ان کا باقاعدہ میک اپ واش کیا گیا ہے اور ظاہر ہے عمران کا میک اپ بھی واش کر دیا گیا ہو گا۔

”لیکن پھر انہوں نے ہمیں اب تک زندہ کیوں رکھا ہوا ہے“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا تو اس کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ہی پھیل گئی کیونکہ اس کی کرسی کے پایوں کے گرد نیا سینٹ کا فرش تیار شدہ نظر آ رہا تھا اس کا مطلب تھا کہ اس کی کرسی کو فرش میں کھنڈ کرنے کے لئے باقاعدہ نیا فرش بنایا گیا ہے وہ سمجھ گیا کہ یہ سب کارروائی اس نقطہ نظر سے کی گئی ہے کہ عمران کیسے اچانک ہوش میں آنے کے بعد کسی بھی طرح کرسی کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکے۔ ابھی عمران یہ سب باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور ایک ایگری میٹو جوان اندر داخل ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں نیلے رنگ کی

بھی حرکت میں نہ لا سکتا تھا۔ اس نے گردن گھمائی تو اس کے منہ سے بے اختیار ایک طویل سانس نکل گیا یہ ایک تہ خانہ نما وسیع و عریض کمرہ اور اس کے ساتھ ہی کرسیوں پر اس کے تمام ساتھی اس کی طرح بندھے ہوئے موجود تھے۔ تہ خانے کا اگلیا دروازہ بند تھا۔ چھت پر لگے ہوئے بلب کی تیز روشنی نے پورے تہ خانے کو منور کر رکھا تھا اس کے سارے ساتھی بیوش تھے ان کے ساتھ قادر خان بھی موجود تھا۔

”یہ سب کس طرح ہو گیا۔ کیا ہم ریڈ ایجنسی کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ لیکن کیسے“ عمران نے پوچھا تو اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی انگلیوں کو حرکت دے کر بلیڈ باہر نکالنے کی کوشش شروع کر دی تاکہ ان کی مدد سے رسیاں کاٹ سکے لیکن چند لمحوں بعد وہ یہ محسوس کر کے بے اختیار چونک پڑا کہ اس کے ناخنوں سے بلیڈ اتار لئے گئے تھے اس نے تیزی سے گردن جھکا کر اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو ایک بار پھر اس کے منہ سے خود بخود طویل سانس نکل گیا کیونکہ اس کے پیروں میں صرف جرابیں موجود تھیں۔ بوٹ اتار لئے گئے تھے۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہم واقعی ریڈ ایجنسی کے ہاتھ لگ گئے ہیں کیونکہ یہ کام وہی کر سکتے ہیں“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیز نظروں سے تہ خانے کا جائزہ لینا شروع کر دیا لیکن تہ خانے میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس کا وہ کسی انداز میں بھی

تھکیل کے قریب پہنچ کر بوتل کا ڈسکن کھولا اور بوتل کا دہانہ کیپٹن تھکیل کی ٹاک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور اس کے ساتھ بندھے ہوئے قادر خان کی ٹاک سے اسے لگا دیا۔

”مجھے شاید کافی دیر بعد ہوش آیا ہے کہ ہمارے میک اپ واش کئے گئے اور کرسی کو گھس کرنے کے لئے نیا فرش بھی تیار کیا گیا۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ دو گھنٹے تو تمہیں یہاں آئے ہوئے ہو گئے ہیں۔“ مارکس نے جواب دیا۔

”لیکن جب ہماری اصلیت سامنے آگئی تو پھر جوڑی نے ہمیں اب تک زندہ کیوں رکھا ہوا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”مادام گارشیا آ رہی ہیں۔ چیف جوڑی نے جب مادام گارشیا کو تمہارے متعلق بتایا کہ تمہیں بیہوش کر کے قابو کر لیا گیا ہے تو مادام گارشیا نے کہا کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے تمہیں موت کے گھاٹ اترتے دیکھنا چاہتی ہیں چنانچہ مارش کے سیکورٹی ہیلی کاپٹر میں چیف جوڑی 'مادام گارشیا کو لینے گیا ہوا ہے اور تھوڑی دیر بعد وہ یہاں پہنچنے ہی والے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ تمہارے علاوہ تمہارے باقی ساتھیوں کو میں ہوش میں لے آؤں تمہارے متعلق انہوں نے حکم دیا ہے کہ ان کے آنے پر تمہیں ہوش میں لایا جائے گا لیکن اب تو صورت حال ہی مختلف ہو چکی ہے تم تو اپنے ساتھیوں سے پہلے ہی خود بخود ہوش میں آ چکے ہو۔“ مارکس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

بڑی سی بوتل تھی جس کی گردن کافی لمبی تھی اس بوتل کو دیکھتے ہی عمران سمجھ گیا کہ اس میں انٹی گیس مخلول ہو گا تاکہ اس کے ساتھیوں کو اس کی مدد سے ہوش میں لایا جاسکے۔ آنے والا نوجوان جیسے ہی اندر داخل ہوا وہ عمران کو ہوش میں دیکھ کر بے اختیار ٹھک کر رک گیا اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

”تمہیں ہوش آ گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ بغیر انٹی گیس کے تمہیں تو قیامت تک ہوش نہیں آ سکتا تھا۔“ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ قیامت آگئی ہو اور تمہیں اس کی اطلاع ہی نہ ہوئی ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ نوجوان بے اختیار مسکرا دیا۔

”تم واقعی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں نے آج تک چیف کو کسی بیہوش آدمی سے اس طرح خوفزدہ ہوتے نہیں دیکھا تھا میں سوچتا رہا تھا کہ آخر تم میں ایسی کیا بات ہے کہ چیف اس قدر خوفزدہ ہے لیکن اب تمہیں اس طرح ہوش میں دیکھ کر مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ چیف سچا تھا۔“ نوجوان نے کہا۔

”تمہارا چیف شاید جوڑی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ چیف ریڈ ایجنٹ جوڑی۔ میں اس کا اسٹنٹ ہوں۔ میرا نام مارکس ہے۔“ نوجوان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ عمران کے ساتھ بندھے ہوئے کیپٹن تھکیل کی طرف بڑھ گیا اس نے کیپٹن

ساتھ ہی تفصیل بتائی گئی کہ مارش کوئی مخصوص دوا نہ ملنے کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا تھا کہ اچانک ایک سائنس کا ڈاکٹر اتفاقاً وہاں پہنچ گیا اور اس نے حیرت انگیز طور پر مارش کو ٹھیک کر دیا اور پھر وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اس پر چیف سمجھ گیا کہ یہ ڈاکٹر تم ہو سکتے ہو۔ تم جس جیب میں سوار ہو کر گئے تھے اس کو تلاش کیا گیا تو مائیکل نے معلوم کر لیا کہ تم اس میڈیکل سنٹر سے ہو ٹل ڈیشان گئے ہو اور وہاں تمہارے دوسرے ساتھی بھی موجود ہیں۔ چیف نے ایک مقامی گروپ بلیک کوبرا کو ہار کیا کہ تمہیں بیہوش کر کے یہاں پہنچا دے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جب بلیک کوبرا وہاں پہنچا تو تم اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پارکنگ کی طرف جا رہے تھے مائیکل اور اس کا گروپ وہاں موجود تھا انہوں نے تمہاری نشاندہی کی چنانچہ تمہیں جیب میں ہی بیہوش کر دینے والی گیس کا ہم مار کر بیہوش کر کے یہاں لایا گیا اس کے بعد بلیک کوبرا گروپ کے آدمی ہو ٹل ڈیشان کے اس کمرے میں گئے جہاں تمہارے یہ دوسرے ساتھی موجود تھے وہاں بھی اچانک دروازہ کھول کر بیہوش کر دینے والی گیس کا برفبارہ کر دیا گیا اور پھر انہیں بھی یہاں پہنچا دیا گیا پھر چیف یہاں آیا۔ اس نے تم سب کے میک اپ واش کرائے پھر مادام گارشا سے بات کی اس کے بعد مارش کے بھائی کا پتہ پڑ بیٹھ کر وہ سفر چلا گیا اور اب وہ مادام گارشا سمیت واپس آ رہا ہے۔۔۔۔۔ مارکس نے آخری آدمی کی ناک سے بول بھرا کر اس کا ذہن لگاتے ہوئے مڑ کر کہا۔

”اس مہمان کی کیا وجہ ہے کہ میرے ساتھیوں کو ہلاک کرنے سے پہلے باقاعدہ ہوش میں لایا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ چیف کو معلوم ہو گا۔ مجھے تو جو حکم دیا گیا میں اس کی تعمیل کر رہا ہوں۔“ مارکس نے جواب دیا۔
”کیا تمہیں ہماری گرفتاری کی تفصیل معلوم ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ بتایا تو ہے کہ میں چیف کا اسسٹنٹ ہوں۔ مارکس نے جواب دیا اس دوران وہ مسلسل عمران کے ساتھیوں کو ہوش میں لانے کی کارروائی میں بھی مصروف رہا۔

”بتانے میں اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے بتا دو۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو مارکس بے اختیار ہنس پڑا۔

”اب کیا حرج ہو سکتا ہے تم زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ اور زندہ رہو گے۔ چیف کو مادام گارشا نے اطلاع دی کہ سیکورٹی آفیسر مارش اچانک بھلی کا پتھر کے ذریعے واقف چلا گیا ہے جس پر چیف فوراً سمجھ گیا کہ یہ کارروائی تمہاری ہو گی تم نے مارش کو کسی نہ کسی طرح گالتھ لیا ہو گا چنانچہ یہاں ایک مخبر اور گھرائی کرنے والا مقامی گروپ ہے چیف جوڈی نے اس کی خدمات حاصل کیں کہ مارش کو تلاش کیا جائے اس گروپ کا انچارج مائیکل ہے اس نے اطلاع دی کہ مارش کو ایک میڈیکل سنٹر میں چپک کیا گیا لیکن وہ وہاں سے جا چکا ہے اس کے

لئے اسے اپنے قریب بیٹھے ہوئے کیٹین ٹھیک کی کراہ سنائی دی اور پھر تھوڑے وقفے سے وہ سب ہوش میں آتے چلے گئے اس کے بعد ظاہر ہے عمران کو ان سب کے سوالوں کے جواب اور وہ ساری تفصیل بتانی پڑی جو اس نے مارکس سے پوچھی تھی۔
 ”تو تم نے اب تک رسیاں نہیں کاٹیں۔ کیوں؟“ جولیا نے کہا۔

”میرے ہاتھوں سے بلڈ اور پیروں سے بوٹ اتار لئے گئے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”اس کا مطلب ہے کہ جوڑی آپ کے متعلق اچھی طرح جانتا ہے۔“ صندرنے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں۔ اسی لئے تو اس نے پال وپر بھی کٹ دیے ہیں تاکہ میں اپنی پرواز کا مظاہرہ نہ کر سکوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 ”تو پھر اب۔“ جولیا نے کہا۔

”پھر کیا۔ تم سب اپنے اپنے جسموں کو حرکت دے کر رسیاں ڈھیلی کرنے کی کوشش کرو اور اپنے بازو بھی چمڑوانے کی کوشش جاری رکھو اگر زندگی ہے تو کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے خود بھی آگے کی طرف جسم کو جھٹکے دینے شروع کر دیئے لیکن ٹائیٹوں کی باریک اور انتہائی مضبوط رسی باوجود زبردست کوشش کے ذرا سی بھی ڈھیلی نہ ہوا

”جوڑی اور گارٹیا کے ساتھ لافٹر بھی تو آیا تھا۔ وہ کہاں ہے۔“ عمران نے پوچھا تو مارکس بے اختیار چونک پڑا۔ اس بار پھر اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔
 ”جہیں کیسے معلوم ہوا کہ کون آیا تھا اور کون نہیں۔“ مارکس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جب کوئی مشن پر کام کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ان باتوں سے باخبر بھی رہنے کی کوشش کرتا ہے۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لافٹر ایک اور علاقے میں تھا۔ چیف نے اسے بھی وہاں سے بلایا ہے وہ بھی ابھی یہاں پہنچنے ہی والا ہو گا۔“ مارکس نے جواب دیا۔

”اور مارٹن کا کیا ہوا۔“ عمران نے کہا۔

”اسے گولی مار دی گئی ہے۔“ مارکس نے جواب دیا اور اس کے ساتھی ہی وہ تیزی سے مڑا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا اس کے عقب میں دروازہ بند ہو گیا لیکن عمران نے دیکھا کہ دروازے کی دوسری طرف سیڑھیاں اوپر کی طرف جا رہی تھیں اس کا مطلب واقعی یہ ایک تہ خانہ ہے حالانکہ عمران نے پہلے ہی اس کی ساخت دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا۔ لیکن اوپر جاتی ہوئی سیڑھیاں دیکھ لینے کے بعد وہ کنفرم ہو گیا تھا عمران کا ذہن تیزی سے اپنے بچاؤ کے راستے تلاش کر رہا تھا لیکن جوڑی نے واقعی اسے ہر لحاظ سے بے بس کر دیا تھا اسی

رہی تھی۔ سارے ساتھی اسی کوشش میں مصروف تھے۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں کرسیاں گرا کر رسیاں ڈھیلی کرنی چاہیں۔“ مصدّر نے کہا۔

”میں نے ایسا ہی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میری کرسی انہوں نے اسی خدشے کے تحت گھس کر دی ہوئی ہے لیکن یہ سوچ لینا کہ نیچے گرنے کے بعد تمہیں اٹھانے والا کوئی نہ ہو گا اور ان لوگوں نے جیسے ہی تمہیں نیچے گرے ہوئے دیکھا، انہوں نے فوراً ہی فائر کھول دینا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں نے رسی کو خاصا کٹ لیا ہے۔“ اچانک ایک کونے میں بیٹھی ہوئی صالحہ کی مسرت بھری آواز سنائی دی تو وہ سب چونک کر اس طرف دیکھنے لگے صالحہ گردن آگے کی طرف جھکا کر ایک رسی کو دانتوں سے کاٹنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ رسی اس کی گردن کے قریب سے گزر رہی تھی اس لئے صالحہ کے دانت کافی حد تک سر جھکانے کے بعد اس رسی تک پہنچ گئے تھے۔

”یہ نائیلون کی رسی ہے۔ یہ کیسے دانتوں سے کاٹی جا سکتی ہے۔“ مصدّر نے کہا۔

”اگر صالحہ رسی کاٹ لیتی ہے تو پھر تمہیں آئندہ زندگی میں بڑا بھٹا رہنا پڑے گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے مصدّر سے کہا تو مصدّر کے علاوہ باقی ساتھی ہنس پڑے۔

”نہیں عمران صاحب۔ یہ واقعی نہیں کاٹی جا رہی میں سمجھی تھی کہ

شاید کٹ جائے گی۔“ چند لمحوں بعد صالحہ نے سر اٹھاتے ہوئے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ میں تو بے قصور مارا جاؤں گا۔“ اچانک اب تک خاموش بیٹھے ہوئے قادر خان نے کہا تو عمران اور باقی ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

”موت کسی کا قصور یا اس کا بے قصور ہونا نہیں دیکھا کرتی قادر خان۔ اب جو کچھ ہمارے ساتھ ہو گا وہی تمہارے ساتھ بھی ہو گا بہر حال فکر مت کرو۔ مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔“ عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کیونکہ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ واقعی بچہ خوفزدہ ہو رہا ہے اور پھر اس سے پہلے کہ قادر خان کوئی بات کرتا اچانک دروازہ کھلا اور مارکس کے ساتھ ایک مقامی آدمی اندر داخل ہوا اس کا چہرہ اور انداز بتا رہا تھا کہ اس کی تعلق زیر زمین دنیا سے ہے۔

”غوری۔ غوری۔ میں قادر خان ہوں۔ میری جان بچا لو۔“ ان کے اندر داخل ہوتے ہی قادر خان نے چیخ چیخ کر اس مقامی آدمی سے کہنا شروع کر دیا تو وہ آدمی بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”قادر خان تم۔ اور یہاں ان کے ساتھ۔ تم کیسے پہنچ گئے۔“ اس آدمی نے جسے غوری کہہ کر پکارا گیا تھا قادر خان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”کیسے۔ کیا آئیڈیا ہے تمہارے ذہن میں“۔۔۔۔۔ صدر نے حیران

”یہ غوری کون ہے قادر خان“ — عمران نے قادر خان سے

”کیا ہوا ہے۔ یہ کلک کی آواز کیسی تھی“۔۔۔۔۔ صغدر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میرے ذہن میں ایک سکیم آئی تھی اس کا ابتدائی مرحلہ تو کامیاب ہو گیا ہے اب دیکھو“۔۔۔۔۔ کیپٹن کلکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک عورت اور تین مرد اندر داخل ہوئے اور عمران انہیں دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا۔ ان میں سے ایک ریڈ ایجنٹ جوڑی تھا اور عمران اسے پہچانتا تھا جبکہ ایک وہی مارکس تھا اور تیسرا آدمی اس کے لئے اجنبی تھا اسی طرح وہ عورت بھی اس کے لئے اجنبی تھی۔

”ہیلو عمران۔ مجھے مارکس نے بتایا ہے کہ تمہیں پہلے ہی خود بخود ہوش آگیا تھا“۔۔۔۔۔ جوڑی نے اندر داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

”پہلے شریف آدمیوں کی طرح اپنے ساتھیوں کا تعارف کراؤ جوڑی۔ پھر باتیں ہوں گی۔ چیف ریڈ ایجنٹ بن جانے کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اخلاق و آداب ہی بھول جاؤ“۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ تعارف ہی ہو جائے۔ میرا نام تو تم جانتے ہو کہ جوڑی ہے جبکہ یہ میرے ساتھی گارشیا اور لافری ہیں یہ بھی ریڈ ایجنٹس ہیں اور یہ میرا پرسنل اسٹنٹ مارکس ہے“۔۔۔۔۔ جوڑی نے

ہوتے ہوئے کہا۔

”دیکھو۔ میں کوشش کرتا ہوں“۔۔۔۔۔ کیپٹن کلکیل نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے یلخت پیروں پر دو ڈال کر اپنے جسم کو اوپر کی طرف جھکا دیا اور پھر جس طرح مینڈک اچھل کر آگے بڑھتا ہے اس طرح اس نے بھی کرسی سمیت پھدک پھدک کر سامنے پڑی ہوئی کرسیوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ عمران سمیت سب بڑی حیرت سے اسے ایسا کرتے دیکھ رہے تھے۔ عمران کے چہرے پر بھی حیرت تھی کیونکہ ان کرسیوں کا کوئی استعمال عمران کے ذہن میں بھی نہ آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن کلکیل کرسیوں تک پہنچ گیا اس کے ساتھ ہی اس نے اچھل کر اپنی رخ موڑا اور اپنی کرسی کی پشت ان کرسیوں کی طرف کر دی اب اس کا رخ عمران اور ساتھیوں کی طرف ہو چکا تھا جبکہ وہ کرسیاں اس کے عقب میں آگئی تھیں۔ کیپٹن کلکیل کے ہونٹ ہنسنے ہوئے تھے اور وہ مسلسل عقب میں اپنے بندھے ہوئے بازوؤں کو پراسرار انداز میں حرکت دینے میں مصروف تھا چند لمحوں بعد ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی تو عمران سمیت سب چونک پڑے اور کیپٹن کلکیل کے لیوں پر بھی اطمینان بھری مسکراہٹ تیرنے لگی۔ اس نے ایک بار پھر مینڈک کی طرح اچھل کر دوبارہ اسی جگہ پہنچنے کی کوشش شروع کر دی جہاں سے وہ اس طرح پھدک پھدک کر آگے گیا تھا پھر اپنی جگہ پر پہنچ کر اس نے دوبارہ اپنا رخ موڑا اور اب وہ قطار میں پہلے کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

”بس۔ یہ آدمی اس قدر مطمئن کیوں نظر آ رہا ہے۔ کہیں اس نے کوئی چکر تو نہیں چلا لیا۔“ اچانک لافتر نے کہا۔

”نہیں۔ چکر والے سارے کاموں کا میں نے پہلے ہی بندوبست کر لیا تھا اس کے ماتحتوں میں بلاؤ ہوتے ہیں وہ بھی میں نے اتار لئے اس کے بوٹ بھی اتار لئے کیونکہ اس جیسے ایجنٹ بوٹوں میں بھی نجانے کیا کیا چھپائے بھرتے رہتے ہیں مزید تلاشی بھی لے لی اور پھر میں نے اسے خاص طور پر اپنے سامنے اس انداز میں بندھوایا ہے کہ اس کی انگلیاں بھی رسیوں تک نہ پہنچ سکیں۔ اس کی کرسی بھی فرش میں کھنڈ کرادی ہے تاکہ کہیں یہ کرسی گرا کر کوئی چکر نہ چلا لے جہاں تک اس کے اطمینان کا تعلق ہے تو یہ علی عمران ہے۔ دنیا کا معروف ترین ایجنٹ۔ اب ظاہر ہے یہ عام لوگوں کی طرح تو رد عمل کا اظہار نہیں کر سکتا۔“ جوڑی نے کہا۔

”اس تعریف کا بھید شکر ہے۔ کبھی موقع ملا تو تمہاری اس تعریف کا احسان اتارنے کی کوشش کروں گا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب تو تم اگلے جہان ہی احسان اتارنے کی کوشش کر سکتے ہو یہاں تو تمہاری زندگی کا خاتمہ یقینی ہو چکا ہے اور تم نے شادی میں دعوت دینے کی بات کی ہے مجبوری یہ ہے کہ ابھی قبروں میں موجود لاشوں کو شادی میں دعوت دینے کا رواج نہیں پڑا۔“ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب دیوار کے ساتھ لگی ان کرسیوں کو آگے تھماتے کران پر بیٹھ گئے۔

”مادام گارشیا تو مجھے اس طرح دیکھ رہی ہیں جیسے وہ کسی قدیم دور کے انسان کو دیکھ رہی ہوں کہ پتھر کے دور کے لوگ کیسے ہوتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوڑی بے اختیار ہنس پڑا جبکہ مادام گارشیا بھی ہنس پڑی۔

”میں نے تمہارے متعلق جو کچھ سن رکھا ہے اس کے بعد تمہیں دیکھنے کا واقعی مجھے بھرپور اشتیاق تھا اور اسی لئے میں نے جوڑی سے کہا تھا کہ جب تک میں تم سے ملاقات نہ کر لوں تب تک کوئی کارروائی نہ کی جائے۔“ مادام گارشیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور جوڑی نے انتہائی تابعدارانہ انداز میں تمہاری بات مان لی۔ واقعی بڑے بڑے انسان ایسے موقعوں پر بھیڑ ہو جایا کرتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گارشیامیری منگیت ہے اور اس مشن کے بعد ہم نے طے کر لیا ہے کہ شادی بھی کر لیں گے۔“ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے ضرور دعوت دینا کیونکہ مجھے اس شادی میں شرکت کرنے کا بھرپور شوق ہے۔ جس میں دولہا صاحب شادی سے پہلے اس قدر تابعداری کا مظاہرہ کرنے کا عادی ہو اور جو شاید شادی کے بعد بھی کسی دوسرے شوہر کے بس میں نہ ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوڑی بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”کوئی بات نہیں۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہم مسلمان لوگ موت اور زندگی کے بارے میں نہیں سوچا کرتے اس لئے میری زندگی اور موت کے بارے میں سوچنے کی ہمیں بھی ضرورت نہیں ہے ویسے اب ہمارے خاتمے کے بعد تم ظاہر ہے واپس ایکڑے یا ہی جاؤ گے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ اب میں نے یہاں رہ کر کیا کرنا ہے“۔ جوڑی نے کہا۔

”لیکن میری یا میرے ساتھیوں کی موت سے ملک کے ادارے تو ختم نہیں ہو سکتے“۔ عمران نے کہا۔

”اس کی ہمیں فکر نہیں ہے اس سفر کے حفاظتی انتظامات ایسے ہیں کہ اچھے اچھے ایجنٹ بھی اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ صرف خطرہ تم سے اور تمہارے ان ساتھیوں سے تھا جو تمہاری رہنمائی میں کام کرتے ہیں“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا تم واقعی بے بس ہو چکے ہو۔ کیا تم نے رہائی کا کوئی طریقہ نہیں سوچا“۔ اچانک گارشیا نے کہا تو عمران مسکرا دیا۔

”مادام گارشیا۔ نہ ہی میں مافوق الفطرت صلاحیتوں کا مالک ہوں اور نہ ہی شعبہ باز ہوں۔ اس لئے اس حالت میں کیا طریقہ سوچا جاسکتا ہے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو تم نے جوڑی کے مقابل شکست تسلیم کر لی ہے“۔ گارشیا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ظاہر ہے میں شریف آدمی ہوں اور جب جوڑی نے پہلے ہی اعلان کر دیا ہے کہ اس کے جملہ حقوق محفوظ ہو چکے ہیں تو مجھے کچھ ہٹا پڑا ہے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں“۔۔۔ گارشیا نے حیران ہو کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اگر میں اسے نہ بتاتا کہ ہماری مقنی ہو چکی ہے تو یہ تم پر دُورے ڈالنے کی کوشش کرتا“۔ جوڑی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تو گارشیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”اگر میں تمہیں جوڑی کے مقابل اس طرح نہ دیکھتی تو یقیناً جو کچھ میں نے تمہارے بارے میں سن رکھا تھا میں اس بات پر بھی غور کرتی“۔ گارشیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ مجھے بے چینی سی ہو رہی ہے۔ آپ کب تک باتیں کریں گے“۔ اچانک لائفر نے کہا۔

”چلو جیسا تم کو۔ کیوں گارشیا۔ پھر کارروائی شروع کی جائے“۔ جوڑی نے گارشیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ایک منٹ“۔ اچانک عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو سب چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

”کیا تم نے میرے سب ساتھیوں کی تلاشی لی تھی یا صرف میرے ساتھ ہی یہ کارروائی کی گئی ہے“۔ عمران نے کہا تو جوڑی بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

کر کے ہی دوسرے کو چکر میں ڈالتا ہے اور پھر کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتا ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے کہا اور پھر وہ اپنے پیچھے کھڑے ہوئے مارکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”مارکس۔ مشین ہنسل مجھے دو۔۔۔۔۔ جوڑی نے کہا۔

”میں چیف۔۔۔۔۔ مارکس نے موبائل لیجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر مشین ہنسل نکالا اور جوڑی کی طرف بڑھا دیا۔

”چیف۔ امین غوری نے آپ سے درخواست کی تھی۔ مارکس نے کہا تو جوڑی چونک پڑا۔

”اوہ نہیں۔ وہ احمق ہے میں ایسی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ کو کیسے زندہ چھوڑ سکتا ہوں نانس۔ اسے اس کا مطلوبہ معاوضہ دے دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے تیز لیجے میں کہا۔

”میں چیف۔۔۔۔۔ مارکس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مم۔ مم۔ میں بے گناہ ہوں۔ میں ان کا ساتھی نہیں ہوں مجھے تو انہوں نے راستہ بتانے کے لئے رکھا ہوا تھا میری جان بخش دو۔۔۔۔۔ اچانک قادر خان نے روتے ہوئے کہا۔ شاید مشین ہنسل دیکھتے ہی اس کا حوصلہ جواب دے گیا تھا۔

”میں چیف۔ امین غوری نے مجھے کہا تھا کہ یہ مقامی آدمی ہے اور اس کا دوست ہے اگر ممکن ہو تو اس کی جان بخش دی جائے۔ مارکس نے کہا۔

”بہت خوب۔ ذہانت میں واقعی تمہارا جواب نہیں تمہارا مقصد تھا کہ میں یوں کھلا کر اب تمہارے ساتھیوں کو کھول کر ان کی تلاشی لینی شروع کر دوں گا۔ اس طرح تمہیں کوئی کام دکھانے کا موقع مل جائے گا نہیں عمران صاحب تمہاری کمائی ختم ہو گئی ہے تم جوڑی کے مقابل ہو۔ چیف ریڈ ایجنٹ جوڑی کے مقابل۔۔۔۔۔ جوڑی نے بڑے قافرانہ لیجے میں کہا۔

”جو سوال میں نے پوچھا تھا تم نے اس کا تو جواب نہیں دیا۔۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح سنجیدہ لیجے میں کہا۔

”آخر تم یہ بات کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔ کیا مطلب ہے اس بات کا۔۔۔۔۔ گارشیا نے حیرت بھرے لیجے میں کہا۔

”یہ اس کا خاص طریقہ کار ہے اس طرح یہ ہمیں ذہنی طور پر الجھانا چاہتا ہے تم اپنے سوال کا جواب سن لو صرف تمہاری تلاشی لی گئی ہے باقی لوگوں کی تلاشی لینے کی ہمیں ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔۔ جوڑی نے کہا۔

”واہ۔ تم نے یہ بات کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے چلو تم اتنی اہمیت تو مجھے دے رہے ہو۔ اب کم از کم مجھے یہ تو اطمینان ہو گیا کہ میرے ایک ساتھی نے جو کچھ سوچ رکھا ہے اس میں وہ کامیاب ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا سوچ رکھا ہے۔۔۔۔۔ گارشیا نے چونک کر کہا۔

”تم بھراس کی باتوں میں آ رہی ہو گارشیا۔ چھوڑو۔ یہ ایسی باتیں

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی آفس میں کرسی پر بیٹھے ہوئے ساسک سنٹر کے انچارج ڈاکٹر فیلر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔
 ”یس“ ڈاکٹر فیلر نے بڑے بھاری اور سرد لہجے میں کہا۔
 ”سر ریڈ چیف ایجنٹ جوڈی کی کال ہے“ دوسری طرف سے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا گیا۔
 ”اوہ اچھا۔ بات کراؤ“ ڈاکٹر فیلر نے کہا۔
 ”ہیلو۔ جوڈی بول رہا ہوں“ چند لمحوں بعد جوڈی کی آواز سنائی دی اس کے لہجے میں مسرت کا تاثر اس قدر نمایاں تھا کہ ڈاکٹر فیلر نے بھی اسے فوری طور پر محسوس کر لیا۔
 ”کیا ہوا۔ آپ عید مسرور لگ رہے ہیں“ ڈاکٹر فیلر نے کہا۔
 ”ہم کامیاب ہو گئے ہیں ڈاکٹر فیلر۔ ہم نے دنیا کے انتہائی خوفناک

”اب اگر تم نے پھر ایسی بات کی تو پہلی گولی تمہارے سینے میں پڑے گی“ جوڈی نے غراتے ہوئے کہا تو مارکس نے سہم کر بے اختیار اس طرح ہونٹ بھیجنے لگے جیسے اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ اب باقی ساری عمر لب ہی نہ کھولے گا۔
 ”میں تمہاری منت کرتا ہوں۔ مجھے معاف کر دو“ قادر خان نے روتے ہوئے کہا۔
 ”اب کسی کے لئے کوئی معافی نہیں ہے سب کے لئے موت ہے تم سب کے لئے“ جوڈی نے فاخرانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے باری باری سب کے چروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا عمران سمیت سب کے چروں پر اسے مایوسی کی جھلکیاں صاف دکھائی دیں۔
 ”ہا۔ ہا۔ ہا۔ یہ کارنامہ ریڈ ایجنسی کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ ریڈ ایجنسی کے مقدر میں“ جوڈی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین پائل کا زنگیر دیا دیا اور تہ خانہ گولیوں کی ترتز اہٹ اور انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

سیکرت ایجنٹوں کو ہلاک کر دیا ہے اب سامک سنٹر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکا ہے۔" جوڑی نے پہلے سے بھی زیادہ مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ نے پہلے ہی یہاں سے جاتے ہوئے بتایا تھا کہ آپ نے انہیں پکڑ لیا ہے بہر حال مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ذہنوں سے یہ بوجھ تو ختم ہو گیا ہے۔" ڈاکٹر فلر نے کہا۔

"جی ہاں۔ اب آپ پورے اطمینان سے کام کریں۔ اب سنٹر مکمل طور پر محفوظ ہے ماہنامہ گارڈیا چوتھ کچھ روز آپ کے سنٹر میں گزار چکی ہیں اس لئے ان کی خواہش ہے کہ اس بے مثال کامیابی پر سنٹر میں باقاعدہ جشن منایا جائے جس میں سنٹر کے تمام افراد شامل ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ مجھے گارڈیا کی خواہش کس قدر عزیز ہے۔" جوڑی نے کہا تو ڈاکٹر فلر بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہاں۔ مجھے مطمئن ہے مجھے ماہنامہ گارڈیا نے خود بتایا تھا کہ آپ ایک دوسرے سے مشرقی انداز میں محبت کرتے ہیں اور اس مشن کے بعد آپ دونوں نے شادی کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ یہ کوئی بڑی خواہش نہیں ہے اس طرح ہماری بھی اس شنگ اور بور لائف میں کچھ ہلچل مچ جائے گی تو پھر آپ کب پہنچ رہے ہیں۔" ڈاکٹر فلر نے کہا۔

"ہمیں ان ایجنٹوں کی لاشیں بھی ساتھ لانا پڑیں گی کیونکہ ہم انہیں یہاں نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم انہیں ایکری میا ساتھ لے جائیں گے کیونکہ

اعلیٰ حکام جب تک ان لاشوں کو کنفرم نہ کر لیں گے انہیں یقین ہی نہ آئے گا کہ ہم نے ان خوفناک ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور ظاہر ہے ہم ان لاشوں سمیت سیکورٹی پہلی کاپز میں تو نہیں آسکتے۔ ہمیں گاڑی میں اتار پڑے گا۔" جوڑی نے کہا۔

"ان لاشوں کو آپ انگریزین سفارت خانے کے حوالے کر دیں یا پھر وہاں کسی جگہ رکھوا دیں۔ یہاں موجود سائنس دان ان لاشوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں گے۔" ڈاکٹر فلر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر فلر۔ ہم ان لاشوں کو اپنی نگرانی سے دور نہیں کر سکتے۔ آپ یقین کریں کہ یہ لاشیں اس قدر قیمتی ہیں کہ جب یہ لاشیں ایکری میا پہنچیں گی تو ایکری میا کے اعلیٰ حکام میں زلزلہ مچ جائے گا اور جب وہ کنفرم ہو جائیں گے تو وہاں واقعی پورے ملک میں جشن منایا جائے گا۔" جوڑی نے کہا۔

"اوہ۔ اس قدر خوفناک لوگ تھے یہ۔" ڈاکٹر فلر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ تصور بھی نہیں کر سکتے ڈاکٹر فلر۔ اسی لئے تو ہم آپ کے سنٹر میں بنیادی جشن منانا چاہتے ہیں یہ آپ کے سنٹر کی خوش قسمتی ہے کہ یہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں ورنہ شاید آپ کا سنٹر آپ کے سائنس دانوں سمیت اب تک زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو چکا ہو تا۔" جوڑی نے کہا۔

"اوکے ٹھیک ہے۔ آپ بہر حال بہتر سمجھتے ہیں۔ میری طرف

جوڑی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نے نوٹ کر لیا ہے۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے گڈ پائی کے الفاظ سن کر اس نے رسیور رکھا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے دو نمبر ڈائل کر دیئے۔

”یس سر۔“ دوسری طرف سے اس کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”انتظامیہ انچارج راؤرک کو بھیجو میرے پاس۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا اور رسیور رکھ دیا تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

”کم ان۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا تو دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

”یس سر۔“ آنے والے نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
”مینٹو۔ پہلے ایک خوش خبری بھی سن لو اور پورے سنٹر کو بتا دو کہ ریڈ ایجنٹوں نے پاکیشیا کے خوفناک ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیا ہے اب ہمارا سنٹر ہر لحاظ سے محفوظ ہو گیا ہے۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا تو راؤرک کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو واقعی بہت بڑی خوش خبری ہے جناب۔ ہمارے سنٹر کا ہر آدمی بری طرح سہا ہوا تھا۔ خاص طور پر جب سے ریڈ ایجنٹ اس کی حفاظت کے لئے انکریٹیا سے آئے ہیں ہر شخص بری طرح

سے اجازت ہے۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا۔

”ہمیں پیشیل ویکن پر اتنا پڑے گا۔ آپ ایسا کریں کہ سنٹر کی پیشیل ویکن واقفا شر بھجوا دیں۔ ڈرائیور کو کہہ دیں کہ وہ دین ڈافا کی رہائشی خرم کالونی کی کوٹھی نمبر گیارہ اسے بلاک میں لے آئے ہم لوگ وہاں موجود ہیں۔“ جوڑی نے کہا۔

”کتنے افراد ہوں گے تاکہ اتنے کمپیوٹر کارڈ ڈرائیور کے ہاتھ بھجوا دیئے جائیں۔“ ڈاکٹر فلز نے پوچھا۔

”ہم تین ایجنٹ ہیں۔ میں جوڑی۔ میرے ساتھ گارشیا اور لافتر اور ہمارے ساتھ چار مردوں اور دو عورتوں کی لاشیں ہیں اس طرح زندہ اور مردہ کل نو افراد ہوں گے۔“ جوڑی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نو کارڈ بھجوا دیتا ہوں۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا۔
”کیا لاشوں کے بھی کارڈ جاری کئے جائیں گے۔“ جوڑی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں۔ کمپیوٹر کے لئے زندہ اور مردہ ایک برابر ہیں۔ انسانی جسم بغیر کارڈ کے کراس نہیں ہو سکتا۔“ ڈاکٹر فلز نے کہا۔

”او۔ کے۔ پھر آپ فوراً بھجوا دیں۔ کون سا ڈرائیور بھیجیں گے۔ کیا نام ہے اس کا۔“ جوڑی نے پوچھا۔

”وین ڈرائیور ایک ہی ہے اسکا نام آر نلڈ ہے۔ وہی آئے گا دین لے کر۔“ ڈاکٹر فلز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پتہ پھر سمجھ لیں۔ خرم کالونی کوٹھی نمبر گیارہ۔ بلاک اے۔“

پریشان تھا۔۔۔۔۔ راڈرک نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے خود بہت فکر تھی۔ ابھی چیف ریڈ ایجنٹ جوڑی کافون آیا ہے انہوں نے تفصیل بتائی ہے اور اب دو سری بات سنو کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کامیابی کی خوشی میں سنٹر میں جشن مسرت منایا جانا چاہئے چنانچہ یہ جشن آج رات منایا جائے گا جس میں ریڈ ایجنٹس سمیت سنٹر کا ہر آدمی شرکت کرے گا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلگر نے کہا۔

”دیری گنڈ ڈاکٹر۔ دیری گنڈ۔ اس خوف کے بعد واقعی جشن مسرت منایا جانا چاہئے۔۔۔۔۔ راڈرک نے پر جوش لہجے میں کہا تو ڈاکٹر فلگر بے اختیار مسکرا دیا۔

”اور تیسری بات یہ سنو کہ ریڈ ایجنٹس اپنے ساتھ ان خوفناک پاکیشیائی ایجنٹوں کی لاشیں بھی لا رہے ہیں کیونکہ وہ انہیں کسی صورت بھی کسی اور کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بہر حال میں نے سوچا ہے کہ ان لاشوں کو علیحدہ کمرے میں رکھوا دیا جائے گا جب یہ ریڈ ایجنٹس جائیں گے تو انہیں اپنے ساتھ واپس لے جائیں گے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلگر نے کہا۔

”نہیں سر۔ یہ بہتر رہے گا۔ ورنہ لاشیں دیکھ کر تو ہمارے دل الٹ جائیں گے۔۔۔۔۔ راڈرک نے کہا۔

”اب آخری بات سن لو کہ سپیشل وین تیار کر کر ڈرائیور آرنلڈ کو فوراً واپس بجھا دو اسے کہہ دو کہ وہ وانا کی رہائشی کالونی خرم کالونی کی کوٹھی نمبر گیارہ بلاک اے پہنچ کر رپورٹ کرے اور پھر ان سب کو

لے کر واپس آئے۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلگر نے کہا۔

”نہیں سر۔ لیکن ان کے کمپیوٹر کارڈ بھی تو تیار کر کے دینے ہوں گے۔۔۔۔۔ راڈرک نے کہا۔

”ہاں۔ نو کمپیوٹر کارڈ تیار کر کے ڈرائیور کو دے دینا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلگر نے کہا۔

”نو۔۔۔۔۔ راڈرک نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ تین تو ریڈ ایجنٹ ہیں اور چھ لاشیں ہیں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلگر نے کہا تو راڈرک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”وین بھیجنے کے لئے تمام حفاظتی انتظامات بھی آف کرنا ہوں گے۔۔۔۔۔ راڈرک نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ ویسے بھی اب کسی قسم کا کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔۔۔۔۔ ڈاکٹر فلگر نے کہا تو راڈرک نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ اٹھ کر واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

میں سر ہلا دیا۔

”لیکن جناب۔ ان کے چہرے تو صاف ہیں۔ ان پر تو خراش تک نہیں ہے۔“ — آر نلڈ نے کہا۔

”تو تمہارا کیا خیال تھا کہ ہم ان کے چہروں پر قاذر کر کے انہیں بگاڑ دیتے پھر اعلیٰ حکام کس طرح کنفرم ہوتے کہ واقعی ہم نے صحیح لوگوں کو مارا ہے۔“ — جوڈی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ واقعی جناب۔ آپ درست کہہ رہے ہیں جناب۔“ — آر نلڈ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور جوڈی بے اختیار مسکرا دیا۔

”جناب اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔“ — آر نلڈ نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”پوچھو۔ کیا بات ہے۔“ — جوڈی نے کہا۔

”سنٹر کے سیکورٹی آفیسر مارش کو سنا ہے آپ نے ہلاک کر دیا ہے حالانکہ وہ تو استثنائی شریف آدمی تھا اس کے خلاف تو کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔“ — ڈرائیور آر نلڈ نے کہا تو جوڈی بے اختیار ہنس پڑا۔

”شریف لوگوں سے زیادہ خطرناک اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تمہارا یہ شریف آدمیت مارش ان پاکستانی ایجنٹوں سے مل گیا تھا وہ انہیں اپنے سیکورٹی ہیلی کاپٹر میں سنٹر کے اندر لے جانا چاہتا تھا تاکہ وہ لوگ اطمینان سے سنٹر کو تباہ کر سکیں۔“ — جوڈی نے جواب دیا۔

”اوہ۔ حیرت ہے۔ ویسے وہ ایسا آدمی لگتا تو نہ تھا۔ بہر حال کسی کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لوگ بظاہر کچھ اور دکھائی دیتے ہیں اور در

لیکن خاصی تیز رفتاری سے پہاڑی سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر آر نلڈ موجود تھا جب کہ اس کی سائیڈ سیٹ پر چیف ریڈ ایجنٹ جوڈی اکڑا ہوا بیٹھا تھا عقبی سیٹ پر مادام گارشیہ اور لائٹریٹھے ہوئے تھے ان دونوں کے بعد سیٹوں اور خالی جگہ پر چھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن میں سے دو عورتوں کی لاشیں تھیں اور چار مردوں کی۔

”جناب ان لاشوں کو ساتھ لے جانے کی کیا کوئی خاص ضرورت تھی۔“ — ڈرائیور آر نلڈ سے نہ رہا گیا تو اس نے پوچھ لیا۔

”ہاں۔ یہ دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹوں کی لاشیں ہیں اور ہم نے انہیں اپنے ساتھ الیکریمیا لے جانا ہے اگر یہ ہلاک نہ ہو جاتے تو اب تک تم اس دین اور پورے سفر سمیت زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو چکے ہوتے۔“ — جوڈی نے مسکراتے ہوئے کہا تو آر نلڈ نے اثبات

حقیقت کچھ اور ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ آر نلڈ نے جواب دیا اور جوڑی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے مسلسل اور تھکا دینے والے سفر کے بعد وین سائیڈ روڈ پر مڑی اور اس کے بعد وہ ٹیڑھے میڑھے تنگ راستوں سے گزرتی ہوئی نیچے وادی میں اترتی چلی گئی۔ وادی میں پہنچ کر آر نلڈ نے وین ایک چٹان کے قریب روک دی۔

”اپنے کمپیوٹر کارڈ نکال کر اپنی جیبوں پر لگا لیں جناب۔ اور ان لاشوں کے ساتھ بھی ایک ایک کارڈ ٹانگ دیں تاکہ کمپیوٹر چیکنگ کر لے اس کے بعد ہی ہم آگے بڑھ سکیں گے۔۔۔۔۔ ڈرائیور آر نلڈ نے کہا تو جوڑی نے جیب سے چھوٹے چھوٹے نو کارڈ نکالے جن پر باقاعدہ عجیب سی ساخت کے سوراخ بنے ہوئے تھے اس نے ایک کارڈ اپنی جیب پر لگایا ایک کارڈ گارشیا کی طرف جبکہ باقی کارڈ اس نے لافٹر کی طرف بڑھا دیئے۔

”لافٹر تم خود ہی کارڈ لگا لو اور ان لاشوں پر بھی کارڈ ٹانگ دو۔۔۔۔۔ جوڑی نے لافٹر سے کہا۔

”لیس باس۔۔۔۔۔ لافٹر نے کہا اور اٹھ کر عقبی طرف کو بڑھ گیا اس نے ایک ایک کارڈ تمام لاشوں پر ٹانگا ایک اپنی جیب پر لگایا اور پھر واپس آ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس دوران ڈرائیور آر نلڈ نے بھی ایک کارڈ جیب سے نکال کر اپنی قمیض کی جیب پر ٹانگ لیا تھا۔

”کارڈ لگ گئے ہیں جناب۔۔۔۔۔ آر نلڈ نے مڑ کر پوچھا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ لافٹر نے جواب دیا تو آر نلڈ نے سر ہلاتے ہوئے جیب سے ایک چھوٹا سا ریموٹ کنٹرول جیسا آلہ نکالا اور اس کے بٹن پر پریس کرتے کرتے اچانک رک گیا۔

”کیا ہوا۔۔۔۔۔ جوڑی نے چونک کر پوچھا۔

”جناب۔ اگر آپ کے پاس اسلحہ ہو تو اسے باہر پھینک دیں ورنہ کمپیوٹر راستہ نہیں کھولے گا۔ مجھے اچانک خیال آ گیا تھا کہ آپ سے پوچھ لوں۔۔۔۔۔ آر نلڈ نے کہا۔

”ہم یہاں جشن منانے آئے ہیں۔ اسلحہ کی نمائش کرنے کے لئے نہیں آئے ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ ان لاشوں کی تلاشی تو آپ نے لے لی ہو گی۔ معاف کیجئے میں یہ سب کچھ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ معمولی سی غفلت سے بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔ آر نلڈ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم نے اچھا کیا ہے کہ پوچھ لیا ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے جواب دیا تو آر نلڈ نے آلے پر موجود دو بٹن کیے بعد دنگرے پر پریس کر دیئے بٹن پر پریس ہوتے ہی تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ایک چٹان کا کافی بڑی حصہ کسی صندوق کے ڈسکمن کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اب اندر جاتی ہوئی پختہ سڑک صاف دکھائی دے رہی تھی۔

آر نلڈ نے وین شارٹ کی اور اندر لے گیا کافی گہرائی میں جانے کے

جوڑی کی آنکھیں ایک جھکنے سے کھلیں تو پہلے تو اس کے ذہن میں دھند سی چھائی رہی پھر آہستہ آہستہ اس کے ذہن سے دھند صاف ہوتی چلی گئی تو اس کے ذہن میں سابقہ واقعات کی جیسے قلم سی چل پڑی۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ اس نے مشین پائل کا ٹریگر دبا کر فائر کھولا تھا کہ اچانک اس کے ذہن پر یلغخت جیسے دھند سی چھا گئی تھی اور اب اسے ہوش آ رہا تھا وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا لیکن دوسرے لمحے اس کا ذہن بھک سے اڑ گیا کیونکہ اس کے دونوں بازو عقب میں کر کے رسی سے بندھے ہوئے تھے اور اس کے جسم پر موجود لباس پر خون کے دھبے سے پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے اس نے ادھر ادھر نظریں گھمائیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس کے ساتھ ہی فرش پر ایک عورت اور ایک مروکی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور جوڑی نے جب غور سے ان دونوں کو دیکھا تو اس کے ذہن میں ایک خوفناک دھماکا

بعد ایک بار پھر سامنے دیوار آگئی تو اس نے دین روکی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر وہی آلہ جیب سے نکالا اور اس پر موجود دونوں بنوں کو پہلی ترتیب سے الٹ کر یکے بعد دیگرے پریس کر دیا تو دیوار سرر کی آواز کے ساتھ ہی ایک طرف ہٹ گئی آگے ایک اور لمبی سی راہداری تھی جس کی چھت پر قطار کی صورت میں بلب لگے ہوئے تھے دین اس راہداری سے گزرتی ہوئی آگے بڑھی چلی گئی جیسے جیسے دین آگے بڑھ رہی تھی چھت پر موجود بلب یکے بعد دیگرے جلتے اور بجھتے جا رہے تھے راہداری آگے جا کر مڑ گئی تھی اور ایک بار پھر دیوار آگئی تھی آئلڈ نے ایک بار پھر جیب سے وہی آلہ نکالا اور اس بار بیک وقت اس نے دونوں بنوں پریس کر دیئے تو دیوار سرر کی آواز کے ساتھ ہی ایک طرف ہٹ گئی۔ اب دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں دو آدمی کھڑے تھے۔

”ڈاکٹر فلچر اور راؤرک صاحب آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں جناب“۔۔۔۔۔ آرنلڈ نے ان دو آدمیوں کے قریب جا کر دین روکتے ہوئے جوڑی سے کہا تو جوڑی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر دین کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

ہوا۔ مرد کی لاش علی عمران کی تھی جبکہ ساتھ پڑی ہوئی عورت کی لاش کا چہرہ عمران کی ساتھی عورت کے چہرے جیسا تھا ان کے چہرے زرد پڑے ہوئے تھے وہ زندہ نہ تھے بلکہ یہ ان کی لاشیں تھیں۔

”یہ۔ یہ کیا ہوا۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ یہ عمران اور اس کی ساتھی عورت کیسے ہلاک ہو گئے۔ یہ سب کیا ہے۔“ جوڑی نے انتہائی حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر اس نے کمرے کی ساخت پر غور کرنا شروع کر دیا یہ کوئی سنور نما کمرہ تھا ایک طرف پینیاں رکھی ہوئی تھیں لیکن یہ اسٹے کی پینیاں نہ تھیں دوسرے لمحے اسے کراہ کی آواز سنائی دی تو وہ بری طرح چونک پڑا۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹتی چلی گئیں کیونکہ عمران کی ساتھی عورت نے وہ لاش سمجھ رہا تھا وہ اب کراہ رہی تھی اور اب اس میں زندگی کے آثار اب بھی نظر آنے لگ گئے تھے۔

”یہ کیا ہوا۔ یہ کیسے زندہ ہو گئی۔“ جوڑی نے پھر حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ دوسرے لمحے عورت کی آنکھیں کھلیں اور اس نے بے اختیار اسٹے کی کوشش کی لیکن ہاتھ عقب میں بندھے ہونے کی وجہ سے وہ پوری طرح اٹھ نہ سکی اور وہ دوبارہ فرش پر گر گئی۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ کیا ہے۔ یہ میں کہاں ہوں۔“ عورت نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تو جوڑی کا ذہن ایک بار پھر زلزلے کی زد میں آگیا۔

”ٹنگ۔ ٹنگ۔ گارشیہ کی آواز۔ ٹک۔ ٹک۔ کیا مطلب۔“ جوڑی نے انتہائی حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”تم۔ تم کون ہو۔ تمہاری آواز اور لہجہ تو جوڑی کا ہے مگر تمہارا چہرہ تو۔۔۔“ اس عورت نے گردن موڑ کر جوڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ میں جوڑی ہوں۔ کیا تم گارشیہ ہوں۔“ جوڑی نے ہونٹ سمجھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں گارشیہ ہوں۔ لیکن یہ سب کیا ہے۔ ہم کہاں ہیں۔ یہ تمہارا چہرہ تو ایشیائی ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ لاش۔“ گارشیہ نے اس بار چیخے ہوئے لہجے میں کہا تو جوڑی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اس کا ذہن اس وقت واقعی اس انداز میں گھوم رہا تھا جیسے پکھا اپنی پوری رفتار سے گھومتا ہے۔

”یہ کیا ہے۔ یہ ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ کیا چکر ہے۔“ جوڑی نے انتہائی حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”کیا۔ کیا تم واقعی جوڑی ہو۔“ گارشیہ نے بھی اسی طرح حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ہاں۔ میں جوڑی ہوں۔“ جوڑی نے کہا۔

”تم نے تو ان پر فائر کھولا تھا۔ پھر۔ پھر کیا ہوا تھا۔ میں تو اچانک بیہوش ہو گئی تھی کیوں بیہوش ہوئی تھی۔ کیا ہوا تھا۔“ گارشیہ نے حیرت سے تقریباً چیخے ہوئے کہا۔

”میں نے تو اس مقامی آدمی پر فائر کھولا تھا جو اپنی جان بچانے کے لئے میری منہیں کر رہا تھا بس مجھے بھی اتنا ہی یاد ہے کہ وہ گولیاں کھا کر

”وہ۔ اب بات سمجھ میں آگئی ہے۔ واقعی بڑا گمراہ پکڑ چلایا گیا ہے اور اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ ہم کہاں ہیں۔“ جوڑی نے کہا۔
 ”کیا۔ کیا واقعی تم جوڑی ہو۔“ لافتر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں میں جوڑی ہوں اور تمہارے ساتھ ماوام گارشیا ہے اور تمہارے چہرے پر عمران کا میک اپ ہے۔ میں پہلے سمجھا کہ تم عمران ہو اور تم بھی لاش کی صورت میں تھے اب بات سمجھ میں آگئی ہے۔ عمران نے کسی پراسرار انداز میں ہمیں وہاں امین غوری کے تہہ خانے میں بیہوش کر دیا اور وہ لوگ رہا ہو گئے مارکس کو شاید وہیں ہلاک کر دیا گیا ہے اس کے بعد ہم تینوں کے چہروں پر انہوں نے اپنا میک اپ کیا اور کسی پراسرار انداز میں ہمیں لاشوں میں تبدیل کر دیا گیا اور یقیناً عمران اور اس کے ساتھیوں نے ہمارا میک اپ کر لیا ہو گا اور اس وقت ہم سانسک سفر کے سٹور میں موجود ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ہمارے روپ میں یہاں داخل ہونے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔“ جوڑی نے کہا۔

”یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ سب کیسے ممکن ہے جوڑی۔ وہ لوگ تو بندھے اور بے بس تھے وہ کیسے رہا ہو گئے اور ہم کیسے بیہوش ہو گئے۔ کیا یہ لوگ جادوگر ہیں۔ نہیں۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے۔“ گارشیا نے کہا۔

”ایسا واقعی ممکن نہیں ہو سکتا جوڑی۔ یہ کوئی اور پکڑ ہے۔“ لافتر

چینٹا ہوا کرسی سمیت نیچے گرا تھا کہ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن پر بھی تاریکی سی جھانگی اور اب مجھے یہاں ہوش آیا ہے تمہارا چہرہ عمران کی ساتھی عورت کا چہرہ تھا اور تمہارا چہرہ زرد تھا اور تمہاری حالت بالکل لاش جیسی تھی۔“ جوڑی نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس کے منہ سے خود بخود الفاظ اچھل کر نکلتے چلے جا رہے ہوں اور پھر اس سے پہلے کہ جوڑی کچھ کہتا اچانک ساتھ پڑی ہوئی دوسری لاش کے جسم میں بھی حرکت کے تاثرات نمودار ہوئے پھر اس کے منہ سے بھی کراہیں نکلنے لگیں اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے بھی ان دونوں کی طرح اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ عقب میں بندھے ہونے کی وجہ سے وہ ایک بار پھر نیچے گرا اور اسکے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

”یہ۔ یہ کیا ہوا۔ میں کہاں ہوں۔ یہ۔ یہ کون سی جگہ ہے۔“ اس آدمی کے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس کی آواز سننے ہی جوڑی اور گارشیا دونوں بے اختیار چیخ پڑے۔

”یہ۔ یہ تو لافتر کی آواز ہے۔“ جوڑی نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا تو فرش پر گرا ہوا وہ آدمی ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”تم۔ تم کون ہو۔ تمہاری آواز تو جوڑی جیسی ہے۔ م۔ م۔ مگر تم تو عمران کے ساتھی ہو۔“ اس آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو اس بار جوڑی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

نے کہا۔

”عمران کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ مجھ سے واقعی غلطی ہو گئی۔ میں نے انہیں بیوشی کے دوران ہی ہلاک نہیں کر دیا میں خواہ مخواہ گارشیا کی باتوں میں آ گیا۔ کاش ایسا نہ ہوتا۔“ جوؤی نے ہونٹ جھپٹتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کرے گا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور وہ تینوں بے اختیار چونک پڑے کیونکہ ان کے سامنے لافٹر کھڑا پر اسرار انداز میں مسکرا رہا تھا۔

سانک سنٹر کے بڑے ہال کمرے میں اس وقت جشن کا سا سماں تھا۔ ہال کے ایک کونے میں ایک بڑی سی میز موجود تھی جس میں شراب کی بوتلیں اور جام پڑے ہوئے تھے۔ ہال میں اس وقت ایکس افراد موجود تھے جن میں سے تین ریڈ ایجنٹس جوؤی، گارشیا اور لافٹر بھی موجود تھے۔

”مامام گارشیا۔ آپ نے اس جشن کا آئیڈیا دے کر ہماری بور زندگی میں خوبصورت رنگ بھر دیے ہیں۔“ ڈاکٹر فلر نے مسکراتے ہوئے کہا اس کے ہاتھ میں شراب سے بھرا ہوا جام تھا اور مامام گارشیا جواب میں صرف مسکرا دی۔

”آپ کے اس جشن کو اور زیادہ پر مسرت بنائے جانے کا ایک منصوبہ بھی مامام گارشیا نے بنایا ہوا ہے۔“ ساتھ کھڑے ہوئے جوؤی نے کہا تو ڈاکٹر فلر بے اختیار چونک پڑا۔

”اچھا۔ وہ کون سا“۔ ڈاکٹر فلر نے چونک کر کہا۔

”یہ بڑا پراسرار سا منصوبہ ہے۔ پورا ڈرامہ ہے ڈرامہ کیوں مدام گارشیا۔ یہ ڈرامہ اب شروع ہو جانا چاہئے۔“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جیسے تم کو“۔ مدام گارشیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لافتز جاکر اس ڈرامے کے اداکاروں کو یہاں لے آؤ تاکہ ڈاکٹر فلر اور اس کے ساتھی اس دلچسپ ڈرامے سے محظوظ ہو سکیں۔“۔ جوڑی نے اپنے ساتھی لافتز سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تیس باس“۔ لافتز نے جواب دیا اور تیزی سے مڑ کر ہال کے ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”اداکاروں کو۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں“۔ ڈاکٹر فلر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جب ڈرامہ شروع ہو گا تو سب کچھ خود بخود سمجھ میں آ جائے گا۔“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ ہال میں موجود ڈاکٹر فلر کے دوسرے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا جن میں دو عورتیں اور باقی مرد تھے۔

”ایڈیز اینڈ جنٹلمین۔ توجہ کریں۔“۔ جوڑی نے کہا تو آپس میں باتیں کرنے اور شراب پینے میں مشغول سب لوگ جوڑی کی طرف متوجہ ہو گئے اور ہال پر پراسراسی خاموشی طاری ہو گئی۔

”اس جشنِ مسرت کی رونق دوبالا کرنے اور آپ کے موڈ کو زیادہ

خوشگوار بنانے کے لئے ہم نے ایک ڈرامے کا انتظام کیا ہے میرا ساتھی اس ڈرامے کے کرداروں کو یہاں لانے کے لئے گیا ہوا ہے ابھی جب یہ کردار یہاں آئیں گے تو آپ لوگ اس دلچسپ اور پراسرار ڈرامے سے یقیناً پوری طرح محظوظ ہوں گے۔“۔ جوڑی نے اونچی آواز میں کہا اور ان سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیسا ڈرامہ۔ اور کیسے کردار۔“۔ رائڈرک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہو گا۔“۔ جوڑی نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کے مزید کوئی بات ہوتی اچانک دروازہ کھلا اور لافتز اندر داخل ہوا اس کے پیچھے ایک عورت اور تین مرد اندر داخل ہوئے انہیں دیکھ کر ہال میں موجود ڈاکٹر فلر کی ساتھی دونوں عورتوں نے یکفخت چیخیں ماریں اور وہ دونوں ہی یکے بعد دیگرے لہرا کر نیچے گر گئیں جبکہ ڈاکٹر فلر اور اس کے ساتھیوں کے چہرے زرد پڑ گئے اور آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ وہ اس طرح ساکت کھڑے تھے جیسے اچانک وہ پتھر کے مجسمے بن گئے ہوں۔

”یہ۔ یہ تو وہی لاشیں ہیں۔ یہ لاشیں۔ مگر یہ تو زندہ ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“۔ ڈاکٹر فلر کے منہ سے بڑبڑاتے ہوئے الفاظ نکلے۔

”ہاں۔ یہ وہی لاشیں ہیں جو اب زندہ آپ کے سامنے موجود ہیں۔ یہ وہی خوفناک سیکرٹ ایجنٹ ہیں جن کی شہرت پوری دنیا میں پھیلی

ہوئی تھی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ارکان۔ ہم نے انہیں لاشوں میں تبدیل کر دیا تھا لیکن مادام گارشیا کی ضد تھی کہ ڈرامے کے لئے انہیں زندہ کیا جائے چنانچہ آپ خود دیکھ لیں یہ زندہ آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ابھی تک ان کے کپڑوں پر خون کے داغ موجود ہیں۔“ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔ لاشیں کیسے زندہ ہو سکتی ہیں۔“ ڈاکٹر فلپر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی تو اس دلچسپ دو ایکٹ کے ڈرامے کی خاصیت ہے کہ جو ممکن نہیں وہ ممکن ہو گئے ہیں اور ابھی اس ڈرامے کا دوسرا دلچسپ ایکٹ باقی ہے اس لئے پہلا ایکٹ ختم اور پردہ کھینچا جاتا ہے۔“ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس کی مٹھی بند تھی اس نے ہاتھ کو زمین کی طرف جھٹکا دے کر کھولا تو اس کے ہاتھ سے دو سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیپول نکل کر زمین پر گرے اور چٹخ چٹخ کی آوازوں کے ساتھ ہی ٹوٹ گئے۔ ان کیپولوں کے نوٹنے ہی ہال میں موجود ڈاکٹر فلپر اور اس کے ساتھی یکجہت لہرا کر نیچے گرنے لگے اور پلک جھپکنے میں جوڑی، مادام گارشیا، لافٹر اور کمرے میں آنے والے تین مرد اور ایک عورت کے سوا باقی سب افراد زمین پر ٹیڑھے میڑھے انداز میں گر کر ساکت ہو چکے تھے جو لوگ نیچے نہیں گرے تھے وہ مجسموں کی طرح

اپنی اپنی جگہوں پر ساکت کھڑے ہوئے تھے پھر تقریباً دو منٹ بعد جوڑی نے آہستہ سے سانس لیا اور اس کے بعد اس نے زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے۔ اس کے سانس لیتے ہی اس کے ساتھیوں نے بھی سانس لینے شروع کر دیئے۔

”یہ تم نے کیا تماشا بنا رکھا ہے۔۔۔۔۔ کمرے میں آنے والی ایک زندہ لاش نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم اپنے سکرپٹ سے ہٹ کر بول رہے ہو۔ ڈرامے کے کرداروں کو وہی بولنا چاہئے جو سکرپٹ میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”لافٹر جاؤ اور دوسرے ایکٹ کے تین کرداروں کو بھی یہاں لے آؤ انہیں یقیناً اب تک ہوش آگیا ہو گا اور سنو۔ خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ یہ طرہ یہ ڈرامہ کسی ایسے میں تبدیل ہو جائے۔۔۔۔۔ جوڑی نے لافٹر سے مخاطب ہو کر کہا تو لافٹر مسکراتا ہوا عزا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”تم ان سب کو اٹھا کر ایک طرف ترتیب سے ڈال دو۔ ان کی بے ترتیبی مادام گارشیا کی نازک طبیعت پر بوجھ بن سکتی ہے۔“ جوڑی نے آنے والوں سے کہا اور وہ سب تیزی سے آگے بڑھے اور انہوں نے ہال میں بکھرے ہوئے بیہوش پڑے ہوئے ڈاکٹر فلپر اور اس کے ساتھیوں کو کھینچ کھینچ کر ایک طرف اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور کمرے میں تین اور زندہ لاشیں داخل

ہوئیں۔ ان تینوں کے ہاتھ ان کے عقب میں بندھے ہوئے تھے ان کے پیچھے لافتر اندر داخل ہوا۔

”خوش آمدید۔ خوش آمدید۔ یہ اس صدی کا حیرت انگیز عجوبہ ہے کہ لاشیں بھی زندہ ہو رہی ہیں“۔ جوڑی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم۔ تم عمران ہو“۔ ان میں سے ایک نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”عمران تو تمہارے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔ میں تو جوڑی ہوں چیف ریڈ ایجنٹ“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو تم نے کسی پر اسرار طریقے سے بازی الٹ دی ہے۔ مجھے اب اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے کہ میں نے تمہیں بیہوشی کے دوران ہلاک کیوں نہیں کر دیا“۔ آنے والے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اگر تمہیں احساس ہو ہی گیا ہے تو چلو پھر تم دوبارہ جوڑی بن جاؤ۔ میں علی عمران بن جاتا ہوں“۔ جوڑی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی گردن کے قریب چنگی بھری اور پھر ایک ماسک چہرے اور سر سے اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ اب وہ اپنی اصل شکل میں تھا اس کے ماسک اتارتے ہی لافتر اور گارشیانے بھی ماسک اتارنے شروع کر دیئے اور چند لمحوں بعد وہ سب اپنی اصل شکلوں میں تھے گارشیانے جبکہ جولیا اور لافتر کی جگہ صفدر کھڑا تھا۔

”ان کے چہروں پر موجود ماسک بھی اتار دو صفدر۔ تاکہ ڈرامے کے تمام کردار اپنی اصل شکلوں میں آجائیں“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے باری باری بعد میں آنے والے تینوں افراد کے چہروں پر سے ماسک اتار دیئے۔ اب وہاں جوڑی، گارشیانہ اور لافتر کھڑے ہوئے تھے۔

”تم نے یہ سب کیسے کر لیا۔ تم تو بندھے ہوئے اور بے بس تھے۔ میں نے تو تم لوگوں کو اس طرح باندھا ہوا تھا کہ تم کسی صورت بھی رہا نہ ہو سکتے تھے“۔ جوڑی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”یہ کارنامہ میرے ساتھی کیپٹن کھلیل نے سرانجام دیا ہے۔ اس کی کلائی میں ایک کنگن ہے جو بظاہر تو ایک زیبائشی کنگن لگتا ہے لیکن بہر حال اس کے اندر انتہائی تیز بلیڈ لگے ہوئے ہیں تم نے میرے ٹانگوں میں موجود بلیڈ تو نکال لئے تھے لیکن تمہیں کیپٹن کھلیل کے کنگن کا علم نہ تھا اور نہ تم نے میرے علاوہ وہاں میرے کسی اور ساتھی پر توجہ کی حتیٰ کہ تم نے ان کی تلاشی بھی لینے کی زحمت گوارا نہ کی۔ کیپٹن کھلیل کی جیب میں انتہائی زوردار بیوش کر دینے والی گیس سے بھرے ہوئے سرخ رنگ کے کیسیولوں کی پوری ڈبیہ موجود تھی اور اس کے ساتھ ہی دوسری جیب میں اس کا انٹی بھی موجود تھا لیکن اس کنگن میں موجود بلیڈ جھٹکے سے باہر نہ نکلتے تھے بلکہ اس پر لگا ہوا بٹن انہیں نکالنے کے لئے باقاعدہ پریس کرنا پڑتا ہے تاکہ اچانک جھٹکا لگنے سے وہ بلیڈ کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا سکیں تم نے ہم لوگوں کو

واقعی اس انداز میں باندھا تھا کہ ہم کسی طور پر بھی حرکت نہ کر سکتے تھے۔ اس طرح کیپٹن کھلیل کے دونوں ہاتھ بھی اس انداز میں بندھے ہوئے تھے کہ وہ کسی طرح بھی کٹکن پر موجود اس بٹن کو اپنے انگلیاں موڑ کر پریس نہ کر سکتا تھا۔ اس پر کیپٹن کھلیل نے ایک ٹاور پلان بنایا وہ کرسی سمیت اسی بندھی ہوئی حالت میں مینڈک کی طرح اچھلتا ہوا سامنے پڑی ہوئی خالی کرسیوں کی طرف گیا اس نے ایک کرسی کے ساتھ اپنی کرسی کی پشت لگائی اور پھر اپنی کرسی کے پیچھے خالی حصے سے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ باہر نکال کر دوسری کرسی کی ٹکڑی سے اپنا کٹکن نکلا کر اس بٹن کو پریس کر لیا اس طرح کٹکن کے بلینڈ باہر آ گئے اور وہ دوبارہ کرسی سمیت اپنی جگہ پر آ گیا لیکن ابھی اس نے اس بلینڈ سے اپنے ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسیاں کاٹی تھیں کہ تم لوگ آ گئے اب کیپٹن کھلیل کے لئے معمولی سی حرکت کرنا بھی مسئلہ بن گیا اس لئے میں نے تم لوگوں کو باتوں میں مشغول کر کے اپنی طرف پوری طرح توجہ کر لیا اور کیپٹن کھلیل نے بہر حال انتہائی محتاط انداز میں ہاتھ اپنی جیب میں ڈال لیا لیکن ایک اور مسئلہ سامنے آ گیا کہ کیپٹن کھلیل نے کھلے کیپسول اپنی جیب میں ڈالنے کی بجائے ان کی سیلڈ ڈیا ہی جیب میں ڈال لی تھی۔ چنانچہ اسے جیب میں ہی اس ڈیا کی سیل اور ڈیا کو اس طرح کھولنا پڑا کہ تمہیں اس کا احساس تک نہ ہو سکے اس طرح اسے کافی دیر لگ گئی اور پھر شاید یہ بھی ہماری خوش قسمتی تھی کہ اس مقامی آدمی قادر خان نے تم سے رحم کی بھیک مانگنی شروع کر دی

اور تم نے اپنی سفاک فطرت کے مطابق اس پر مشین پلسل کا فائر کھول دیا اس طرح کیپٹن کھلیل کو فوری طور پر حرکت کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے جیب سے ریڈ کیپسول نکال کر زمین پر پھینک دیا نتیجہ یہ کہ تم فوری طور پر بیہوش ہو گئے چونکہ اس ساری کارروائی کا صرف مجھے اور کیپٹن کھلیل کو ہی علم تھا اس لئے ہم دونوں نے سانس روک لئے تھے جبکہ ہمارے باقی ساتھی جو اس ساری کارروائی سے لا علم تھے تمہارے ساتھ ہی بیہوش ہو گئے جب اس گیس کے اثرات ختم ہوئے تو کیپٹن کھلیل نے اس کٹکن کی مدد سے اپنی باقی رسیاں کاٹیں اور آزادی جیسی نعمت حاصل کر کے اس نے ازراہ مہربانی مجھے بھی اس نعمت سے بہرہ ور کر دیا اور ظاہر ہے اس کے بعد ہم نے اپنے ساتھیوں کی رسیاں کاٹیں اور انہیں ہوش دلایا اور پھر اس تہ خانے سے نکل کر ہم نے امین غوری اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا اور پھر تم سمیت ہم وہاں سے اپنے اڈے پر واپس پہنچ گئے۔ چنانچہ اس کے بعد معاملات آسان ہوتے چلے گئے میں نے تمہاری آواز اور لمبے میں فون کر کے سفر کے انچارج ڈاکٹر فلر سے بات کی اور اسے بتایا کہ ہم نے خوفناک سیکرٹ ایجنٹوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اب مادام گارشا کی خواہش پر ہم سب اس کے اور اس کے ساتھیوں سمیت اس سفر میں جشنِ مسرت منانا چاہتے ہیں اور چونکہ یہ لاشیں انتہائی خوفناک ایجنٹوں کی ہیں اور انہیں ہم نے اپنے ساتھ ایکریڈیا لے جانا ہے اس لئے ہم انہیں اپنے ساتھ سفر میں لے آنے پر مجبور ہیں۔ پہلے تو ڈاکٹر فلر ان

ہوئے کما تو جوڑی، مادام گارشیا اور لافرتینوں کے چہرے یہ ساری
تفصیل سن کر حیرت سے مڑے ہوئے نظر آنے لگے۔

”تم۔ تم واقعی دنیا کے شاطر ترین لوگ ہو۔“ — جوڑی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تم بھی ریڈ ایجنٹ ہو۔ ایکرمیا کے انتہائی تربیت یافتہ اور خوفناک ترین ایجنٹ سمجھے جاتے ہو۔ میں تمہیں اس لئے ساتھ لایا تھا کہ ہو سکا ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد تم بھی اپنے آپ کو مناسکو۔ اور اب تمہیں میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ تم اگر چاہو تو چویشن بدلنے کی کوشش کر سکتے ہو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اگر میں تم سے ایک درخواست کروں تو کیا تم میری درخواست مانو گے۔“ اچانک گارشیا نے بڑے لاڑ بھڑے لہجے میں کہا تو وہ سب چونک کر گارشیا کی طرف دیکھنے لگے۔ جولیانے گارشیا کا لہجہ سنتے ہی بے اختیار ہونٹ بھیجھ لئے۔

”کیسی درخواست۔ اب درخواستوں کا موقع نہیں رہا، مادام گارشیہ۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم لوگوں کو یہی تربیت دی جاتی ہے جو درخواست کرتے ہیں جو منتوں پر اتر آتے ہیں یا جو رحم کی بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں وہ بزدل ہوتے ہیں اور تمہارے تربیتی نصاب میں بزدل کو زندہ سرہنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ تم نے خود دیکھا کہ جیسے ہی ہمارے گائیڈ قادر خان نے جوڑی سے درخواست اور منت کی جوڑی نے فوراً

لاشوں کی موجودگی پر قدرے ہچکچایا لیکن پھر اس نے اجازت دے دی پھر اس نے سیشل دین اپنے ڈرائیور سمیت ہمارے پاس بھیج دی چونکہ مجھے معلوم تھا کہ اس سنٹر کے کمپیوٹر میں یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک آپ کو چیک کر سکتا ہے اس لئے مجھے مجبوراً مالک میک آپ کا سارا لینا پڑا۔ چنانچہ تمہیں اور تمہارے ساتحوں پر ہم نے اپنا مالک میک آپ کر دیا اور اپنے آپ پر تمہارا اور میرے ساتھی بھی تمہارے ساتھ لاشوں کی صورت میں رہے اور پھر ہم سب اس دین میں سوار ہو کر یہاں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تم تینوں کو علیحدہ کمرے میں رکھا گیا جبکہ ہمارے تین ساتھی جو لاشوں کی صورت میں تھے علیحدہ کمرے میں پہنچا دیئے گئے۔ پھر ڈاکٹر فلر نے یہاں جشن کا اہتمام کیا میں نے انہیں بتایا کہ اس جشنِ مسرت کو مزید دلچسپ اور رنگین بنانے کے لئے ہم نے دو ایکٹ کا ڈرامہ بھی تیار کیا ہے جس کے پہلے ایکٹ میں تین ساتھی اندر لائے گئے جو لاشوں کی صورت میں سنٹر میں داخل ہوئے تھے اور جو اب پر اسرار طور پر زندہ ہو گئے تھے چنانچہ ڈاکٹر فلر اور اس کے ساتھی ان زندہ لاشوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور ان کی دو ساتھی عورتیں تو زندہ لاشوں کو دیکھتے ہی خود بخود بیہوش ہو گئیں جبکہ باقی افراد کو ہم نے ریڈ کیسپول توڑ کر پیش کر دیا اور پھر تم تینوں کو یہاں لایا گیا تاکہ تم تینوں ریڈ ایجنٹ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ تمہارا یہ سنٹر جسے ناقابلِ تغیر بنا دیا گیا تھا کس طرح تباہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پوری تفصیل سے سارا پس منظر بتاتے

ہی اس پر فائز کھول دیا تھا اس لئے درخواست کی ضرورت نہیں۔ میں تو تمہیں کھلی آفر کر رہا ہوں اور وہ یہ کہ میں اور میرے ساتھی تم سمیت یہاں موجود سب افراد کو اسی حالت میں چھوڑ کر باہر جا رہے ہیں ہم یہ سن کر باہر جا کر ہی تباہ کریں گے اگر اس دوران تم اپنے آپ کو ڈاکٹر فلچر اور اس کے ساتھیوں کو سنٹر سمیت بچا سکتے ہو تو بچا لیتا۔ ورنہ جب سنٹر تباہ ہو گا تو پھر سنٹر کے ساتھ یہ مشینری، ڈاکٹر فلچر اور اس کے ساتھی اور تم سب ختم ہو جاؤ گے۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم واقعی ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟“ جوڑی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اور نہ صرف جوڑی اور اس کے ساتھیوں کے چروں پر بلکہ عمران کے اپنے ساتھیوں کے چروں پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”ہاں۔ ظاہر ہے میں یہاں رہ کر اس سنٹر کو تباہ کیسے کر سکتا ہوں۔ اس طرح تو میں اور میرے ساتھی بھی ہلاک ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”یہ غلط فیصلہ ہے۔ ہم ان سب افراد کو ہلاک کر کے اور مشینری تباہ کر کے بھی باہر جاسکتے ہیں اور پھر باہر سے سنٹر کو مکمل طور پر تباہ کر سکتے ہیں ان لوگوں کو زندہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟“۔۔۔۔۔ اچانک توہیر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم خاموش رہو توہیر۔ ٹیم لیڈر میں ہوں تم نہیں اور یہ بھی سن لو

کہ آئندہ اگر تم نے میری باتوں میں مداخلت کی تو تم دوسرا سانس نہ لے سکو گے۔ سمجھے؟“ عمران نے غراتے ہوئے کہا تو توہیر بے اختیار ہونٹ بھیج کر رہ گیا۔

”تمہارا ساتھی توہیر درست کہہ رہا تھا۔ فطری طور پر تو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا لیکن میں جانتا ہوں کہ تم اس سے بھی کوئی نہ کوئی مفاد حاصل کرنے کے خواہش مند ہو گے۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کیا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہو؟“۔۔۔۔۔ جوڑی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”کچھ نہیں۔ اب مزید کیا مفاد حاصل ہوتا ہے۔ دراصل تم ریڈ ایجنٹ ہو اور سرخی سفاکی کی نشانی ہوتی ہے جبکہ میں سیدھا سا دھوا واٹ ایجنٹ ہوں۔ مجھے سفاکی سے نفرت ہے اور جو کچھ توہیر یا تم کہہ رہے ہو اس طرح بے بس اور بیوقوف افراد کو گولیاں مارنا اور اس طرح قتل عام کرنا مجھے ذاتی طور پر پسند نہیں ہے اس لئے میں مجبوراً یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ اگر تم اپنی ذہانت سے یہاں سے نکل جانے اور سنٹر کو بچانے میں کامیاب ہو جاؤ تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا اور اگر تم ایسا نہ کر سکو تو پھر مجھے تمہاری موت پر بہر حال کوئی افسوس نہ ہو گا اور میں تمہیں اس وقت تو بیوقوف کر رہا ہوں لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم انتہائی تربیت یافتہ افراد ہو اس لئے تمہیں خود بخود ہوش آ جائے گا اس کے بعد ڈاکٹر فلچر اور اس کے ساتھیوں کو بھی تم ہوش میں لاسکتے ہو۔ اس لئے فی الحال گڈ بائی“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ہاتھ باہر نکال کر ایک سرخ کیپول جوڑی اور

ہوئے واپس پاکیشیا پہنچ جائیں۔۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح سر دلیجے میں کہا۔

”ہاں۔ تو اس میں کیا حرج ہے۔ آخر ہم آئے بھی تو یہی مشن مکمل کرنے ہیں۔۔۔۔۔ جو لیا نے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے عمران صاحب دورانگشتی سے کام لے رہے ہیں۔۔۔۔۔ اچانک صالو نے کہا تو سب چونک کر صالو کی طرف دیکھنے لگے۔

”کیسی دورانگشتی۔۔۔۔۔ جو لیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
 ”یہ شاید نہیں چاہتے کہ جب انگریزی حکام یہاں اس سفر کا طالب اٹھائیں تو انہیں یہاں سے گولیاں لگی ان کی لاشیں ملیں اور مشین گنتوں سے تباہ شدہ مشینری ملے۔ یہ چاہتے ہیں کہ سفر اس طرح تباہ ہو کہ جیسے مشینری میں کسی نقص کی وجہ سے یہ سفر تباہ ہوا ہے۔ اس طرح یہ تباہی قدرتی سمجھی جائے گی۔۔۔۔۔ صالو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ انگریزین حکام کو علم ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس سفر کے خلاف کام کر رہی ہے اسی لئے تو انہوں نے اس کی حفاظت کے لئے ریڈ ایجنٹ بھیجے ہیں اور ہم تو ان کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ اگر کیپٹن ٹھیک اس بار کام نہ دکھاتا تو کیا یہ جوڑی گار شیا اور لافتر ہمیں زندہ چھوڑ دیتے۔۔۔۔۔ جو لیا نے کہا۔
 ”بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی بات آتی تھی جو

اس کے ساتھیوں کے قدموں میں پھینک دیا اور خود سانس روک لیا اس کے ساتھیوں نے بھی سانس روک لئے اور دوسرے لمبے جوڑی لافتر اور مادام گار شیا تینوں لہراتے ہوئے نیچے گرے اور ساکت ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر اس نے زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے تو اس کے سارے ساتھیوں نے بھی سانس لینے شروع کر دیئے۔

”یہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا۔۔۔۔۔ جو لیا نے سانس ہموار ہوتے ہی غصیلے لہجے میں کہا۔

”میرا خیال ہے کہ عمران صاحب کے ذہن میں کوئی خاص پوائنٹ ہے جس کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

”آپ ڈپٹی چیف ہیں آپ خود فیصلہ کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔ تویر نے جو لیا کو شہ دیتے ہوئے کہا۔

”بس یا کسی اور نے بھی بات کرنی ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سر دلیجے میں کہا۔

”اس بات پر تم آخر اس قدر غصہ کیوں کھا رہے ہو۔ تم مکمل کر ہمیں بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے۔۔۔۔۔ جو لیا نے بھی جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم یہی چاہتے ہو کہ تویر مشین گن اٹھائے اور یہاں موجود سب افراد کو گولیوں سے بھون ڈالے اس کے بعد مشین گن کی مدد سے تمام مشینری تباہ کر دی جائے اور پھر ہم اطمینان سے کامیابی کے ٹہل بجاتے

ایکریما کے حکام کو خوفزدہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی ہے میرے منصوبے کے مطابق ہم یہاں سے چلے جائیں گے اس کے بعد ظاہر ہے کہ جوڑی اور اس کے ساتھی ہوش میں آجائیں گے یہاں سے جاتے ہوئے میں ماسٹر کمپیوٹر کو اس انداز میں ایڈجسٹ کروں گا کہ یہ پورا سنٹر عمل طور پر سیلڈ ہو جائے گا اندر موجود کوئی آدمی کسی صورت بھی باہر نہ جاسکے گا اس لئے لاحالہ جوڑی یہاں سے نکلنے کے لئے ایکریما کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرے گا اور پھر اسے سارے حالات خود تفصیل سے بتانے پڑیں گے اس کے بعد ظاہر ہے ہم نے اس سنٹر کو باہر سے تباہ کر دینا ہے اس طرح اعلیٰ حکام تک یہ بات پہنچ جائے گی کہ لب سنٹر کی مشینری کو ہم اس حد تک سمجھ چکے ہیں کہ اسے باہر سے بھی بغیر کسی جدوجہد کے تباہ کیا جاسکتا ہے یہ بات انہیں آئندہ پاکیشیا کے خلاف سنٹر بنانے سے روکے رکھے گی مرنا تو بہر حال ان لوگوں نے ویسے بھی ہے اور ویسے بھی۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ بات تو انہیں بھی معلوم ہو جائے گی کہ تم نے یہاں بم نصب کر دیا ہے اور اس بم کو فائر کر کے تم اس سنٹر کو تباہ کرو گے۔ پھر وہ کیوں خوفزدہ ہوں گے۔۔۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”میں یہاں کوئی بم نصب نہیں کروں گا کیونکہ یہاں کے حفاظتی اقدامات ایسے ہیں کہ یہاں بم فوری طور پر نہیں ہو جائے گا۔ میں اسے کسی اور طرح سے تباہ کرنے کے بارے میں سوچوں گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

میں نے بتادی۔۔۔۔۔ صالحہ نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”جبکہ میرا خیال ہے کہ عمران صاحب ایکریما کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اگر انہوں نے اس علاقے میں یا کسی بھی علاقے میں پاکیشیا کے خلاف ایسا سنٹر دوبارہ قائم کیا تو عمران کے لئے اسے تباہ کرنا مزید آسان ہو جائے گا اس طرح وہ آئندہ پاکیشیا کے خلاف کوئی سنٹر بنانے سے باز رہیں گے۔“ اب تک خاموش کھڑے ہوئے کیپٹن ٹکلیل نے کہا تو عمران نے حیرت بھری نظروں سے کیپٹن ٹکلیل کی طرف دیکھا۔

”میرا خیال ہے کہ اگر تم بھی میری طرح تھوڑے سے احسن بن جاؤ تو میرے صحیح جانشین بن سکتے ہو۔ تمہارا مسئلہ صرف اتنا ہے کہ تم ضرورت سے کچھ زیادہ عقل مند بن گئے ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ تو کیا کیپٹن ٹکلیل درست کہہ رہا ہے۔“ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں۔ اس نے صحیح سوچا ہے اس آدمی کی ذہانت سے مجھے اب خوف آنے لگا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ سب کچھ تو عام حالات میں ہونا چاہئے لیکن یہ مسئلہ صرف سنٹر کی تباہی سے حل نہیں ہو گا ایکریما کے پاس نہ ہی وسائل کی کمی ہے نہ مشینری کی اور نہ ہی سائنس دانوں کی۔ اس سنٹر کی تباہی کے بعد وہ دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا سنٹر بنا سکتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہم ان کے ہر سنٹر کو اسی انداز میں تباہ کر لینے میں کامیاب ہو جائیں اس لئے میں نے

”تم خاموش رہو۔ تم نے ضرورت سے زیادہ اسے سرچڑھا رکھا ہے۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ درست ہے۔ میں خود چیف کو جواب دے لوں گی۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم خاموش رہو صفدر۔ مس جولیا واقعی سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہے اور بہر حال ڈپٹی چیف کو بھی وہی اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو چیف کو ہوتے ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفدر حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔ اس دوران توخیر نے سیل کھول کر تھیلے کے اندر موجود مشین ہٹل باہر نکال لیا۔

”پھر کیا حکم ہے؟“ توخیر نے مشین ہٹل ہاتھ میں لیتے ہوئے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں اپنا حکم دوہرانے کی عادی نہیں ہوں۔“ جولیا نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا تو توخیر نے بجلی کی سی تیزی سے مشین ہٹل کا رخ ایک طرف فرش پر بیہوش پڑے ہوئے جوڈی، گارٹیا اور لافرنکی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا لیکن دوسرے لمحے جب مشین ہٹل سے فائرنگ کی بجائے صرف ٹریج رنج کی آوازیں نکلنے لگیں تو توخیر بے اختیار اچھل پڑا۔ جولیا اور دوسرے ساتھیوں کے چروں پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے جبکہ عمران اطمینان بھرے انداز میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ توخیر نے جلدی سے ہٹل کا بیگزین چیک کیا۔ بیگزین موجود تھا اور فل تھا اس نے دوبارہ بیگزین لوڈ کیا اور ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا لیکن اس بار بھی وہی ٹریج رنج کی سی آواز سنائی دی۔

”سوچو گے۔ کیا مطلب۔ ابھی تم نے اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔“ جولیا نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سوچنے کے لئے ابھی بڑا وقت پڑا ہے ایسی بھی کیا جلدی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں یہ مشن اس طرح اندازوں پر نہیں چھوڑ سکتی۔“ توخیر نے یلکھت سرد لہجے میں کہا اور پھر وہ توخیر سے مخاطب ہو گئی۔

”تیس۔“ توخیر نے بڑے مستعد انداز میں جواب دیا۔

”جوڈی اور اس کے ساتھیوں کو گولیوں سے اڑا دو۔“ جولیا نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”تیس مس جولیا۔ آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔“ توخیر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک تھیلا سا تھا جس کا منہ باقاعدہ سیل تھا۔ یہ سیاہ رنگ کا تھیلا ایک خاص قسم کے کانڈ سے تیار کیا گیا تھا تاکہ اس کے اندر موجود اسلحہ تک چیکنگ ریز داخل نہ ہو سکیں یہی وجہ تھی کہ وہ اسلحہ سمیت اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ماسٹر کیپیٹر اسلحہ کو چیک نہ کر سکا تھا۔ توخیر نے تھیلے کی سیل کھولنا شروع کر دی۔

”مس جولیا۔ عمران صاحب نیم کے لیڈر ہیں۔“ صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

کے حفاظتی اقدامات سے واقفیت حاصل کرتیں اس کے بعد فیصلہ کرتیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تویر کو حکم دے دوں گی کہ وہ ان سب کو خنجر سے ہلاک کر دے بشرطیکہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں سے باہر جانے کے بعد تم نے سنٹر کو تباہ کرنے کے بارے میں کیا سوچا ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”سب کو نہ سہی۔ ان تینوں کا تو خاتمہ بہر حال ضروری ہے۔“ تویر نے کہا۔

”چلو یہ بھی کر دیکھو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا بے اختیار چونک پڑی۔

”کیا مطلب۔ کیا خنجر بھی یہاں کام نہیں کرے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”تویر کے پاس خنجر ہے۔ وہ اسے نکال کر تجربہ کر دیکھے۔“ عمران نے کہا۔

”تویر۔ ان تینوں کو خنجر سے ہلاک کر دو۔“ جولیا نے بھنائے ہوئے لہجے میں تویر سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ بھی شاید اب ضد پر اتر

آئی تھی اور تویر نے مشین پستل جبب میں ڈالا اور پھر کوٹ کی اندرونی جبب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا یہ تھا کہ یقیناً اس کے ہاتھ کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور ٹلک کی آواز سے اس کے ہاتھ سے خنجر نکل کر اوپر چھت سے نکلایا اور اس طرح چھت کے اندر غائب ہو گیا

”یہ۔ یہ فائر کیوں نہیں ہو رہا۔“ تویر نے استغاثی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”انسان تو ٹیم لیڈر سے بناوٹ کر سکتے ہیں۔ اسلحہ بہر حال نہیں کر سکتا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔“ جولیا نے بھی حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے عمران کے طنزیہ فقرے کو نظر انداز کر دیا تھا۔

”یہاں کے حفاظتی اقدامات ایسے ہیں مس جولیا کہ یہاں اسلحہ کام نہیں کر سکتا تمہیں معلوم ہی نہیں کہ یہاں کس قدر زبردست سائنسی انتظامات کئے گئے ہیں یہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ جوڑی اور اس کے ساتھی ہمارے ہاتھ لگ گئے اور ڈاکٹر فیلر نے خود ہی اس جشنِ مسرت کی وجہ سے ہمیں یہاں آنے کی اجازت دے دی ورنہ تو ہم ساری عمر سر ہنکتے رہتے تب بھی اس کے اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے یہاں کسی صورت کوئی بارودی اسلحہ کام نہیں کر سکتا البتہ اگر تم حکم دو تو تویر خنجر سے یہاں موجود سب عورتوں اور مردوں کو ذبح کر سکتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جولیا نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”تم نے مجھے پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی تھی۔“ جولیا نے مصنوعی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”جو لوگ فیصلے کرتے ہیں وہ کسی سے باتیں پوچھ کر نہیں کیا کرتے تمہیں چاہئے تھا کہ تم پہلے یہاں نصب مشینری کو چیک کرتیں۔ یہاں

جیسے چھت کے اندر جذب ہو گیا ہو اور تویر اور جولیا اور دوسرے ساتھی حیرت سے منہ پھاڑے اسے اس طرح غائب ہوتا دیکھتے رہ گئے۔

”اب معلوم ہو گیا ہے تمہیں کہ تم کس ٹائپ کے سفر میں موجود ہو۔ ایکریمن حکام پریس پاکیشیا سیکرٹ سروس کا رعب پڑا ہوا ہے کہ انہوں نے خوفزدہ ہو کر ریڈ ایجنٹ یہاں بھجوا دیئے ورنہ تو انہیں شاید اس کی ضرورت ہی نہ محسوس ہوتی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔ واقعی یہ سب کچھ انتہائی حیرت انگیز ہے۔ ٹھیک ہے آئی ایم سوری واقعی جو کچھ تم سوچ سکتے ہو وہاں تک میرا ذہن نہیں جاسکتا تم جو چاہو اور جس طرح چاہو کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔“ — جولیا نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تم کیا کہتے ہو تویر۔“ — عمران نے تویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مس جولیا نے جو کہا ہے ظاہر ہے درست ہے۔“ — تویر نے منہ بتاتے ہوئے کہا۔

”تو اب تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر بعد میں مشین ہائل اور فخر اٹھائے مجھے ڈھونڈتے پھرو اور بیچارہ دولہا ہنی مون منانے کی بجائے چھپتا پھرے۔“ — عمران نے کہا تو تویر اور جولیا دونوں ہی عمران کی بات سن کر بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا مطلب۔ یہ دولہا اور ہنی مون کہاں سے آگیا۔“ — جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ میں جو چاہوں اور جس طرح چاہوں کروں۔ تمہاری طرف سے اجازت ہے اور تویر نے بھی کہہ دیا ہے کہ اسے کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہاں گواہ بھی موجود ہیں اور جناب قاضی صفدر صاحب بھی۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے جبکہ جولیا کے چہرے پر شرم آلود سرخی سی پھیلی چلی گئی۔

”تم ایسا کر کے تو دیکھو۔ میں واقعی گولی مار دوں گا۔“ — تویر نے سخت لہجے میں کہا۔

”یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ بیوش افراد کو تو گولی مار نہیں سکتے۔“ — عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اس بار کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ساتھ ساتھ میں، گارشیا، لافتر اور سنٹر کے تمام افراد بھی ختم ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ جوڑی نے اسی طرح مایوسانہ لہجے میں کہا۔
 ”کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ کیا تم واقعی جوڑی بول رہے ہو۔۔۔۔۔ چیف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے اپنے کالوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

”میں اس وقت ساسک سنٹر سے ہی بات کر رہا ہوں چیف۔ عمران نے ہمیں اس طرح سنٹر کے اندر بند کر دیا ہے کہ باوجود کوشش کے ہم اس سنٹر سے باہر کسی صورت بھی نہیں نکل سکتے۔ یہاں کے انچارج ڈاکٹر پلر نے بھی اپنی پوری کوشش کر لی ہے لیکن سیلڈ سنٹر کو وہ بھی کسی طرح بھی نہیں کھول سکا اور عمران باقاعدہ دھمکی دے کر گیا ہے کہ وہ باہر سے سنٹر کو تباہ کر دے گا اور ہم سنٹر سمیت ہی ہلاک ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ جوڑی نے اسی طرح مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”یہ سب کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ کھل کر بات کرو۔۔۔۔۔ چیف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو جوڑی نے اسے مارٹن کی اچانک واقفانہ شہادت سے لے کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری تک پوری تفصیل بتا دی۔

”پھر۔۔۔ پھر تم اس قدر بے بس کیوں ہو گئے ہو۔ تم نے عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کیوں نہیں کیا۔۔۔۔۔ چیف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی میز کے پیچھے ریوالوگ چیئر پر بیٹھے ہوئے ریڈ ایجنسی کے چیف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔
 ”یس۔۔۔۔۔ چیف نے سرد لہجے میں کہا۔

”بہادرستان سے جوڑی کی کال ہے چیف۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے پی اے کی مودبانہ آواز سنائی دی تو چیف چونک کر سیدھا ہو گیا اس کے چہرے پر اشتیاق کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”کراؤ بات۔۔۔۔۔ چیف نے انتہائی اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔
 ”ہیلو۔ جوڑی بول رہا ہوں چیف۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد جوڑی کی آواز سنائی دی لیکن اس کا لہجہ سنتے ہی چیف ایک بار پھر چونک پڑا۔

”یہ تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔ کیا ساسک سنٹر تباہ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ چیف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
 ”ابھی تباہ تو نہیں ہوا لیکن بہر حال یہ تباہ ہو جائے گا اور اس کے

”عمران اور اس کے ساتھیوں کو میں نے اس انداز میں رسیوں سے جکڑا ہوا تھا کہ وہ کسی صورت بھی رہا نہ ہو سکتے تھے۔ رہائی تو ایک طرف وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے میں نے عمران کے ناخنوں سے بلیڈ اتار لئے تھے حتیٰ کہ میں نے اس کے بوٹ بھی اتار لئے تھے پھر میں نے مشین پائل لے کر ان پر فائر بھی کھولا تھا لیکن جیسے ہی میں نے ٹریگر دبایا میرے ذہن پر انتہائی پر اسرار طور پر تاریکی چھا گئی۔ پھر یہ تاریکی دور ہوئی تو میرے ہاتھ عقب میں بندھے ہوئے اور میرے چہرے پر عمران کے ایک ساتھی کا ہانک چڑھا ہوا تھا اسی طرح میرے ساتھ گارٹیا اور لافتر بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ میں بندھے ہوئے موجود تھے اور ہم ساسک سنٹر کے اندر تھے۔ پھر جب ہمیں عمران کے ساتھی ایک بڑے ہال میں لے گئے تو وہاں ڈاکٹر فیلر اور سنٹر کے تمام افراد بیوش پڑے ہوئے تھے اور عمران اور اس کے ساتھی ہمارے میک اپ میں موجود تھے جبکہ اس کے چند ساتھیوں کے جسموں پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے عمران نے مجھے کہا کہ وہ چونکہ رحمل آدمی ہے اس لئے وہ خود ہمیں اور ڈاکٹر فیلر اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا اس لئے وہ ہمیں بیوش کر کے چلا جائے گا اور پھر باہر سے سنٹر کو تباہ کر دے گا اگر ہم چاہیں تو ہم اس دوران سنٹر سے نکل سکتے ہیں اس کے بعد ہمیں دوبارہ بیوش کر دیا گیا پھر جب مجھے ہوش آیا تو واقعی عمران اور اس کے ساتھی سنٹر سے جا چکے تھے میں نے اپنے ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسیاں ایک مشین کے

کنارے سے رگڑ کر کانٹیں اور میں نے اپنے آپ کو آزاد کر لیا اس کے بعد میں نے گارٹیا اور لافتر کو بھی آزاد کر دیا وہیں مجھے عمران کی طرف سے ایک رقد بھی مل گیا جس کے ساتھ گیس کا انٹی مخلول بھی موجود تھا اس رقتے میں یہی درج تھا کہ وہ حسب وعدہ جا رہا ہے اور انٹی مخلول بھی چھوڑے جا رہا تاکہ اس کی مدد سے ڈاکٹر فیلر اور اس کے ساتھیوں کو ہوش میں لایا جا سکے بحال میں نے اس مخلول کی مدد سے ڈاکٹر فیلر اور اس کے ساتھیوں کو ہوش دلایا تو ڈاکٹر فیلر سے پتہ چلا کہ عمران نے میرے نام سے اسے کال کر کے کہا تھا کہ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور اب وہ سنٹر میں جشن کامیابی منانا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے اجازت دے دی اور حفاظتی انتظامات آف کر دیئے اور وین بھیج دی جب وین انہیں لے کر واپس آئی تو حفاظتی انتظامات دوبارہ آن کر دیئے گئے۔ اس کے بعد جشن منایا گیا اور پھر جو لاشیں وہ اپنے ساتھ لائے وہ زندہ ہو کر آگئیں جس پر اس کے سنٹر میں کام کرنے والی دونوں عورتیں بیوش ہو گئیں اس کے بعد اچانک وہ سب بھی بیوش ہو گئے میرے کہنے پر ڈاکٹر فیلر اور اس کے ساتھیوں نے حفاظتی انتظامات چیک کئے تو وہ مسلسل کام کر رہے ہیں سنٹر کی تمام مشینری چیک کی گئی تو تمام مشینری باقاعدہ کام کر رہی تھی۔ عمران نے کسی چیز کو بھی نہ چھیڑا تھا چونکہ عمران مجھے کہہ کر گیا تھا کہ وہ باہر جا کر سنٹر کو تباہ کرے گا اس لئے وہ لاحالہ اندر کوئی نہ کوئی وائرلیس کنٹرول بم نصب کر گیا ہو گا لیکن ڈاکٹر فیلر نے بتایا کہ

یہاں کوئی بارودی بم کام ہی نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اسلحہ کام کر سکتا ہے اور کھلا لوہا بھی یہاں چھت سے چپک کر غائب ہو جاتا ہے لیکن میرے اصرار پر کہ شاید عمران کوئی شکاری بم نصب کر گیا ہو پورے سنٹر کی انتہائی تفصیلی چیکنگ کی گئی لیکن کسی قسم کا کوئی بارودی یا شکاری بم یا ڈائنامیٹ وغیرہ کچھ بھی نہ ملا۔ سنٹر صاف تھا۔ جب میں نے ڈاکٹر فلر سے کہا کہ وہ راستہ کھولے تاکہ ہم اس عمران کے پیچھے باہر جائیں تب معلوم ہوا کہ تمام راستے سیلڈ ہو چکے ہیں اور کمپیوٹر انہیں کسی طرف بھی نہیں کھول پا رہا۔ ڈاکٹر فلر کمپیوٹر کا ماہر ہے اس نے اپنے طور پر لاکھ کوشش کی ہے لیکن بے سود۔ اس طرح ہم سب اس چوہے دان کے اندر پھنس کر رہ گئے ہیں۔ ڈاکٹر فلر نے فون کر کے ایکرمیڈیا میں اس ماسٹر کمپیوٹر بنانے والی کمپنی کے چیف انجینئر سے بات کی اور اسے ساری صورت حال بتائی تو اس نے اس بات پر یقین کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ بہر حال میرے بات کرنے پر اس نے ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ چیک کرنے کے لئے کہا کہ کہیں اس میں تو تبدیلی نہیں کر دی گئی۔ ڈاکٹر فلر نے چیک کیا لیکن وہ بھی ٹھیک تھی۔ اب وہ بھی بے بس ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اب میں آپ کو کال کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ جوڑی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ اب باہر سے ان راستوں کو کھولا جائے یا انہیں توڑا جائے۔۔۔۔۔ چیف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”میری ڈاکٹر فلر سے بات ہوئی ہے اس کا کہنا ہے کہ باہر سے چاہے سنٹر پر ایٹم بم کیوں نہ مار دیا جائے اس کا راستہ نہیں کھل سکتا۔۔۔۔۔ جوڑی نے جواب دیا۔

”پھر آخر کیا ہوگا۔ کس طرح ہمیں وہاں سے رہا کرایا جا سکتا ہے۔ اور کس طرح اس سنٹر کو تباہ ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔۔۔۔۔ چیف نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں چیف۔ آپ اعلیٰ حکام کے نوٹس میں یہ بات لے آئیں تاکہ وہ ماہرین سے مشورہ کر کے اس کا کوئی حل نکالیں لیکن یہ کام جلدی سے جلدی ہونا چاہئے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ ماہرین سوچتے ہی رہ جائیں اور سنٹر تباہ ہو جائے۔۔۔۔۔ جوڑی نے کہا۔

”لیکن جب اس کے اندر کوئی بم ہی نہیں ہے تو پھر یہ سنٹر تباہ کیسے ہو گا۔ عمران نے خالی دھمکی ہی دی ہے۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”جب اس نے مشینری کو چھیڑا تب تک نہیں پھر بھی راستے سیلڈ ہو چکے ہیں تو عمران کسی پر اسرار طریقے سے سنٹر کو بھی تباہ کر سکتا ہے چیف۔ وہ مافوق الفطرت انسان ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے ٹھیک ہے۔ میں جلد از جلد اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالتا ہوں۔ تم بے فکر رہو۔۔۔۔۔ چیف نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر عمران نے کیا کیم کھیلی ہے اور کس طرح چیف ریڈ ایجنٹ کو

اس حد تک بے بس کر دیا ہے اور کیوں اس نے ایسا کیا ہے۔“ چیف کے ذہن میں مسلسل یہ سوال کلک رہے تھے کہ اچانک فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو چیف نے سر سے ایک ہاتھ ہٹایا اور رسیور اٹھا لیا۔

”ہی“ چیف نے ہونٹ بجھتے ہوئے کہا۔

”سرپاکیشیا سے ایک صاحب علی عمران صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر ان کی آپ سے فوری بات نہ کرائی گئی تو انکریمیا اور ریڈ انجنی کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔“ دوسری طرف سے پی اے کی آواز سنائی دی۔

”اوہ کیا اس نے آفس فون پر کال کی ہے یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ بغیر کوڈ دوہرائے بات کر سکے۔“ چیف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس نے آپ کے مخصوص ذاتی نمبر پر کال کی ہے جناب اور جب میں نے اس سے یہ بات پوچھی کہ اسے اس نمبر کا کیسے علم ہے تو اس نے کہا کہ وہ آپ کو ذاتی طور پر بھی جانتا ہے۔“ دوسری طرف سے پی اے نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ یہ تو واقعی مافوق الفطرت انسان ہے۔ ٹھیک ہے کراؤ بات۔ جلدی کراؤ۔“ چیف نے اس بار قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

عمران اور اس کے ساتھی واقفا میں خرم کالونی کی اسی کوٹھی میں موجود تھے جس میں سے وہ جوڑی اور اس کے ساتھی بن کر پینٹل دیگن میں ساسک سنٹر گئے تھے یہ کوٹھی عمران نے سافٹ کارنز کے بہادر خان کی مدد سے پہلے ہی حاصل کر رکھی تھی اس لئے امین غوری کے قہوہ خانے سے نکل کر وہ سیدھے یہاں پہنچے تھے اور پھر بیس سے انہوں نے ساسک سنٹر کے ڈاکٹر فلپر سے رابطہ کر کے باقی کارروائی کی تھی اور اب بھی ساسک سنٹر سے وہ اسی وین کے ذریعے ہی واپس یہاں پہنچے تھے اس وقت وہ سب ایک بڑے سے کمرے میں موجود تھے کمرے میں ایک میز پر ایک چھوٹی سی مشین موجود تھی جس پر کئی بلب جمل بچھ رہے تھے لیکن مشین میں سے سوائے ہلکی سی زول زول کے اور کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ عمران خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔ مشین کے ساتھ ہی فون پڑا ہوا تھا

مشینری اور ماسٹر کمپیوٹر تیار کیا ہے اور ڈاکٹر فخر اس ڈاکٹر آر نلڈ کو بتا رہا تھا کہ سنٹر کے سارے راستے سیلڈ ہو گئے ہیں اور ماسٹر کمپیوٹر انہیں نہیں کھول رہا۔ وہ ڈاکٹر آر نلڈ سے اس بارے میں ماہرانہ مشورہ طلب کر رہا تھا اور ڈاکٹر آر نلڈ نے اسے ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ چیک کرنے کے لئے کہا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد جب ڈاکٹر فخر نے اسے بتایا کہ بنیادی ”کی“ درست ہے تو ڈاکٹر آر نلڈ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بے بسی کا اظہار کر دیا اس نے مشورہ دیا کہ کوئی بم وغیرہ مار کر راستہ کھول لیا جائے کیونکہ جب تک وہ یہاں لیبارٹری میں کمپیوٹر وغیرہ کو چیک نہ کرے وہ اس بارے میں کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور مشین بھی خاموش ہو گئی۔

”تو یہ مشین اس سنٹر سے ہونے والی فون کال کو کیچ کر کے نشر کرتی ہے“۔۔۔ صفر نے کہا۔

”ہاں“۔۔۔ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”یہ مشین تم نے کہاں سے حاصل کر لی ہے۔ سنٹر جاتے وقت تو یہ مشین تمہارے پاس نہیں تھی“۔۔۔ دلیا نے کہا۔

”یہ مشین میں نے اس سنٹر کے سنور سے ہی حاصل کی ہے۔ گو اس کا اصل استعمال کسی اور مقصد کے لئے کیا جاتا ہے لیکن بہر حال اسے اس انداز میں بھی استعمال لیا جا سکتا ہے“۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور دلیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اب کیا ہو گا اور یہ کس قسم کی مشین ہے“۔۔۔ دلیا نے کہا۔
 ”دی ہو گا جو منظور خدا ہو گا تو یہ لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے“۔۔۔ عمران نے شعر کو الٹ کر اور اس میں تحریف کر کے پڑھتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیے۔

”ہمیں یہاں پہنچے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے ہیں اور ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا تو اور کیا ہو گا۔ اچھا خامسا مشن بریاد کر کے رکھ دیا ہے اس فلاسفر نے“۔۔۔ خور نے جھلٹائے ہوئے لہجے میں کہا لیکن اس سے پہلے کے مزید کوئی بات ہوتی مشین سے اچانک اس طرح کی آواز نکلنے لگی جیسے فون کی کھنٹی بج رہی ہو اور عمران کے ساتھ ساتھ باقی سارے ساتھی بھی چونک کر سیدھے ہو گئے پھر دوسری طرف سے ریسور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر فخر بول رہا ہوں ہمارا ستان کے ساسک سنٹر۔۔۔ ڈاکٹر آر نلڈ سے بات کرائیں“۔۔۔ ڈاکٹر فخر کی آواز سنائی دی اور وہ سب چونک پڑے جبکہ عمران کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی تھی۔

”ہیں۔۔۔ ڈاکٹر آر نلڈ بول رہا ہوں“۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی اور پھر ڈاکٹر فخر اور ڈاکٹر آر نلڈ کے درمیان گفتگو شروع ہو گئی اور عمران کے ساتھیوں کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات نمودار ہونے لگ گئے کیونکہ گفتگو سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ڈاکٹر آر نلڈ اسی کمپنی کا چیف انجینئر ہے جس نے ساسک سنٹر کی

”لیکن تم تو یہ کی جگہ نہیں لے سکتے۔ یہ میں بتا دوں۔ کیوں جولیا“ — عمران نے کہا تو ایک بار پھر کمرہ قہقروں سے گونج اٹھا۔
”دیکھو اس مت کیا کرو۔ سمجھے تمہارے منہ میں جو آتا ہے بک

”میں پاکیشیا سے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ کیا مجھے ایکرمیہ کی ٹاپ ریڈ ایجنسی کے چیف سے گفتگو کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔“ عمران نے چپکے ہوئے کہا۔

”لیس۔ میں چیف بول رہا ہوں۔ لیکن تمہیں میرا خصوصی ذاتی فون نمبر کیسے مل گیا۔“ چیف نے کہا۔

”ماڑے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں چیف صاحب۔ ابھی آپ کے چیف ایجنٹ جناب جوڑی صاحب نے آپ کو کال کیا ہے اور میرے سامنے ایک ایسی مشین موجود ہے جس نے نہ صرف اس کال کو کیچ کر کے مجھے اس گفتگو کو سننے کا اعزاز بخشا ہے بلکہ ساتھ ہی آپ کا فون نمبر بھی بتا دیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تو تم نے میری اور جوڑی کی گفتگو سن لی ہے۔ اب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ کیوں فون کیا ہے۔“ چیف نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ سچے معروف آدمی ہیں میں نے یہ کال اس لئے کی ہے کہ میں جس وقت چاہوں آپ کے اس سنٹر کو تباہ کر سکتا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ اس کے اندر موجود بے گناہ سائنس دان اور ان کے معاون بھی ہلاک ہو جائیں اور ظاہر ہے اگر وہ نکل جائیں گے تو ساتھ ہی آپ کے چیف ریڈ ایجنٹ جوڑی اس کی سنگیت گارشیا اور ریڈ ایجنٹ لافنر تینوں بھی زندہ باہر آجائیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ باہر بھی ان تینوں

اس دھمکی سے خوفزدہ تھا کہ عمران اس سنٹر کو کسی بھی لمحے تباہ کر دے گا۔ چیف نے اس سے وعدہ کر لیا کہ وہ جلد از جلد ماہرین سے مشورہ کر کے اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالے گا تو رابطہ ختم ہو گیا اور مشین ایک بار پھر خاموش ہو گئی تو عمران نے جلدی سے ساتھ پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سی نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ لاؤڈر کی وجہ سے دوسری طرف سے بچنے والی ٹھنکی کی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

”لیس۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی۔

”میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ چیف سے فوراً میری بات کراؤ ورنہ ایکرمیہ اور ریڈ ایجنسی دونوں کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔“ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”چیف کے اس ذاتی نمبر کا آپ کو کیسے علم ہوا۔“ دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”میں تمہارے چیف کو ذاتی طور پر جانتا ہوں تم فوراً بات کراؤ ورنہ پھر نتائج تمہیں ہی بھگتنے ہوں گے۔“ عمران نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہولڈ آن کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد چیف کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”لیس۔“ چیف کے لہجے میں اس بار بھاری پن صاف مصنوعی محسوس ہو رہا تھا۔

کی ہلاکت کا انتقام موجود ہے لیکن۔۔۔۔۔“ عمران نے کہا اور بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔

”لیکن کیا۔۔۔۔۔“ چیف نے چونک کر پوچھا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر جوڑی اور مادام گارشیا اس طرح ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں جیسے شرق میں کی جاتی ہے اور وہ شادی بھی کرنا چاہتے ہیں اور میں محبت کے معاملات میں بڑا نرم دل واقعی ہوا ہوں اس لئے اگر آپ چاہیں تو آپ کے ان تینوں ریڈ ایجنٹوں کی زندگیاں بچ سکتی ہیں۔۔۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دیکھو علی عمران۔ میں تمہارے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں اور مجھے تسلیم ہے کہ تم نے ریڈ ایجنسی کے چیف ایجنٹ اور اس کے ساتھیوں کو شکست دے کر اس نوٹ پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اب اپنی زندگیوں سے بھی مایوس ہو چکے ہیں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کوئی کام بغیر کسی خاص مقصد کے نہیں کرتے۔ اس لئے تمہارا وہاں سنٹر میں داخل ہو کر واپس باہر آ جانا اور اب مجھے کال کرنا۔ اس کے پیچھے بھی یقیناً کوئی خاص مقصد ہو گا۔ اس لئے تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔ کیا تم کوئی سودا کرنا چاہتے ہو یا کوئی بات منوانا چاہتے ہو یا کچھ اور چاہتے ہو۔۔۔۔۔“ چیف نے کہا۔

”نہ ہی میں کوئی سودا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ملک و قوم کے مفادات میں کسی سودے بازی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اپنی بات منوانا چاہتا ہوں کیونکہ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ میں خود بھی کر سکتا

ہوں۔ اس لئے مجھے آپ سے یا آپ کی ریڈ ایجنسی سے کسی مدد یا تعاون کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باقی رہا کچھ اور تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ میری فطرت ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔“ عمران نے اس بار انتہائی عجیبہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیوں کال کی ہے۔۔۔۔۔“ چیف نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ کو جوڑی نے بتایا ہے کہ اس نے پورے سامک سنٹر کی مکمل چیکنگ کرائی ہے وہاں نہ کوئی بارودی بم نصب ہے اور نہ ہی کوئی شعاعی بم۔ اس کے باوجود بھی میں جب چاہوں اور جس وقت چاہوں اس سنٹر کو پاکیشیا سے ہی تباہ کر سکتا ہوں اور میں کروں گا بھی سہی کیونکہ اس میں موجود مشینری پاکیشیا کے دفاع اور سلامتی کے خلاف استعمال ہو رہی ہے میں نے آپ کو کال اس لئے کی ہے تاکہ آپ بھی سمجھ لیں اور آپ انکریٹریا کے اعلیٰ حکام کو بھی بتا دیں کہ آئندہ اگر انکریٹریا نے اس علاقے میں یا کسی بھی دوسرے علاقے میں ایسا کوئی سامک سنٹر بنایا گیا جس سے پاکیشیا کے دفاع اور سلامتی کو خطرات لاحق ہو سکتے ہوں تو مجھے آئندہ اس سنٹر میں داخل ہو کر اسے تباہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اب میں سامک سنٹر میں استعمال ہونے والی مشینری کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اب جیسے ہی مجھے ایسے کسی سنٹر کے بارے میں علم ہو گا میں پاکیشیا میں بیٹھے بیٹھے اسے ایک لمحے میں تباہ کر سکتا ہوں اور میں ہی کیا پاکیشیا کا کوئی ایجنٹ بھی ایسا کر

کے گا کیونکہ ظاہر ہے یہ راز رپورٹ کی صورت میں پاکستان سیکرٹ سروس کے چیف کو مل جائے اور وہ خود یا اس کا کوئی بھی ایجنٹ اس پر انتہائی آسانی سے عمل کر سکے گا اس بار تو میں آپ کے تینوں ریڈ ایجنٹوں کو بھی معاف کر رہا ہوں اور ڈاکٹر فخر اور اس کے ساتھیوں کو بھی لیکن آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم واقعی جوڑی اور اس کے ساتھیوں اور ڈاکٹر فخر اور اس کے ساتھیوں کو باہر نکلنے کا موقع دو گے۔۔۔۔۔ چیف کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں۔ جوڑی اور گارٹیا کی محبت اور ڈاکٹر فخر اور اس کے ساتھیوں کی بے گناہی کی وجہ سے اس بار میں انہیں رعایت دے رہا ہوں آئندہ ایسی کوئی رعایت نہیں ملے گی۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ہمارے ساتھ معاملہ کر لو اس منسٹر کو تباہ نہ کرو ہم اس منسٹر کو بند کر کے اس کی مشینری ایکریٹیا شفٹ کر لیں گے اور یہ وعدہ بھی کرتے ہیں کہ آئندہ پاکستان کے خلاف ایسا کوئی سانسک منسٹر نہیں بنایا جائے گا۔۔۔۔۔ چیف نے کہا۔

”یہ منسٹر تو ضرور تباہ ہو گا کیونکہ میں نے اس کے سپیئر ڈسک شاٹ کی چیکنگ کی ہے اس میں ان تمام کالز کے ٹیپ موجود ہیں جن کا تعلق پاکستان کے دفاع سے ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان ٹیپس

کو ابھی ایکریٹیا شفٹ نہیں کیا گیا کیونکہ ڈاکٹر فخر کے مطابق سپیئر ڈسک میں ٹیپس کا کافی بڑا ذخیرہ آجاتا ہے اور جب تک یہ ڈسک مکمل طور پر بھرنے نہیں جاتے اس وقت تک اسے ایکریٹیا نہیں بھجوا دیتا اور یہ ڈسک پوری طرح ابھی نہیں بھری۔ اس لئے پاکستان کے دفاعی راز بچانے کے لئے مجھے یہ منسٹر ہر حالت میں تباہ کرنا ہو گا۔ باقی مجھے آپ سے ایسے کسی وعدے کی ضرورت نہیں ہے آپ جس قدر چاہیں پاکستان کے خلاف سانسک منسٹر بنالیں اب پاکستان کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی کیونکہ اب ہم ان منسٹرز کو بغیر ہاتھ پیر ہلائے تباہ کر سکتے ہیں میں آپ کے ماتحتوں اور ڈاکٹر فخر اور اس کے ساتھیوں کو صرف اس لئے باہر نکال رہا ہوں کہ آپ کو یقین آجائے کہ میں جو کہتا ہوں وہ کر بھی سکتا ہوں اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میں اس مشینری کو کس حد تک سمجھ چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ عقلمندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔ گڈ بائی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ کیا واقعی آپ یہاں بیٹھے بیٹھے منسٹر کا راستہ بھی کھول سکتے ہیں اور اسے تباہ بھی کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ صالح نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا اور نہ مجھے غلط بات کہنے کی عادت ہے۔۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات کرنا مشین میں سے فون کی گھنٹی بجنے کی

راست کھول دے تو تم اپنے ساتھیوں اور ڈاکٹر فخر اور اس کے ساتھیوں سمیت وہاں سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے نکلو گے اور تم نے سیدھا ہمدردستان میں ایکریمین سفارت خانے رپورٹ کرنی ہے جو تمہاری واپسی کے انتظامات کریں گے تمہیں خاص طور پر میں اس بات سے آگاہ کر رہا ہوں کہ تم نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف کسی قسم کا کوئی ایکشن نہیں لیتا میں نہیں چاہتا کہ میری ایجنسی کے تین بہترین ایجنٹ جو عمران کی مہربانی سے زندہ واپس آ رہے ہیں ضائع ہو جائیں۔ گڈ بائی۔“ چیف نے تیز تیز لمبے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”ان تینوں کو زندہ چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو ہمارے دشمن ہیں۔“ جولیا نے کہا۔

”تم لوگ اکثر مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں جہاں بھی جاتا ہوں وہاں مجھے کوئی نہ کوئی دوست یا ایسا شخص مل جاتا ہے جو میرا احسان مند ہوتا ہے تو اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ میں لوگوں کو اکثر ان کی زیادتیوں کے باوجود معاف کر دیتا ہوں جو شخص قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دینے کی اہلیت رکھتا ہو اس کے سچے اور مخلص دوستوں کی تعداد زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے جوڑی، گارٹیا اور لافز تینوں انسان ہیں اور بہر حال انہوں نے آج نہیں تو کل کسی بھی وقت مرنا تو ہے اگر میں انہیں ہلاک کر دوں تو مجھے اس سے کیا فائدہ ہو گا لیکن اگر میں انہیں قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دوں تو یہ جب تک زندہ رہیں گے

آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار مسکرایا۔

”چیف صاحب کی کال ہے جوڑی کے لئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہیلو۔“ اسی لمحے رسیور اٹھائے جانے اور پھر جوڑی کی آواز سنائی دی۔

”چیف بول رہا ہوں۔“ چیف کی آواز سنائی دی۔

”یس سر۔ کیا ہمارے یہاں سے نکلنے کا کوئی لائحہ عمل بن گیا۔“ جوڑی نے انتہائی امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

”تمہاری کال کے فوراً بعد عمران کی کال آئی تھی تم نے جو کال مجھے کی ہے وہ اس سے بھی واقف تھا اور مجھے یقین ہے کہ اب یہ کال بھی وہ سن رہا ہو گا بہر حال عمران نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ازراہ ہمدردی تمہیں، تمہارے ساتھیوں اور ڈاکٹر فخر اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دے گا۔ اس کے بعد سنفر جہا کرے گا اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم آئندہ ایسا کوئی سنفر پاکیشیا کے خلاف نہ بنائیں ورنہ وہ بھی کوئی رعایت نہیں کرے گا اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اعلیٰ حکام بھی اس وعدے کو پورا کریں گے ورنہ عمران آئندہ بنائے جانے والے ہر سنفر کو واقعی آسانی سے اڑا دے گا۔ یہ فیض مافوق الفطرت نہ سہی بہر حال مافوق الفطرت ذہن کا مالک ضرور ہے میں نے تمہیں کال اس لئے کیا ہے کہ اگر عمران تمہیں کال کرے تو تم نے اس کی ہدایات پر پورا عمل کرنا ہے اور اگر کال نہ کرے ویسے ہی

سروس کے چیف سے رابطہ ہو جائے گا۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے جوڑی بے اختیار فٹس پڑا۔

”یہ تعریف نہیں حقیقت ہے۔ بہر حال تم اگر ہمیں رہا کر دو گے تو ہم تمہارا یہ احسان ساری عمر یاد رکھیں گے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تم نے واقعی ہمیں مکمل طور پر بے بس کر دیا ہے۔۔۔۔۔ جوڑی نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم نے ڈاکٹر فخر کے ذریعے اس مشین بنانے

والی کہنی کے چیف انجینئر سے بھی بات کی ہے لیکن اس نے بھی مایوسی کا اظہار کر دیا ہے اس کے بعد تم نے جب اپنے چیف سے بات کی تو میں نے تمہارے لمبے میں موجود شدید ترین مایوسی کو بھی واضح طور پر نوٹ کیا ہے بس اسی بات پر مجھے افسوس ہوا ہے کہ تم انتہائی تربیت یافتہ ایجنٹ بلکہ ایجنٹوں کے چیف ہو تمہیں تو کم از کم اس طرح مایوس نہیں ہونا چاہئے تھا گاراشیا اور لافز ہو جاتے تو اور بات تھی بہر حال میں یہ کام کر کے تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا اور نہ میں کوئی کام کسی پر احسان کرنے کی نیت سے کرتا ہوں اس لئے احسان وغیرہ کی بات ذہن سے نکال دو تمہیں چھوڑنے سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ تم ایسے ایجنٹ نہیں جو ذاتی انتقام کے لئے اپنے دلوں میں دوسروں کے خلاف کینہ رکھ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر فخر سے کہو کہ وہ ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ کو ایکس ڈیرو فور میں تبدیل کر دیں ایسا کرتے ہی سنٹر کا مین دروازہ خود بخود کھل جائے گا اور میں تم سب کو وہاں سے نکلنے کے لئے نصف گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں نصف گھنٹے بعد تمہارا یہ سامک سنٹر

ان کے دلوں میں میرے لئے بہر حال نرم گوشہ موجود رہے گا اور ریڈ ایجنسی صرف سپر ہائرز کے خلاف کام کرنے کے لئے بنائی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ پاکیشا کبھی کسی مشن پر نہیں آئے اس لئے پاکیشا کو ان سے آئندہ بھی کوئی واضح اور حتمی خطرہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھا لیا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیں۔۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جوڑی کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے چیف کو کال کیا تھا کیا تمہیں چیف کا مخصوص ذاتی نمبر معلوم تھا۔۔۔۔۔ جوڑی نے حیرت بھرے لمبے میں کہا۔

”دنیا کے سارے چیف ایک ہی نمبر پر کال کئے جاسکتے ہیں اور وہ نمبر ہے ان کے ماتحتوں کی تعریف کا۔ کیونکہ ان کے ماتحتوں کی تعریف دراصل ان کی مردم شناسی کی تعریف ہوتی ہے اس لئے جب میں نے تمہاری تعریف کا نمبر ڈائل کیا تو تمہارے چیف سے رابطہ ہو گیا۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”چیف نے درست کہا ہے کہ تم مافوق الفطرت ذہن کے مالک ہو۔۔۔۔۔ جوڑی نے بے اختیار طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اس تعریف نمبر پر اگر تم ڈائل کرو تو یقیناً تمہارا پاکیشا سیکرٹ

میرے ہاتھوں تباہ ہو جائے گا۔ گڈ ہائی۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا اس کے ساتھ ہی اس نے مشین پر موجود ایک ٹاب کو گھماتا شروع کر دیا اور ٹاب کے اوپر موجود ایک ڈائل پر سرخ رنگ کی دو سوئیاں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں حرکت کرنے لگیں جب دونوں سوئیاں ایک دوسرے کو کراس کر کے آگے بڑھیں تو عمران نے ہاتھ روک دیا۔

”اب جب سنٹر کا دروازہ کھلے گا تو اس ٹاب کے نیچے سبز رنگ کا بلب جل اٹھے گا۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اور سنٹر کیسے تباہ ہو گا۔۔۔ جولیا نے کہا۔

”دروازہ کھلنے کے ٹھیک نصف گھنٹے بعد سنٹر تباہ ہو جائے گا۔۔۔

عمران نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا یہ سارا کام خود بخود ہو جائے گا۔۔۔ جولیا نے

حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور جب سنٹر تباہ ہو گا تو یہ مشین بھی آف ہو جائے

گی۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن کس طرح۔ کیا تم نے اس کمپیوٹر میں کوئی تبدیلی کر دی

ہے۔۔۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر میں کمپیوٹر میں کوئی تبدیلی کر دیتا تو وہ چیف انجینئر اسے فوراً

ٹھیک کر دیتا۔ تم نے خود ہی دیکھا ہے کہ اس نے ڈاکٹر فلر کو بنیادی

”کی“ چیک کرنے کے لئے کہا تھا اور جب ڈاکٹر فلر نے اسے بتایا کہ

بنیادی ”کی“ درست ہے تو اس نے بے بسی کا اظہار کیا تھا۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر۔۔۔ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ باقی ساتھیوں کے

چہروں پر بھی حیرت کے تاثرات تھے کیونکہ وہ سب یہی سمجھ رہے تھے

کہ عمران نے وہاں کمپیوٹر میں کوئی تبدیلی کر دی ہے اور انہیں معلوم

تھا کہ عمران اکثر ایسا کرتا بھی رہتا ہے۔

”اب جب ڈاکٹر فلر ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ تبدیل کرے گا تو

وہ خود اپنے ہاتھوں سنٹر کی تباہی کی بنیاد رکھ دے گا۔ اسی لئے کہا جاتا

ہے کہ خود کردہ راجعہ نیست۔ یعنی اپنے کئے ہوئے کا کوئی علاج

نہیں ہوتا۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن اگر ماسٹر کمپیوٹر میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تو پھر سنٹر کے

راستے کیسے سیٹل ہو گئے۔۔۔ جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”راستے کھولنے اور بند کرنے کا نظام ماسٹر کمپیوٹر میں موجود ہے

لیکن اس کا تعلق ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ سے ہے۔ جب تک

بنیادی ”کی“ میں تبدیلی نہ کی جائے اس وقت تک سسٹم کو جام نہیں کیا

جاسکتا۔ لیکن بنیادی ”کی“ کی تبدیلی کو ہر انجینئر فوری سمجھ سکتا ہے

اس لئے میں نے اس کے لئے ایک اور دلچسپ کھیل کھیلا تھا۔ ماسٹر

کمپیوٹر جس مشین کے ذریعے یہ راستے اوپن اور کلوز کرتا ہے میں نے

اس مشین کی بنیادی ”کی“ میں تبدیلی کر دی تھی۔ ماسٹر کمپیوٹر کی تبدیلی

کی نسبت یہ تبدیلی انتہائی آسان ہے۔ ڈاکٹر فلر اور وہ چیف انجینئر

صاحب یہی سمجھتے رہے کہ ماسٹر کمپیوٹر میں تبدیلی کئے بغیر انہیں جام نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس مشین میں جو تبدیلی میں نے کی ہے اس میں ایک اور چھوٹا سا پتھر بھی میں نے ڈال دیا ہے۔ جیسے ہی ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ کو ایکس زبرد فور میں تبدیل کیا جائے گا اس مشین میں کی جانے والی تبدیلی خود بخود ختم ہو جائے گی اور پھر ماسٹر کمپیوٹر کی مدد سے راستے اوپن کئے جاسکیں گے لیکن ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ کی تبدیلی سے سنٹر میں موجود تمام مشینری کو فیکٹ لکھت چار گنا بڑھ جائے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹے کے اندر اندر یہ تمام مشینری ایک دھماکے سے پھٹ جائے گی اور سنٹر تباہ ہو جائے گا۔ میں یہاں بیٹھ کر کچھ نہیں کروں گا۔ سب کچھ وہ خود ہی کریں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ عمران صاحب۔ تو آپ اسی لئے انہیں رہا کرنے پر مجبور ہوئے ہیں تاکہ سنٹر تباہ ہو سکے۔“ خاموش بیٹھا ہوا کینٹن کلکیل لکھت بول پڑا تو سب اس کی بات سن کر چونک پڑے۔

”تو تم اب تک یہی سوچتے رہے ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں مسلسل یہی سوچتا رہا ہوں کہ آخر آپ جوڑی اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑنے پر کیوں مجبور ہوئے ہیں۔ اب آپ نے بات کی ہے تو میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ آپ انہیں چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے جس سے آپ نے فائدہ اٹھایا اور انکے۔ میوں پر یہ

رعب ڈال دیا کہ آپ جب چاہیں ان کے سنٹروں کو بغیر ان میں داخل ہوئے تباہ کر سکتے ہیں۔“ کینٹن کلکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یا اللہ یہ تم نے کینٹن کلکیل کو اس قدر ذہانت کیوں بخش دی ہے۔ یہ شخص تو میرا سارا رعب اور دبدبہ ہی ختم کر دے گا۔“ عمران نے بڑے بے بس سے لہجے میں کہا تو کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

”لیکن جب تم نے ان پر قابو پالیا تھا تو کیا تم اس ماسٹر کمپیوٹر کی بنیادی ”کی“ تبدیل کر کے اسے تباہ نہیں کر سکتے تھے۔“ جولیا نے کہا۔

”پہلے بھی میں نے بتایا ہے کہ صرف اس سنٹر کے تباہ ہو جانے سے ہمارا مشن حتمی طور پر مکمل نہیں ہو گا۔ انکے کیا اور ساسک سنٹر بنا لیتا۔ اس لئے مجبوراً مجھے یہ سارا کھیل کھیلنا پڑا اور مجھے یقین ہے کہ اب انکے کیا پاکیشیا کے خلاف ساسک سنٹر بناتے وقت ہزار بار سوچے گا۔ اس طرح ہر لحاظ سے پاکیشیا کا دفاع اور سلامتی محفوظ ہو جائے گی اور یہی میرا اصل مقصد تھا۔“ عمران نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلایا۔

”آپ واقعی دورانڈیش ہیں۔“ صالح نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”بس یہی مجھ میں غای ہے جس کی وجہ سے آج تک پیٹڈ باجوں سے محروم چلا آ رہا ہوں کہ میں دورانڈیش ہوں اور نزدیک کی چیزیں

گے اور اس وقت ان کے ذہنوں پر سنٹر پچانے سے زیادہ اپنی جائیں پچانے کا خیال حاوی ہے اور اس کے علاوہ یہ بات بھی ان کے ذہنوں میں موجود ہے کہ پاکیشیا میں بیٹھ کر میں ایک ٹیٹن دھاؤں گا اور سنٹر تاجہ ہو جائے گا اس لئے وہ راستہ نکلتے ہی بھاگنے کی کریں گے۔ عمران نے جواب دیا اور کیپٹن کلکیل نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ اس بار آپ نے نفسیاتی داؤد کھیل کر ایک سائنسی سنٹر کو تاجہ کر دیا ہے۔“ صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”شاید اس لئے نفسیات کو بھی سائنس سیکیکٹس میں شامل کیا جاتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”ان کے پاس آدمے کھٹے کا وقتہ تو بہر حال موجود ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اس آدمے کھٹے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ماسٹر کمپیوٹر اور دوسری اہم مشینری بھی کھول کر لے جائیں۔ اس سنٹر میں یقیناً ہر قسم کا سامان بھی بہر حال موجود ہو گا۔“ جولیا نے کہا۔

”اتنی دیر میں تو ماسٹر کمپیوٹر کی بیرونی پلیٹیں بھی نہیں کھل سکتیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر انہوں نے ایسا کرنے کی کوشش بھی کی تو پھر فیڈبک یلکھت بریک ہو جائے گی اور اس کا نتیجہ بھی سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہو گا البتہ جتنے افراد اس کوشش میں مصروف ہوں گے وہ بھی ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے۔ اب بہر حال اس سنٹر کی تباہی اس کا مقدر ہو چکی ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر اسی طرح مختلف

میری نظروں سے اوجھل رہتی ہیں۔“ عمران نے قریب بیٹھی ہوئی جولیا کی طرف کن انکھیں سے دیکھتے ہوئے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔ اور پھر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی اچانک مشین کی تاب کے نیچے سبز رنگ کا بلب ایک جھماکے سے جل اٹھا تو عمران کے چہرے پر یلکھت اطمینان کا تاثر چھا گیا۔

”مبارک ہو۔ انکرمیا کے اس ناقابل تخیل سانسک سنٹر کی تباہی کی بنیاد خود اس کے ماہرین نے اپنے ہاتھوں سے رکھ دی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب ساتھی بے اختیار مسکرا دیئے۔

”آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ آپ سبز بلب جلنے پر پہلے سے زیادہ مطمئن ہو گئے ہیں۔ کیا آپ کا خیال تھا کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔“ کیپٹن کلکیل نے کہا۔

”میرے ذہن میں بہر حال یہ خدشہ موجود تھا کہ اگر ڈاکٹر ظہر کو اس بات کی سمجھ ہوئی کہ فریکوئنسی تبدیل کرنے کے بعد مشینری کو فیڈبک بڑھ جائے گی اور ساری مشینری خود بخود تاجہ ہو جائے گی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا نہ کرے۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ میرا خیال ہے کہ اتنی بات تو کمپیوٹر کے سائنس دان سمجھتے ہی ہوں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ راستہ کھولنے کے فوراً بعد ہی کمپیوٹر ”کی“ تبدیل کر دے۔“ کیپٹن کلکیل نے کہا۔

”نہیں۔ کمپیوٹر ”کی“ دوبارہ تبدیل ہوتے ہی راستے جام ہو جائیں

باتوں میں آدھا گھنٹہ گزر گیا اور اچانک سامنے موجود مشین ایک جھماکے سے بند ہو گئی۔ اس کے تمام بلب یکفخت بجھ گئے۔ مشین اس طرح بند ہو گئی جیسے اچانک بجلی چلی گئی ہو۔

”سنٹر تباہ ہو گیا۔ گڈشو۔ ہمارا مشن کامیاب ہو گیا۔“ سب ساتھیوں نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا لیکن عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا کھلڈ فریکوئی ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ علی عمران کانٹیک۔ اور۔“ عمران نے بٹن دبا دیا
ہی بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ہماور خان پول رہا ہوں۔ اور۔“ چند لمحوں بعد
سافٹ کارنر کے ہماور خان کی آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے ہماور خان۔ اور۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ سنٹر مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ جس جگہ سنٹر تھا وہ جگہ اس طرح پھنی ہے جیسے آتش فشاں پھٹتا ہے۔ ابھی تک وہاں سے لمبے اور دھواں باہر نکل رہا ہے۔ اور۔“ ہماور خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سنٹر میں موجود لوگ۔ ان کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔ اور۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”وہ سنٹر کی تباہی سے کافی دیر پہلے وہاں سے نکل آئے تھے۔ اور وہ سب اب اوپر پہاڑیوں پر موجود ہیں اور وہ سب سنٹر کو تباہ ہوتے دیکھ

رہے ہیں۔ اور۔“ ہماور خان نے جواب دیا۔

”گڈشو۔ شکریہ۔ اور اینڈ آل۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”تو آپ نے باقاعدہ کنفرینس کے لئے وہاں آدمی بھیجے ہوئے تھے۔“ صفدر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں مشینری سے زیادہ انسانوں پر اعتماد کا قائل ہوں۔ یہ تو توخیر ہے جو انسانوں پر اعتماد کرنے کی بجائے اسلحے پر اعتماد کرتا ہے اور پھر منہ بسور کر رہ جاتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے کب ایسا کیا ہے۔ تم خواخواہ میرا نام لے دیتے ہو۔“ توخیر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم نے میری بات پر اعتماد کرنے کی بجائے وہاں سنٹر میں اپنے مشین مائل اور خنجر پر اعتماد کیا تھا۔ کیا نتیجہ نکلا تھا پھر۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ۔ وہ۔ اب مجھے کیا معلوم کہ وہاں ایسا کوئی چکر ہے۔“ توخیر نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”اس نے مشین مائل پر نہیں بلکہ مس جولیا پر اعتماد کیا تھا۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایک ہی بات ہے۔“ عمران نے فوراً ہی کہا اور کمرہ بے اختیار اور زور دار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے کی عمران سیریز

اول	گولڈن ایجٹ	اول	بلیک ورلڈ ✓
دوم	گولڈن ایجٹ	دوم	بلیک ورلڈ ✓
اول	گولڈن ایجٹ ان ایکشن	اول	بلیک پاورز
دوم	گولڈن ایجٹ ان ایکشن	دوم	بلیک پاورز
اول	کوڈ واک	اول	فور شارز ✓
دوم	کوڈ واک	دوم	فور شارز ✓
اول	لیڈیز آئی لینڈ ✓	اول	رائل سروس
دوم	لیڈیز آئی لینڈ ✓	دوم	رائل سروس
اول	ٹنک سٹڈ کیٹ	اول	ڈبل ٹیم
دوم	ٹنک سٹڈ کیٹ	دوم	ڈبل ٹیم
اول	زگ زیگ مشن ✓	اول	فائننگ مشن ✓
دوم	زگ زیگ مشن ✓	دوم	فائننگ مشن ✓
اول	ڈیٹھ کونک ✓	اول	شاکس
دوم	ڈیٹھ کونک ✓	دوم	شاکس
کمل	ریڈ کرافٹ ✓	اول	ٹاور سیکشن ✓
کمل	سٹاک مجرم ✓	دوم	ٹاور سیکشن ✓

یوسف برادرز - پاک گیٹ ملتان